حیات و تصنیفاتِ

★

مِرزا ابُوطالب کلیمؔ ہمدانی

(ملک الشعرائے دربار شہنشاہ شاہجہانؒ)

★

از

ڈاکٹر شریف النسأ بیگم انصاری

لکچرار فارسی

کُلیہ اُناث جامعہ عثمانیہ

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

سلسلۂ اشاعت خواتین دکن انسٹی ٹیوٹ نمبر (۱)

حیات و تصنیفات

مرزا ابو طالب کلیم ہمدانی

ملک الشعرائے دربار شہنشاہ شاہجہان

از

ڈاکٹر شریف النساء بیگم انصاری
لکچرار فارسی کلیۂ آرٹس جامعہ عثمانیہ

Marfat.com
Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنفہ محفوظ ہیں

129979

اشاعت بار اول

۱۹۶۱ء مطابق ۱۳۸۱ھ

قیمت مجلد (۱۸) روپے ☆ بلا جلد (۱۶) روپے (۵۰) نئے پیسے

مطبوعہ

مطبع ابراہیمیہ مشین پریس گٹیلمنڈی حیدرآباد آے پی

ملنے کا پتہ

ڈاکٹر شریف النسا بیگم انصاری

لکچرار فارسی ویمنس کالج
مکان ۲۲۶
مسجد عثمانیہ
الاوہ بی بی
بیرون دبیر پورہ
حیدرآباد دکن
آندھرا پردیش

Marfat.com
Marfat.com

سخن بخشد حیاتِ جاودانی اہل معنی را
ہمیں باید کلیم از شاعری ہا طرف بربستن

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

فہرست

حرفِ آغاز ۵-۶
پیش لفظ ۷

باب اوّل:-

حیاتِ کلیم ۱۷ تا ۷۴
نام و کنیت۔ وطن۔ تاریخ پیدائش۔ تعلیم۔ کلیم کی آمد ہند
کلیم کا ممدوح۔ کلیم کے ورودِ دکن کا سنہ۔ کلیم بیجاپور میں۔ کلیم کی
مراجعت عراق۔ کلیم کی بازگشت بہ ہندوستان۔ دربارِ شاہجہاں سے
کلیم کی وابستگی اور اس کی شاعری کا عروج۔ وفات۔ کلیم کے اخلاق
و عادات۔ کلیم کی ہندوستان سے محبت۔ کلیم کے تعلقات معصروں کے ساتھ۔

باب دوم:-

ابو طالب کلیم کے معاصر شعراء ۷۵ تا ۸۸
معاصرین دکن:-
سنجر کاشی، ملک قمی، ظہوری
معاصرین شمالی ہند:-
میر معصوم۔ قدسی۔ سلیم۔ ظفر خان احسن۔ غنی کشمیری۔ صائب
شیدا۔ سعیدائے گیلانی۔ مقامِ کلیم

باب سوم:-

تصنیفاتِ کلیم ۸۹ تا ۱۱۴
شاہنامہ ابو طالب کلیم۔ شاہنامہ کلیم اور اس کی اہمیت۔ شاہنامہ
کا تجزیہ۔ دیگر نسخہ ہائے شاہنامہ کلیم۔ شاہنامہ کی ادبی اہمیت

Marfat.com
Marfat.com

ادبی خصوصیات ۔ شاہنامہ کی تاریخی اہمیت ۔ شاہنامہ کلیم و ظفرنامہ قدسی کا مقابلہ ۔ نقایص ظفرنامہ ۔ محاسن ظفرنامہ ۔

باب چہارم :۔

کلام کلیم کا تنقیدی و تحسینی مطالعہ ــــــــــــــــ ۱۱۵ تا ۱۵۶

تمہید ۔ تشبیہہ ۔ حسن تعلیل ۔ تضاد ۔ جدت تخیل ۔ تمثیلی شاعری روزمرہ و محاورہ ۔ ہندی الفاظ کا استعمال ۔ نقایص کلام ۔

باب پنجم :۔

کلیات کلیم ــــــــــــــــ ۱۵۷ تا ۳۲۶

قصاید ۔ ترکیب بند ۔ ترجیع بند و مرثیہ ۔ قطعات ۔ مثنویات ۔ غزلیات ۔ رباعیات ۔ نسخہ جات کلیات کلیم ہمدانی ۔ یوروپی کتب خانوں کے نسخہ جات ۔ ہندوستانی کتب خانوں کے نسخہ جات ۔ کلیات کلیم کا قریب ترین، قدیم ترین و مکمل نسخہ ۔ دیوان کلیم کاشانی ۔ غیر مطبوعہ کلام (حصہ ا) ۔ انتخاب کلام (حصہ ب)

ضمیمہ :۔

عہد حکومت شاہجہان کی سنہ واری فہرست ــــــــــــــــ ۳۲۷

کتابیات ــــــــــــــــ ۳۲۸ تا ۳۳۷

اشاریہ ــــــــــــــــ ۳۳۸ تا ۳۴۷

انگریزی خلاصہ

Marfat.com
Marfat.com

حرفِ آغاز

کتب خانہ خواتین دکن (خواتین دکن لائبریری) ۱۹۴۳ء میں قائم ہوئی۔ اس سے نہ صرف خواتین حیدر آباد بلکہ حیدر آباد کے باہر کی خواتین و علم دوست اصحاب اور ریسرچ اسکالر بھی استفادہ کرتے ہیں۔

یہ کتب خانہ دراصل شری نصیر الدین ہاشمی کا ذاتی کتب خانہ تھا اس کو انہوں نے خواتین کے استفادہ کے لئے عام کر کے رجسٹر کرا دیا ہے۔ اس کتب خانہ کے ساتھ ادارہ تحقیقات (ریسرچ انسٹی ٹیوٹ) بھی ہے تاکہ تحقیقی مقالات شائع کئے جائیں۔

ادارہ تحقیقات کے ارکان انتظامی حسب ذیل خواتین ہیں:۔

(۱) مسز جہاں بانو نقوی ایم۔ اے
(۲) مسز کمیشوری روپ کرن ایم۔ اے
(۳) مس نیرہ بانو کا دس جی ایم۔ اے۔ ایم ایڈ
(۴) مس سعید جہاں ایم۔ اے۔ ایم ایڈ
(۵) مسز برہان الدین
(۶) مسز رُوحی علی اصغر

اس ادارہ تحقیقات کا مقصد یہ ہے کہ خواتین کی قدیم اور جدید تحقیقات کو طبع کر کے منظر عام پر لایا جائے تاکہ اگر ایک طرف ہم اپنے قدما کے افکار وخیالات اور اسالیب بیان سے لطف اندوز ہوں تو دوسری طرف عصرِ حاضر کی قابل خواتین کے علمی کارنامے اور تحقیقی مقالے زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر علمی ذخیرہ میں اضافہ کا موجب بنیں۔ جامعات میں جو مقالے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لئے منظور کئے جاتے ہیں اور باوجود تحقیقی ہونے اور اہمیت رکھنے کے ان میں سے اکثر طبع ہو کر شایع نہیں ہوتے ان کو طبع کر کے شائع کیا جائے تو ایک طرف اصحابِ علم وفن ان سے مستفید ہوں گے اور دوسری طرف مصنف [illegible] کا ثمرہ بھی ڈاکٹری کی ڈگری کے علاوہ مقالوں کی زرِ محنت سے ملے گا۔

اس ادارہ کے کام کے آغاز کے لئے مرکزی حکومت ہند کے وزارت سائنٹفک ریسرچ و کلچرل آفیرس سے کچھ رقمی امداد دو کتابوں کو شایع کرنے کے لئے اس شرط سے ملی کہ اسی قدر رقم ادارہ بھی صرف کرے چنانچہ اس طرح اس وقت دو کتابیں شایع کی گئی ہیں۔ میں ان اصحاب اور خواتین کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتی ہوں جنہوں نے ان کتابوں کے کئی کئی نسخے خریدنے کے لئے پیشگی رقمیں عنایت فرمائیں اور ہم کو اس قابل بنایا کہ حکومت کی شرایط کے مطابق یہ کتابیں چھاپ سکیں۔

Marfat.com
Marfat.com

جو کتابیں شایع کی گئی ہیں ان میں سے ایک مقالہ امتحان پی۔ ایچ۔ ڈی۔ جامعہ عثمانیہ کا منظورہ ہے جس کو ڈاکٹر شریف النسا بیگم نے فارسی کی ڈاکٹریٹ کے لئے پیش کیا تھا۔ یہ مقالہ ابو طالب کلیم کی حیات اور شاعری سے متعلق ہے۔ کلیم دربار عادل شاہی اور پھر شاہجہان کے دربار کا مشہور شاعر اور ملک الشعراء تھا۔

دوسری کتاب جو دو جلدوں پر مشتمل ہے شری نصیر الدین ہاشمی کی مرتبہ وضاحتی فہرست اُردو مخطوطات کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) ہے۔ محققین اور اصحاب علم کو کتب خانوں کے ذخیرہ سے استفادہ کے لئے وضاحتی فہرست کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔

کسی زبان کی تاریخ کا اصولی حیثیت سے مطالعہ کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ سارا ادب پیش نظر رہے لیکن اُردو ادب سارے ملک میں پھیلا ہوا ہے' اس پر دسترس مشکل ہے اس لئے زبان اور ادب کی خدمت کے لئے یہ ضروری ہے کہ مفصل اور مکمل وضاحتی فہرستیں مرتب کر کے شایع کی جائیں۔ یہ چیزیں یورپ میں ایک سائنس کی صورت اختیار کر چکی ہیں۔ حیدر آباد میں جامعہ عثمانیہ کے اُردو مخطوطات کی ایک مختصر فہرست شایع ہوئی اور انڈیا آفس کے دکنی قلمی کتابوں کی فہرست نصیر الدین ہاشمی صاحب نے "یورپ میں دکنی مخطوطات" کے نام سے شایع کی ہے اور پھر ادبیات اُردو کی فہرست کی پانچ جلدیں ڈاکٹر سید محی الدین زور صاحب نے شایع فرمائی ہیں اور سالار جنگ کے کتب خانہ کی اُردو مخطوطات کی فہرست بھی ہاشمی صاحب کی مرتبہ شایع ہو گئی ہے اس کے علاوہ بمبئی کی جامع مسجد کے اُردو مخطوطات کی فہرست بھی پروفیسر سید نجیب اشرف صاحب ندوی کے زیر نگرانی شایع ہوئی ہے۔ اب اس فہرست سے اس قسم کے ذخیرہ میں ایک اور کتاب کا اضافہ ہوگا جس کو ہاشمی صاحب نے نہایت کدو کاوش اور محنت سے مرتب کیا ہے۔

ادارہ کو توقع ہے کہ آیندہ مزید کتابیں شایع کی جائیں گی۔ ادارہ کی جانب سے میں فضیلت مآب شری ہمایوں کبیر منسٹر سائنٹیفک ریسرچ و کلچرل آفیرس کا ادارہ کی امداد کے بابتہ شکریہ ادا کرتی ہوں اور حکومت آندھرا سے توقع کرتی ہوں کہ سالانہ امداد جاری کر کے ادارہ کے علمی کاموں کو ترقی دینے کا موجب بنے گی۔

(شریمتی) **روڈا مستری**
صدر خواتین دکن لائبریری و ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

Marfat.com
Marfat.com

پیش لفظ

سولھویں صدی عیسوی کے آغاز میں شاہانِ تیموریہ کا چراغِ اقبال گُل ہو گیا اور دودمانِ صفویہ برسرِ اقتدار آیا اور اس کے ساتھ ہی مذہبی عناصر و تخیلات کا احیاء و فروغ عمل میں آنے لگا قصیدہ گوئی ختم ہونے لگی جس سے اظہارِ علمیت کے سوا حصولِ معاش بھی مقصود ہوتا تھا۔ شاہانِ ادب نواز کا حکم تھا کہ شاہوں کی مدح کے بجائے آئمہ کے مرثیے لکھے جائیں:

"باو بگوئید، منقبتِ آئمہ علیہم السلام سازد و از آنان پاداشِ اخروی بچشم دارد۔"

اس فضا میں ایرانی اربابِ ہنر، قدردانانِ علم و ادب کی سرپرستی و ذرائعِ معاش کے فقدان سے دوچار ہونے لگے لیکن اسی زمانہ میں سلاطینِ مغلیہ کی شاہانہ فیاضیاں شعرائے ایران کے لئے ابرِ رحمت بن گئیں اور انہوں نے محسوس کر لیا کہ "ایران زمین" میں اُن کا قلم سامانِ تحصیلِ کمال" حاصل نہیں کر سکتا۔ اُن کے جواہر ریزوں کی چمک صرف سرزمینِ ہند ہی میں معراجِ کمال پر پہنچ سکتی ہے، لہٰذا

Marfat.com
Marfat.com

ایران کے اکثر بلند پایہ شاعروں نے اپنے وطن مالوف کو خیر باد کرتے ہوئے وارد ہندوستان ہو کر شاہانِ مغلیہ کے سایۂ عاطفت میں اپنے فن کو ارتقاء کی آخری منزل تک پہنچایا، چنانچہ آج بھی ان مایہ ناز فنکاروں کے شہ پارہ ہائے کلام ہندوستان کے ہر صاحبِ ذوق سے دادِ تحسین حاصل کر رہے ہیں۔ اور "حیات و تصنیفات کلیم" بھی ایک ایسے ہی باعظمت شاعر کی سعی گراں قدر کا اعتراف ہے جس کو زمانہ کی ناقدر شناسی نے پردۂ خفا میں ڈال رکھا تھا۔

میرزا ابو طالب متخلص بہ کلیمؔ نے مابین ۹۹۰ھ - ۹۹۴ھ ہمدان میں جنم لیا۔ دار الفضل شیراز میں علوم متداولہ کی تحصیل کی اور عنفوانِ شباب میں بحری راستہ سے وارد ہند ہوا۔ ایران میں کلیمؔ کی ابتدائی زندگی کے حالات باوجود تلاش و کوشش کے ہمدست نہ ہو سکے۔

کلیمؔ کی آمدِ ہند اور سرپرستی سے متعلق بجز صاحب "فانوسِ خیال" کے تمام تذکرہ نگار اس پر متفق ہیں کہ کلیمؔ عہد جہانگیر میں ہندوستان آیا اور شاہنواز خان بن مرزا رستم صفوی امیر شہنشاہ جہانگیر کی سرپرستی حاصل کی لیکن یہ صحیح نہیں ہے مکمل تحقیق و مفصل بحث کے بعد یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کلیم پہلی مرتبہ ۱۰۱۰ھ - ۱۰۱۴ھ کے درمیان بحری راستے سے وارد دکن ہوا، اور شاہنواز خان شیرازی وزیر ابراہیم عادلشاہ ثانی والی بیجاپور (متوفی ۱۰۲۰ھ) اس کا پہلا سرپرست تھا۔ مذکورہ بالا دونوں شاہنواز خان کے نام کی یکسانیت نے تذکرہ نگاروں کو غلط فہمی میں مبتلا کر رکھا تھا، لیکن کلیمؔ کے قصاید میں "وزیر پیش بین" کا لفظ صاف طور پر شاہنواز خان شیرازی کے عہدے کو ظاہر کرتا ہے علاوہ ازیں ابراہیم عادلشاہ ثانی کے عہد کی تعمیر "نورسپور" (۱۰۰۸ھ تا ۱۰۱۴ھ) کے وقت "نورس بہشت" کی جو تعمیر ہوئی تھی اس کی تعمیر میں کلیمؔ کی تحریر کردہ مثنوی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ابراہیم عادلشاہ ثانی اور شاہنواز خان شیرازی کی فیاضیوں

Marfat.com
Marfat.com

و قدر دانیوں سے مسرور ہو کر وارد دکن ہوا تھا۔

۱۰۲۸ھ تک کلیم دکن میں رہا، لیکن ملک قمی، ظہوری و سنجر کاشی جیسے اساتذہ و کہنہ مشق ہستیوں کے آگے اس کا رنگ جمتا نہ تھا اور گراں بہا صلوں کے خوش آیند خواب جب شرمندۂ تعبیر نہ ہوئے، خاطر خواہ سرپرستی حاصل نہ ہو سکی تو کلیم نے ۱۰۲۸ھ میں عراق کو مراجعت کی۔

صاحب نظم گزیدہ کے بیان کی روشنی میں کلیم کے دو سالہ قیام ایران گوشۂ قناعت میں بسر ہوا اور وہ ۱۰۳۰ھ میں سے "درخاکِ وطن تخم مرادی نہ شود سبز" کہتا ہوا ہندوستان لوٹ آیا اور ۷، ۸ سال شمالی ہند میں میر جملہ شہرستانی متخلص بہ روح الامین کے دامن عاطفت سے وابستہ رہ کر گذارے۔

شاہجہان کے تخت نشین ہوتے ہی کلیم دربار شاہی میں باریاب ہوا اور ۱۰۴۱ھ تک ملک الشعرا کے عہدہ پر فائز ہو گیا۔ اس نے عہد شاہجہانی کے تقریباً ہر اہم واقعہ پر قصیدہ، مثنوی و قطعات تاریخی سپرد قلم کئے اور عنایات خسروی سے مستفیض ہوتا رہا۔ دو مرتبہ زر میں تلوایا گیا۔ پادشاہنامہ لاہوری کے صفحات شاہد ہیں کہ کلیم اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کا وقتاً فوقتاً مناسب و شایستہ معاوضہ حاصل کرتا رہا۔

فرمان شاہجہان کی تعمیل میں کلیم اور قدسی نے دو مثنویاں تصنیف کی تھیں۔ قدسی کی مثنوی "ظفرنامہ" نامکمل ہی رہی اور کلیم نے اپنی مثنوی "شاہنامہ" کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا، جس میں شہنشاہ شاہجہان کے دس سالہ شاندار کارناموں کا مفصل و محقق ریکارڈ قلمبند ہے۔

بحیثیت شاعر کلیم اپنی خیال بندی، مضمون آفرینی اور تمثیلی شاعری کے لئے ہمیشہ ناقابلِ فراموش رہے گا اور تمثیلی شاعری کے فروغ کا سہرا اس کے سر بھی باندھا جا سکتا ہے۔ کلیم نے اپنے معاصرین شعرا کے مقابلہ میں بہترین

Marfat.com
Marfat.com

وکثیر تعداد میں قطعاتِ تاریخی نظم کئے تھے۔

کلیم کی سب سے زیادہ قابلِ تحسین خصوصیت یہ ہے کہ باوجود ایرانی نژاد ہونے کے اس نے ہندوستانی ماحول و ہندی زبان کو اپنے کلام میں اس خوبی سے پیش کیا ہے کہ اس کے ہمعصروں میں کوئی اس کا ہمسر نظر نہیں آتا۔

مُلا طاہر نصرآبادی کا بیان ہے کہ کلیم نے چوبیس ہزار اشعار کا سرمایۂ سخن نواز و سخن شناس اصحاب نظر کے لئے چھوڑا تھا۔ میں نے حیدرآباد کے تمام کتب خانوں سے استفادہ کرکے (۲۴۸۶۸) اشعار حاصل کئے ہیں جن کے منجملہ کلیات میں (۱۰۰۴۸) اشعار اور مثنوی شاہنامہ میں (۱۴۸۲۰) اشعار ہیں۔ میرے پی ایچ۔ ڈی کے مقالہ میں تنقیدی حصہ کے ساتھ کلیات کلیم کا ایک تنقیدی ایڈیشن بھی منسلک ہے جس کی تصحیح و تدوین کے لئے میں نے ۴ کلیات اور ۹ دواوین سے استفادہ کیا تھا۔ اس کتاب میں منظورہ صفحات کی مناسبت سے غیر مطبوعہ کلام اور منتخب کلام کلیم آخر میں ہدیۂ قارئین کیا گیا ہے حقیقت میں کلیم ایسے عہد کا ملک الشعراء تھا جب کہ معاصرین میں مقابلہ سخت تھا اور مغلیہ درباروں میں شاعری کا ستارہ اپنے انتہائی عُروج پر تھا۔

کلیم کی وفات سے متعلق بھی تذکرہ نگاروں و مورخین کو کچھ اختلاف ہے۔ کوئی ۱۰۶۱ھ لکھتا ہے اور کوئی ۱۰۶۲ھ۔ مگر تلاش و تحقیق کے بعد یہ ثابت ہوا کہ کلیم نے ۱۰۶۱ھ میں وفات پائی اور کشمیر میں مرزا محمد قلی سلیم کی قبر کے بازو تالابِ ڈل پر دفن ہوا۔ گذشتہ ماہ اورینٹل کانفرنس کے اکیسویں اجلاس میں شرکت کی غرض سے مجھے کشمیر جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ محترمی جناب ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ صاحب صدر شعبہ اُردو کشمیر یونیورسٹی کی معیت میں کلیم کی قبر کی زیارت کا موقع ملا، اور موصوف کی عنایت سے قبر کی تصویر

Marfat.com
Marfat.com

کا حصول ممکن ہوا۔ اس محلہ کو گذشتہ تواریخ میں "دُرگجن پل" بھی کہا جاتا تھا اب تالاب ڈل اور اس چبوترے کے درمیان ایک سڑک حایل ہے جس پر شعرا کی قبریں ہیں اس سے متصل ایک خانقاہ بھی ہے جس میں لوگ مشغول عبادت تھے چبوترے پر دو اور قبریں ہیں اور ایک قبر کا تعویذ مرور زمانہ سے نیچے گر کر دفن ہو گیا ہے۔ غالباً ملک الشعراء ہونے کی وجہ سے یہ تعویذ ممکن ہے کہ کلیم ہی کی قبر پر لگا ہوا ہوگا کتبہ سے نام کا پتہ تو نہ لگ سکا کیونکہ اطراف کی عبارت محو ہو گئی ہے البتہ درمیان میں ۱۲ آئمہ طاہرین کے اسم مبارک کے اطراف نادعلی درج ہے۔ دوسری دو قبریں معرا ہیں۔

غنی کشمیری نے وفات کلیم پر جو قطعہ لکھا ہے اسکے دو شعر اس امر کے شاہد ہیں کہ قدسی و سلیم کے ساتھ ہی کلیم بھی مدفن ہے۔ ممکن ہے دیگر دو قبریں ان ہی شعراء کی ہوں کیونکہ جائے وقوع تو اس امر پر دلالت کرتا ہے۔

عمرہا در یاد او زیر زمین
خاک بر سر کرد قدسی و سلیم

عاقبت از اشتیاق یکدگر
گشتہ اند این ہر سہ در یکجا مقیم

اس پیش لفظ کے اختتام سے قبل میرا اہم فریضہ ہے کہ میں وزارت سائنٹیفک ریسرچ اور اس کے ارباب اقتدار خصوصاً عالیجناب ہمایوں کبیر صاحب کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرنے کی عزت حاصل کروں کہ موصوف نے کتاب کی اشاعت کے لئے رقم عنایت فرمائی۔

میں مشکور ہوں ارباب جامعہ خصوصاً عالیجناب وائس چانسلر صاحب کی جنہوں نے مقالہ کی اشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

میں مشکور ہوں شریمتی رودرا متری، صدر کمیٹی "کتب خانہ خواتین دکن" کی جنہوں نے اپنی مصروفیات مسلسل کے باوجود کتاب کے ضمن

Marfat.com
Marfat.com

میں چند سطور ارقام فرمانے کی زحمت گوارا فرمائی ۔

نا فرض شناسی ہوگی اگر میں محترمی جناب معتمد صاحب "کتب خانہ خواتین دکن" کا شکریہ ادا نہ کروں جن کی انتھک مساعی کی وجہ سے حکومت ہند سے مالی امداد حاصل ہوئی جن کی شفقتوں اور عنایتوں نے میرے مقالہ کو کتاب کی صورت بخشی ۔ جن کے ادارہ نے مجھے "مصنف" بنا کر ارباب جامعہ پر "احسان" کیا ۔

میں اپنے ادائیگی شکرانہ کے فرض سے کما حقہٗ عہدہ برآ نہ ہونگی اگر اپنے ان محسن اساتذہ کا شکریہ ادا نہ کروں جن کی پُر شفقت و قابل قدر رہنمائی کتاب کی تصنیف و تدوین میں اعانت کا باعث ہوئی کیونکہ بقول ایک استادِ محترم کے میرے مقالہ کی حیثیت صحرا کے اُس خود رو پودے کی تھی جسے مشاق باغبان کی تزئین و آراستگی کا خاطر خواہ موقع نہ مل سکا تھا اور اب بھی میری تمنا تھی کہ "حیات و تصنیفات کلیمؔ" کی اتنی تراش و خراش ہو کہ ناقدین و صاحبِ ذوق حضرات کی نظروں میں میری خامیاں شہتیر نہ بن سکیں لیکن ایک طرف تو ملازمت کی مصروفیات نے اتنی فرصت نہ دی دوسری طرف چونکہ میں "ادارہ اشاعت کتب خانہ خواتین دکن" کی مجلسِ انتظامی کے کسی معاملہ میں مداخلت کی مجاز نہیں ہوں ۔

لہٰذا مواد کی حد تک میری ذمہ داری ہے ، ہیئت و پیشکش کے لئے اربابِ ادارہ جواب دہ ہوں گے ۔

میری انتہائی کوشش کے باوجود کاتبین کرام کی نوازشوں سے حاشیے بعض جگہ حذف ہو گئے ہیں ، "باقی صفحہ آیندہ" کی تکرار ہو گئی ہے اور "معاصرینِ کلیمؔ" کے باب میں حالات مقدم و موخر ہو گئے ہیں ۔ بنا بریں

Marfat.com
Marfat.com

اس کا اعتراف میں نے ناقدین و قارئینِ نکتہ سنج کے آگے پیش لفظ ہی میں کر دینا مناسب خیال کیا ؎

سپردم بہ تو مایۂ خویش را

شریف النساء بیگم انصاری

ماہ نومبر ۱۹۶۱ء حیدرآباد دکن

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

باب اوّل

حیاتِ کلیمؑ

Marfat.com
Marfat.com

میرزا ابوطالب کلیم ہمدانی کی زندگی کے حالات تلاش و جستجو کے بعد جس قدر فراہم ہو سکے وہ یہاں بہ ترتیب زمانی قلمبند کئے جاتے ہیں۔

نام و کنیت :-

کسی معاصر یا متاخر مورخ و تذکرہ نگار نے کلیم کا نام نہیں بتایا ہے ہر ایک نے اس کی صرف کنیت یعنی ابوطالب لکھی ہے۔ زیادہ سے زیادہ کنیت سے آگے میرزا کا لفظ بڑھایا ہے۔ سعدی کے تخلص کی وجہ اتابک سعد زنگی کے دربار سے وابستگی بتائی جاتی ہے۔ حافظ کا نام شمس الدین تھا لیکن انہوں نے قرآن مجید حفظ کیا تھا اسی مناسبت سے حافظ تخلص کرنے لگے۔ بنا بریں قیاس کہتا ہے کہ کلیم کا نام ممکن ہے میرزا موسیٰ رہا ہو اور اس نے اسی مناسبت سے کلیم تخلص کرنا شروع کیا ہو لیکن سوء ادبی کے خیال سے اس کا نام مع کنیت نہیں لیا جاتا ہوگا اور بعد میں اس کی کنیت ہی مستعمل رہی اور وہی مشہور ہو گئی۔ یوں بھی عربی تہذیب کے اثر سے بعض ایرانی بھی نام لینے کی بجائے کنیت سے مخاطب کرنا محبت کی علامت سمجھتے تھے۔

میرزا[۱] کے لفظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق کسی فوجی جاگیردار خاندان سے رہا ہو کیونکہ میرزا اکثر فوجی عہدہ داروں اور جاگیرداروں کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

وطن :-

کلیم کے وطن سے متعلق اختلاف ہے بعض تذکرہ نگار کہتے ہیں کہ کلیم ہمدانی تھا اور بعض رقمطراز ہیں کہ وہ کاشانی تھا۔ معاصر مورخ عبدالحمید لاہوری (متوفی ۱۰۶۵ھ) لکھتے ہیں :-

---

[۱] فرہنگ آنندراج۔ جلد سوم، ص ۴۹۶

این لفظ بیشتر از القاب بادشاہان و پادشاہزادگان بود و دریں روزگار بر بزرگ زادگان و رئیس پسران اطلاق کنند و در ایران بر سادات نیز مجوز است۔

Marfat.com
Marfat.com

"ابوطالب متخلص بہ کلیم، ہمدانی مولد، کاشانی وطن است[1]" موطن

بختاور خان اس مسئلہ پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں :۔

"کلیم موسوم بہ طالب، مولدش ہمدان است[2]"

صاحب ید بیضا (متوفی ۱۲۰۰ھ) کا بیان ہے کہ :۔

"ابوطالب کلیم، مولدش ہمدان و موطنش کاشان است[3]"

آتشکدہ[4] میں لکھا ہے :

"در وطنِ او، اہلِ تذکرہ خلاف کردہ اند، بعضی او را ہمدانی و بعضی کاشانی نوشتہ اند، آنچہ مظنونِ نقیر است این است کہ اصلش کاشی است و گویا مدتی در ہمدان می بود[5]"

صاحب بہارستان سخن (متوفی ۱۱۷۱ھ) کلیم کے کلام کی روشنی میں یہ تحریر کرتے ہیں :۔

"اصلش از ہمدان است، اما چون در کاشان بیشتر بودہ بہ کاشانی شہرت یافت و خود گفتہ ؎

زنہار مگوئید کلیم از ہمدان نیست[6]"

مذکورہ بالا ماخذوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اکثر تذکرہ نویس اس پر متفق ہیں کہ وہ ہمدان میں پیدا ہوا مگر چونکہ ہمدان کے جنوب مشرقی شہر کاشان میں اپنا بچپن گذارا اور جب تعلیم کے لئے شیراز آیا تو براہ راست کاشان سے شیراز آیا اسی لئے اُسے کاشانی سمجھا جانے لگا۔ یہاں ہمدان و کاشان کے حالات کا نہایت اجمالی خاکہ بطور تعارف بیان کرنا غالباً غیر ضروری نہ ہوگا

ہمدان[7] :۔ عہد عتیق میں میڈیا کا صدر مقام تھا۔ ابن حوقل لکھتا ہے کہ ہمدان ایک عمدہ شہر تھا۔ اسلامی فتوحات کے بعد دوبارہ تعمیر کیا گیا تھا اس کے بازاروں میں سامان تجارت کی بہتات تھی۔ گرد و نواح کا علاقہ زرخیز تھا خصوصاً زعفران بکثرت پیدا ہوتی تھی اور دساور کی جاتی تھی۔ ہمدان ۶۷۰ھ م ۱۲۲۰ء میں مغلوں کی یورش سے برباد ہوا تھا۔ شہر نہاوند اس کے

---

(1) بادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول حصہ دوم، ص : ۳۵۳

(2) مراۃ العالم، ورق : ۴۱۷ ب (بختاور خان کے بجائے میر بقا کو مصنف لکھا گیا ہے)

تمام مورخین و تذکرہ نگاروں نے "ابوطالب" لکھا ہے مگر بختاور خان کے پاس صرف "طالب" نام پایا جاتا ہے ممکن ہے ... [illegible]

(3) ید بیضا، ص : ۲۰۶

(4) لطف علی آذر کا سنہ وفات قطعی معلوم نہ ہو سکا بحوالہ شام انجمن اختتام (بارھویں صدی کہا جا سکتا ہے)

(5) آتشکدہ آذر، ص : ۲۴۹، کاشان کی لحاظ سے نسبت کاشانی ہی ہونی چاہیے مگر اکثر اہل زبان تذکرہ نویس اختصار کے مد نظر "کاشی" لکھ دیتے ہیں اور کاشان کے برتن کاشی کہلاتے تھے ممکن ہے اسی لحاظ سے نسبت کاشی استعمال کی جانے لگی ہے۔

(6) بہارستان سخن، ورق : ۲۱۵ (7) جغرافیہ خلافت مشرقی، ص : ۲۲۶؛ Ency. of Islam, Vol, II P. 242

Marfat.com
Marfat.com

مضافات میں ہے۔ ہمدان کے جنوب مغرب میں پہاڑ الوند تھا جسے یاقوت اروند لکھتا ہے اور اس کا ذکر کلیم کے اشعار میں بھی ملتا ہے۔

کاشان[1]:۔ ہمدان کے جنوب مشرق میں واقع ہے یہاں سے اصفہان کو راستہ جاتا ہے اور اس سفر میں تین دن صرف ہوتے تھے۔ قم سے ۱۲ فرسخ پر واقع ہے اور یہاں سے ایک سڑک شیراز کو جاتی ہے۔ اس شہر کو اصطخری نے خوشنما شہر بتایا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے مکانات قم کی طرح کچے بنے ہوئے تھے۔ روغنی ظروف اور روغنی اینٹوں کے لئے یہ شہر مشہور تھا اس کی چیزیں کاشی کہلاتی تھیں۔ یہاں کے باشندے فرقہ امامیہ کے نہایت غالی شیعہ تھے۔ مستوفی کا بیان ہے کہ کاشان دراصل ہارون الرشید کی ملکہ زبیدہ نے تعمیر کروایا تھا۔

حال ہی میں ایک ایرانی ادیب آقائے کشاورز صدر نے دیوانِ کلیم کو "کلیم کاشانی" کے نام سے ایک مختصر مقدمہ کے ساتھ شایع کیا ہے جس میں موصوف نے کلیم کے کاشانی ہونے کا ثبوت مندرجہ ذیل عبارت میں پیش کیا ہے:۔

"ولی محلِ تولد و موطنِ اُو موردِ اختلاف است۔ بعضی وی را کاشانی و برخی ہمدانی می شناسند و از این اختلاف و استنباط از چند بیت در اشعار اُو چنین بر می آید کہ حتی در زمانِ حیاتِ خود کلیم ہم زادگاہش بینِ کاشان و ہمدان مشخص نشدہ است چنانکہ خودش یک جای گوید:

کلیم آسایش و عیشِ جہان را ٭ برائے اہلِ کاشان می گذارد

و جائے دیگر می گوید:

کلبۂ تاریک من چشم سوادِ اعظم است ٭ فارغ از کاشان کلیم از گوشۂ کاشانہ شد

و بالآخر می گوید:۔

من ز سوادِ سخنم چون کلیم ٭ نہ ہمدانی و نہ کاشانیم

گویا یکی از این دو نقطہ موطنِ اصلی و دیگری وطنِ ثانوی اُو بودہ۔ شاید پدرش ہمدانی و خودش در کاشان نشو و نما نمودہ و تحصیلاتِ خود در آنجا بہ پایان رسانیدہ باشد[2]"

شعر اول سے کاشان، کلیم کے موطن و مولد ہونے کا ثبوت نہیں ملتا اور شعر سوم جو ثبوت میں پیش کیا گیا ہے اس سے کلیم کے ہمدانی یا کاشانی ہونے پر کوئی روشنی نہیں پڑتی، البتہ ایک شعر اس کے کلام سے ایسا ملتا ہے جس سے اچھی طرح وضاحت

---

[1] جغرافیہ خلافت مشرقی، ص ۲۵۵؛ Ency. of Islam, VOL. II - P. 786

[2] کلیم کاشانی، ص ۵

Marfat.com
Marfat.com

ہوتی ہے کہ وہ ہمدانی تھا۔

چنانچہ کہتا ہے ؎

در دامنِ الوند دگر غنچہ شود گل ٭ زنہار مگوئید کلیم از ہمدان نیست

شعر پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ لوگ اس کے ہمدانی ہونے کے متعلق مشتبہ تھے اس لئے شاعر نے "زنہار مگوئید" کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور اپنے ہمدانی ہونے پر فخر کیا ہے۔

حیاتِ کلیم کی دیگر تفصیلات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ ہمدان میں پیدا ہوا۔ عنفوانِ شباب میں فارغ التحصیل ہو کر سیدھا دکن آیا، یہاں ۱۰۲۸ھ تک مقیم رہا، بعد ازاں ۱۰۲۰ھ سے زندگی کی آخری سانسوں تک شمالی ہند میں سکونت پذیر رہا۔ اس طرح وہ ہندوستان میں کاشان سے زیادہ یعنی ۴۴، ۴۵ سال تک مقیم رہا۔ بر بناء اصول قومیت و وطنیت اُسے ہندوستانی کہنا مناسب ہو سکتا تھا لیکن چونکہ وہ ایرانی نژاد تھا اس لئے ہماری رائے میں اُسے ہمدانی کہنا ہی صحیح ہو گا۔ آقائے کشاورز صدر کے پیش کردہ ثبوت کی بنا پر اُسے کاشانی کہنا از روئے اُصولِ قومیت شاید صحیح نہ ہو۔

تاریخِ پیدائش:-

کسی معاصر یا متاخر تذکرہ نگار و مورخ کے ہاں کلیم کی تاریخ پیدائش کا پتہ نہیں چلتا اور نہ کلیم نے اپنے کلام میں کہیں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ کب پیدا ہوا یا فلاں وقت اس کی عمر اتنی تھی۔ تاریخ پیدائش معلوم کرنے میں تاریخ وفات اور صحیح عمر بہت ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں مگر افسوس کہ کسی نے وفات کے ساتھ عمر نہیں لکھی۔ اب کلیم کی تاریخ پیدائش معلوم کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ اس کی آمد ہند کا سنہ اور اس زمانے میں اس کی صحیح عمر ہے۔

(۱) تذکرہ نگاروں کے فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں کلیم آغازِ شباب میں کاشان سے شیراز گیا تھا۔

"کلیم در آغازِ جوانی بہ شیراز شتافتہ دانش آموزی خواہش گرفت و لختی بہ علومِ رسمی آشنا شدہ رہ نوردِ ہندوستان گردید[۱]۔"

آغازِ شباب سے مُراد ۱۴، ۱۵ سال لی جائے اور یہ فرض کیا جائے کہ اس نے کم از کم ۶، ۷ سال تعلیم حاصل کی ہو گی اور پھر شیراز سے ہند آیا تو آمدِ ہند کے وقت کلیم کی عمر ۲۰، ۲۱ سال قرار پا سکتی ہے۔

(۲) دوسرا بحث طلب نقطہ یہ ہے کہ کلیم کس سنہ میں وارد ہند ہوا؟ یہ بحث مستقل عنوان کے تحت آئندہ صفحات پر آئے گی اسلئے مجملاً اس بحث کو یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

نواب شاہنواز خان شیرازی (متوفی ۱۰۲۰ھ) ابراہیم عادل شاہ ثانی (متوفی ۱۰۳۵ھ) کا وزیر تھا اس کا اقتدار ۱۰۰۳ھ سے ۱۰۱۸ھ تک انتہائی عروج پر تھا اور ہندوستانی سرحد سے بہت آگے شیراز کے علمی و ادبی حلقوں میں اس کی فیاضیوں کے

---

[۱] پادشاہنامہ قزوینی، ورق: ۴۷۶ ب

Marfat.com
Marfat.com

تذکرے پہنچ گئے تھے[1] اس لئے بہت سے شعرا تلاش معاش اور اپنے علمی جوہر کو اُجاگر کرنے کے لئے دکن آتے تھے۔ کلیم بھی خوش آیند مستقبل کی اُمید اور ہندوستان کی شنیدہ خوبیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لئے شیراز سے سیدھا دکن آیا۔ ۱۰۰۸ھ اور ۱۰۱۴ھ کے درمیان "نورس پور" کی تعمیر ہورہی تھی۔ کلیم کی ایک مثنوی اور دو قصائد سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ اُس نے وہ شاہزادہ خان اور اس کے قصر "نورس بہشت" کی تعریف میں سُپرد قلم کئے تھے اور اس عہد کی تاریخی تفصیلات کے لحاظ سے یہ دس سو دس (۱۰۱۰) اور دس سو چودہ (۱۰۱۴)[2] کے درمیانی زمانے کے تحریر کردہ قرار پاتے ہیں۔ لہٰذا اغلب ہے کہ کلیم ۱۰۱۰ھ اور ۱۰۱۴ھ کے درمیان وارد ہند ہوا ہوگا۔ اگر ہندوستان میں وارد ہونے کے وقت اس کی عمر ۲۰، ۲۱ سال فرض کی جائے تو اس کی پیدائش نوسو نود، نوسو چورانوے (۹۹۰-۹۹۴ھ) میں واقع ہوئی ہوگی، اور چونکہ اس کا انتقال دس سو اکسٹھ (۱۰۶۱ھ) میں ہوا تھا بنا بریں اس کی عمر اس حساب سے ۷۰، ۷۱ سال قرار پاتی ہے۔

جب کتب تواریخ اور تذکرے کسی ادیب یا شاعر کی ابتدائی زندگی کے حالات سے خالی ملتے ہیں اور خود شاعر بھی بطور انکسار یا بطور پردہ پوشی اپنے کلام میں کہیں اپنے لڑکپن کا صریحاً نہیں، سرسری ذکر بھی نہیں کرتا تو محقق کے لئے یہ امر بڑی مشکلات کا باعث بن جاتا ہے کیونکہ خارجی ذرائع یا داخلی شواہد ہی نتائج اخذ کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں لہٰذا آج کلیم کے ابتدائی حالات بالکل تاریکی میں ہیں اور اس حصہ سے متعلق کوئی قطعی رائے قائم کرنا دشوار ہوگیا ہے پھر بھی جو کچھ معلومات مختلف ذرائع سے حاصل ہوسکی ہے ان کو ہم ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔

تعلیم:-

کلیم کی ابتدائی زندگی سے متعلق تذکرہ نگار صرف اتنا لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ اس نے شیراز جاکر علوم متداولہ کی تحصیل کی اور پھر ہندوستان چلا آیا۔

عبدالحمید[3] لاہوری۔ محمد امین قزوینی[4] اور بختاور خان[5] کا بیان ہے کہ:-

"کلیم عندلیبِ گلشنِ سخندانی در آغاز جوانی بہ شیراز شتافتہ دانش آموزی خواہش گرفت و لختی بہ علوم رسمی آشنا شدہ رہ نوردِ ہندوستان گردید۔"

پیشِ نظر دور میں علوم متداولہ سے مُراد عموماً فقہ، حدیث، کلام اور فلسفہ لی جاتی تھی اور کلام کلیم سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ

---

(۱) تاریخ فرشتہ، جلد دوم، مقالہ سوم، روضۂ دوم، ص: ۷۸ تا ۸۳۔ تاریخ دکن (سلسلۂ آصفیہ) حصہ دوم، ص: ۲۱۶

(۲) تاریخی تفصیلات آئندہ صفحات میں درج ہیں۔

(۳) پادشاہنامہ لاہوری، جلد اول حصہ دوم، ص: ۳۵۲

(۴) پادشاہنامہ قزوینی، ورق: ۴۷۶ ب

(۵) مراۃ العالم، ورق: ۲۱۷ ب

129979

Marfat.com
Marfat.com

وہ ریاضی، ہیئت، منطق وغیرہ سے بھی بخوبی واقف تھا جو اس زمانے کے نصاب کے لازمی اجزا تھے۔ دارالعلم شیراز میں کثرت سے مدارس تھے اور کلیم اپنے پیشروؤں کی طرح اسی مرکزِ علم سے تحصیل علوم کر کے نکلا تھا لیکن پھر بھی ایک بات تشنہ رہ گئی کہ اس نے کن کن ہستیوں سے فیض حاصل کیا تھا؛ چونکہ میرزا جلال اسیر[2] کے متعلق اُس کے قلم سے ایسے اشعار نکلے ہیں جن سے اسیر کے تتبع کا ثبوت ملتا ہے۔ اس لئے اگر ہم انہیں کلیم کا استاد مانیں تو شاید حقیقت سے بعید نہ ہوگا۔

میرزائے ما جلال الدین بس است   از سخن سنجان طلب گارِ سخن
راستی طبعش، اُستادِ من است   کج فہم بر فرقِ دستارِ سخن

جلال الدین کی شخصیت کی کلیم نے وضاحت نہیں کی ہے۔ظن غالب ہے کہ اس سے مراد اس کے ہمعصر شاعر میرزا جلال اسیر ہیں جن کے حالات متعدد تذکروں میں ملتے ہیں۔ انہوں نے سنہ ۱۰۴۹ھ میں انتقال کیا اور ان کے تتبع کا اعتراف صائب نے بھی کیا ہے اور ممکن ہے کلیم نے ان کے رنگِ سخن سے فیض حاصل کیا ہو۔ سوائے میرزا جلال اسیر کے ہم کو کسی شخصیت کا پتہ نہ چل سکا جس سے کلیم نے اکتساب کیا ہو۔

کلیم کی آمد ہند :۔

کلیم کے ہندوستان آنے کے موقع پر دکن کی جو سیاسی حالت تھی اس کا نہایت ہی اجمالی خاکہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ اس کے کلام کا ماحول سمجھنے میں سہولت ہو۔

سلطنتِ بہمنیہ (۱۳۴۷ء تا ۱۵۲۷ء) کے اختتام پر پانچ خود مختار ریاستوں کا قیام ہوا۔ بریدشاہی (بیدر) ۱۴۸۷ء تا ۱۶۱۹ء / (۸۹۲ھ تا ۱۰۲۸ھ)، عادل شاہی (بیجاپور) ۱۴۹۰ء تا ۱۶۸۶ء / (۸۹۵ھ تا ۱۰۹۷ھ)، عماد شاہی، برار (۱۴۹۰ء تا ۱۵۷۴ء) / ۸۹۵ھ تا ۹۸۲ھ، قطب شاہی (گولکنڈہ) ۱۵۱۸ء تا ۱۶۸۷ء / ۹۲۴ھ تا ۱۰۹۸ھ، اور نظام شاہی (احمدنگر) (۱۴۹۰ء تا ۱۶۲۳ء) / ۸۹۵ھ تا ۱۰۳۲ھ۔

یہ پانچوں ریاستیں توازن قوت کو برقرار رکھنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتی تھیں کہ جنوبی دکن کی ریاست بیجانگر سے اَن بن ہوگئی اور جنگِ تالیکوٹ ۹۷۲ھ م ۱۵۶۵ء وقوع پذیر ہوئی۔ اس کے بعد دکن کی سیاسی حالت غیر متوازن ہوگئی۔ کیونکہ علی عادل شاہ (متوفی ۹۸۸ھ)، والئ بیجاپور کی قوت بہت بڑھ گئی تھی اور نظام شاہی حکمران اپنی ہمسایہ ریاستوں سے بدمزہ [illegible] لگے تھے لیکن اتفاق کی بات ہے کہ علی عادل شاہ کا انتقال ہوگیا اور ابراہیم عادل شاہ ثانی سریر آرائے [illegible] اس کی اور سلاطین گولکنڈہ کی یہ کوششیں رہیں کہ توازنِ قوت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں کیونکہ دکن کا امن اسی اُصول سے وابستہ تھا

---

[1] حیات سعدی، ص ف، ترا دارالمومنین ویزد را دارالعباد گفتہ اند، شیراز راہم دارالعلوم خواندہ اند۔ حیاتِ سعدی۔ ص ۲۱۔ درآن عصر مدارس متعدد ودر مرکز اسلامیت برپا بود و طالبان علم از بلاد دور برائے تحصیل علم بمدارس مذکور رسیاد مند۔

[2] ماثر الکرام، ص ۵۳۰ " شاعر ادا بنداست و موجد انداز ہائے دلپسند۔ میرزا صائب سخن او را اکثر تضمین می کند و در مقطعے میگوید سے

نوشا کسے کہ چو صائب ز ساحبان سخن   تتبع سخن میرزا جلال کند

میرزا جلال از اجلۂ ساداتِ شہرستان صفاہان است، و بمصاہرت شاہ عباس ممتاز زمان۔ پیوستہ سرگرم صحبت ارباب کمال بود و در عین جوانی بہ بستر ناتوانی افتاد و در سنہ تسع واربعین والف (۱۰۴۹ھ) غبار ہستی بباد فنا داد۔

Marfat.com
Marfat.com

نظام شاہی حکمران دوسری ہمسایہ سلطنتوں سے اُلجھ اُلجھ کر نہ صرف سیاسی توازن بگاڑ رہے تھے بلکہ خود کمزور ہو رہے تھے اسی اثناء میں ۱۰۰۸ھ میں مغلوں نے حملہ کیا اور محل وقوع کے لحاظ سے اس کی زد میں سب سے پہلے سلطنت نظام شاہیہ ہی آئی۔ آخر کار ۱۰۱۹ھ میں اندرونی کشمکشوں اور مغلوں کی مدافعت سے تنگ آکر چاند بی بی نے خود کشی کر لی اور احمد نگر، برہان پور اور اسیر گڑھ مغلوں کے قبضہ میں آگئے۔ نظام شاہی سلطنت نے دم توڑ دیا اور اقتدارِ دکن کی حمایت کے لئے ابھی ملک عنبر نے تقویت حاصل نہیں کی تھی۔ اس وقت گولکنڈہ اور بیجاپور کی ریاستیں ہی ایسی رہ گئی تھیں جن میں علمی فضا قایم تھی، اور شاہانہ فیاضیوں کی وجہ سے دکن رشک ایران بنا ہوا تھا اور اسی خوشگوار مسابقت کی وجہ سے انھیں الیتاگتمزن کا موقع ملا۔ ایرانی ارباب ہنر بحری راستے سے واردِ دکن ہوتے تو پہلے انہیں ریاست بیجاپور ہی میں سرپرستی حاصل ہو جاتی تھی کیونکہ ابراہیم عادل شاہ ثانی (متوفی ۱۰۳۷ھ) کا وزیر شاہنواز خان شیرازی (متوفی ۱۰۲۰ھ) ایرانی نژاد تھا اور اس کی علم دوستی دفیاضی کے چرچے اہلِ ایران کو متوجہ کئے ہوئے تھے چنانچہ کلیم کے قدم اپنے پیشروؤں کی طرح اس طرف اُٹھنے لگے۔ کلیم کا ایک شعر اس کی آمدِ دکن کا واضح ثبوت ہے:

بسیر عزم بیجاپور گشتم
رہے با اختری خوش دشت پیما

پیش نظر زمانے میں سلاطین دکن کو مغلوں کے حملوں کا ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا تھا بنا بریں سرحدی چوکیوں کا انتظام وانصرام بہت سخت تھا اور حکام وعمالِ سرحد ہر وقت چوکس رہتے تھے۔ ان کی فرض شناسی و بیدار مغزی کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ جب کلیم نے اپنے دوست اختری یزدی کے ہمراہ بیجاپور کی سرحدمیں داخل ہونے کی کوشش کی تو جاسوسی کے شبہ میں گرفتار کر لیا گیا اور نظر بند کر دیا گیا۔

جس طرح کلیم کے وطن کے بارے میں اختلاف ہوا تھا اسی طرح اس کی آمدِ دکن سے متعلق بھی اختلاف آراء ہے۔

۱۔ معاصر مورخین و تذکرہ نگاروں میں بجز ناظم تبریزی کے اکثر اس پر متفق ہیں کہ کلیم ہندوستان آیا اور دکن میں مقیم رہا مختلف لوگوں سے فیض یاب ہوتا رہا پھر شاہجہان کی تخت نشینی کا شہرہ ہوا تو وہ آگرہ آیا اور دربار سے توسل حاصل کیا۔

۲۔ متاخر مورخین و تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ وہ پہلی مرتبہ دکن آنے کی بجائے آگرہ گیا اور دوسری دفعہ ۱۰۳۰ھ میں جب اس نے ہندوستان مراجعت کی تو دکن کا رُخ کیا۔

لیکن صحیح صورت حال یہ ہے کہ

(۱) کلیم پہلی مرتبہ ۱۱ویں صدی کی دوسری دہائی میں دکن آیا۔
(۲) ۱۰۲۸ھ میں ہندوستان سے پھر عراق کو مراجعت کی اور دو سال وہاں مقیم رہا۔
(۳) ۱۰۳۰ھ میں ہندوستان لوٹا اور واردِ آگرہ ہوا۔

اس اجمال کی تفصیل کے لئے زیر نظر صفحات میں بحث کی جاتی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

۱۔ معاصر مورخ عبدالحمید لاہوری و محمد امین قزوینی لکھتے ہیں ۔
" لختی بر سمی علوم آشنائی بہم رسانیدہ رہ نورد ہندوستان گردید ۔ اگرچہ مدتی در سرزمین دکن و برخی دلہ دیگر ممالک ہندوستان بسر بردہ طرفی از کامرانی نہ بستہ بُود ۔ اما چون طنطنۂ اورنگ آرائی حضرت شاہنشاہی گوش جہانیان برافروخت ..... بآستانِ معلیٰ رسیدہ در زمرۂ بندگان در آمد[1] "
ان کے بیان سے کلیم کا پہلی دفعہ براہ راست دکن آنا ثابت ہوتا ہے لیکن اس میں ۱۰۲۸ھ میں عراق جاکر دوبارہ ۱۰۳۰ھ میں ہندوستان آنے کا کوئی ذکر نہیں ہے ۔ حالانکہ کلیم کے کلیات کے ایک قطعۂ تاریخی[2] سے شہادت ملتی ہے کہ وہ ۱۰۲۸ھ میں عراق واپس گیا تھا ۔
۲۔ متاخر مورخین و تذکرہ نگاروں میں منجملہ اوروں کے دو شخصیتیں قابلِ اسناد ہیں ۔ عبدالجبار ملکاپوری اور شبلی نعمانی ۔ عبدالجبار ملکاپوری کا بیان ہے ۔

" (کلیم) تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد تلاشِ معاش میں سفر اختیار کیا ۔ جہانگیر کے زمانے میں ہند آیا ۔ شاہنواز خان صفوی کے مکان پر فروکش ہوا ۔ خان موصوف نے کلیم کے ساتھ مہمان نوازی کے مراسم کریمانہ طور پر ادا کئے ابھی جہانگیر کے دربار میں رسائی نہیں ہوئی تھی کہ وطن کی محبت دامن گیر ہوئی ۱۰۲۳ھ میں وطن مالوفہ کی طرف مراجعت کی ۔ وطن پہنچکر دو ڈھائی سال سے زیادہ نہیں ٹھہرا ، پھر ہندوستان واپس آیا ۔ اولاً دکن میں آیا ۔ ابراہیم عادل شاہ والئ بیجاپور کے پاس جارہا تھا کہ راہ میں جاسوسی کے شبہ میں گرفتار ہوا ۔ قلعہ شاہدرک میں قید کیا گیا ۔ قید خانہ میں عادل شاہ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا معلوم نہیں اس کا قصیدہ عادل شاہ کے ملاحظہ میں گزرا یا نہیں ، غالباً قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قصیدہ عادل شاہ کے ملاحظہ میں نہیں گزرا ۔ اگر گزرتا تو عادل شاہ کی عنایت و قدر دانی سے مالا مال ہو جاتا اور شاہجہان کے دربار میں پہنچنے کی تمنا کرتا آخر چند روز کے بعد قید خانہ سے رہا ہو کر شاہجہان کے دربار کا عزم جزم کیا اور قصیدہ میر جملہ شہرستانی کی مدح میں موزوں کیا ۔ اسمیں اپنا تمام حال و قید خانہ کے مصائب کا ذکر بھی کیا ہے " (مذکورہ قصیدے کے چند اشعار جو زیر بحث موضوع سے متعلق ہیں درج کئے جاتے ہیں)

فلک قدرا ! نمی پرسی کہ گردوں — چرا آزرد ما را بے محابا
چرا آزرد بیمارِ غمے را — کہ می آید بہ درگاہِ مسیحا
بعزم سیر بیجاپور گشتم — رہے با اختری خوش دشت پیما
دو بالِ طائر شوقیم ھر دو — نمی بودیم یک ساعت شکیبا

---

[1] بادشاہنامہ لاہوری ، جلد اول حصہ دوم ، ص ۳۵۴
[2] کلیات کلیم ، ورق ۶۹ ب

Marfat.com
Marfat.com

بچنگ رہ ہداران اُوفتادیم | بچنگیم تا چہا کردند باما
یکی گوید کہ وز دانند باشند | بہ زنداں چند گہ زنجیر فرسا
دیگر گوید کہ جاسوس فلانند | کہ از تفتیش ما گشتند رسوا
یکی می گوید ایشان را بکاوید | کہ شاید نامۂ گردد ہویدا
بجرم این کہ می ماند بہ نامہ | کشیدند استخوانہا را ز اعضا
کنون در چنگ ایشان مبتلایم | نمی دانیم چارہ جز مدارا
ز بہر پاس ہندو ہائے باتیغ | چو مو استادہ دایم بر سرِ ما
عجب دارم کہ با این منع جادہ | چسان بے خوات آمد تا باینجا
اشارت کن کہ چوں اقبال گردیم | بخاکِ آستانت جبہہ فرسا[1]"

ان کے اس بیان میں تین اُمور غور طلب ہیں۔

۱۔ کلیم نے ایک قصیدہ ابراہیم عادل شاہ کی مدح میں لکھا جس کے متعلق شبہ ہے کہ وہ اس تک پہنچ نہ سکا۔

۲۔ کلیم نے قید سے رہا ہو کر دربارِ شاہجہانی کا رُخ کیا اور وہاں جا کر میر جملہ شہرستانی کی مدح میں قصیدہ موزوں کیا جس میں اپنے قید خانے کے مصائب کا ذکر کیا۔

۳۔ دوسری دفعہ ۱۰۳۰ھ میں جب کلیم ہندوستان آیا تو پہلے دکن آیا۔

(۱) معاصر مورخین خاموش ہیں اور متاخر مورخین و تذکرہ نگار اس پر متفق ہیں کہ کلیم نے قید میں ایک قصیدہ ابراہیم عادل شاہ کی مدح میں لکھا۔ سارے کلیات کا بنظر تعمق مطالعہ کرنے کے بعد قید سے متعلق دو قطعے ملتے ہیں اور جس "قصیدہ" کا ذکر ہر تذکرہ نگار کرتا ہے وہ کہیں نہیں ملتا اور اگر ان تذکروں کی بات تسلیم کر لی جائے تو یہ سمجھنا ہو گا کہ ان قطعوں کے مطلع امتدادِ زمانہ کے نذر ہو گئے ہوں گے اور قصیدے قطعوں کی شکل میں باقی رہ گئے ہوں گے جو بعید از قیاس ہے اور پہلے قطعہ میں تو مقطع بھی نہیں۔ چونکہ دیوان اس کی حیات میں مدون نہیں ہوا تھا اس لئے اس کا احتمال ہے کہ یہ قطعہ نامکمل ہو۔ باوجود تلاش کے اس کے ماباقی اشعار کسی ماخذ سے بہمدست نہ ہو سکے۔

دوسرا زیر بحث امر یہ ہے کہ پہلے قطعہ میں اس کا کوئی مخاطب نہیں ہے اور دوسرے قطعہ میں شاہنواز خان کا نام واضح طور پر درج ہے۔ اس لئے اس کا مخاطب تو مسلمہ طور پر شاہنواز خان ہی ہے لیکن پہلے قطعہ میں چونکہ کسی کا نام نہیں ہے تو اسے کسی نے شاہنواز خان سے منسوب کر دیا ہے اور کسی نے میر جملہ شہرستانی سے، اور نہ کوئی قصیدہ ایسا مل سکا جس کو بادشاہِ وقت کے نام سے منسوب کیا جا سکے، موجودہ معلومات کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ صرف

---

[1] تذکرہ محبوب الزمن، ص: ۱۰۹

Marfat.com
Marfat.com

تذکرہ نگاروں کی محض قیاس آرائی ہے۔

سارے قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلیم شبہ میں گرفتار کر لیا گیا اور نظر بندی کے دوران میں اس کی علمیت اور قابلیت سے عہدہ داران فوج متاثر ہوئے اور انہوں نے ہی اس کی ہمت افزائی کی اور اس نے ایک قطعہ کسی مقتدر اعلیٰ کی طرف مخاطبت کر کے لکھ دیا۔ مگر چونکہ سیاسی حالات کا اقتضا یہ تھا کہ مکمل اطمینان ہونے تک رہا نہ کیا جائے اس لئے حکام قید خانہ اس سے ہمدردی رکھنے کے باوجود اُسے رہا نہ کر سکے اور اغلب ہے کہ انہوں نے ہی اُسے دوسرا قطعہ سپرد قلم کرنے کی ترغیب دلائی ہو جس میں شاہنواز خان کا نام پایا جاتا ہے اور اسی قطعہ کو وزیر وقت شاہنواز خان شیرازی کے دربار میں پہنچایا گیا ہو اور اُسی کے حکم سے رہائی ہوئی ہو۔

۲۔ صاحب محبوب الزمن کے بیان کے مطابق اگر کلیم قید سے رہا ہو کر میر جملہ شہرستانی کے پاس گیا اور وہاں قصیدہ موزوں کیا، تسلیم کریں تو عقل و تحقیق دونوں نہیں مانتے کیونکہ اس کے مطالعہ سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ قطعہ یعنی عین قید کے مصائب میں لکھا گیا ہے۔ تیغوں اور برچھیوں کی چمک سے کلیم کی آنکھوں میں جو خیرگی پیدا ہو رہی تھی اور خوف سے جسم پر جو لرزہ پڑ رہا تھا، اس کا نقشہ صاف الفاظ میں کھینچا ہے۔ دوسرے سے "کنون در چنگ ایشان مبتلایم" میں "کنون" کا لفظ بتاتا ہے کہ شاعر ماضی کا کوئی واقعہ نہیں بلکہ حال کی تکلیف بیان کر رہا ہے اور بعد ازیں آخری شعر میں "اشارت کن" کا لفظ خود اس بات کا پتہ دے رہا ہے کہ شاعر نے اس اُمید سے یہ الفاظ استعمال کئے تھے کہ ممدوح کے اشارے پر وہ قید سے رہا ہو جائے گا۔ تاریخ شاہد ہے کہ میر جملہ شہرستانی ۱۰۲۷ھ میں فرمان جہانگیری سے ہندوستان آیا تھا اور بقول عبدالجبار کلیم ۱۰۱۸ھ میں عراق لوٹ گیا تھا، ایسی صورت میں اس کی ملاقات میر جملہ شہرستانی سے ہونے کے امکانات ہی کم ہوتے ہیں تو اُسے علم دوستی کے اظہار کرنے یا فیاضی کے دریا بہانے کا موقع ہی کب ملا ہوگا اور دوسری دفعہ کے سفر میں قید سے چھوٹ کر آگرہ پہنچنے کے بعد اس قسم کا قطعہ لکھنا تو لایعنی ہے۔

۳۔ اگر عبدالجبار ملکاپوری کے بیان کی تطابق میں بفرض محال یہ مان لیا جائے کہ کلیم نے ۱۰۲۰ھ کے بعد بیجاپور کا قصد کیا تھا تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کلیم کے کلیات میں "نورسپور" سے متعلق جو رباعی[۱] دستیاب ہوئی ہے اور شاہنواز خان کی عمارت کی تعریف میں جو مثنویاں و قصائد ملے ہیں ان کا سنہ ارقام کیا ہوگا؟ اور اگر [illegible] وغیرہ ۱۰۲۰ھ اور ۱۰۳۶ھ کے درمیان لکھے گئے تھے تو تاریخ سے ان معلومات کی تردید ہوتی ہے کیونکہ ۱۰۲۰ھ میں شاہنواز خان وزیر ابراہیم عادل شاہ ثانی فوت ہو چکا تھا اور ملک عنبر کی غارت گری سے دکن میں دھوم مچی ہوئی تھی اور ۱۰۲۴ھ میں تو ملک عنبر نے شہر نورسپور کو لوٹ کر اُسے کھنڈر میں تبدیل کر دیا تھا[۲]۔

---

[۱] کلیات کلیم، ورق: ۳۰۹ ب [۲] بساتین السلاطین، بستان پنجم، ص: ۲۷۲ "ملک عنبر بار دیگر بستہ ہزار و سی و چہار با جمعیت پنجاہ ہزار سوار بر نورسپور تاختہ آوردہ خرابی کمال بظہور رسانید"

Marfat.com
Marfat.com

دوسرے یہ کہ اگر کلیم نے ۱۰۳۴ھ اور ۱۰۳۶ھ کے درمیان آگرہ کا رُخ کیا تھا تو اُس زمانہ میں شہنشاہ جہانگیر[1] حکمران تھا شاہجہان کی حکمرانی کا تصور ہی سرے سے غلط ہے اور جبکہ پہلی دفعہ اُسے اُس دربار سے کوئی فیض حاصل نہیں ہوا تھا تو دوسری دفعہ کوئی امید وہ کیسے وابستہ کر سکتا تھا۔ ایسی صورت میں صاحب محبوب الزمن کا یہ حوالہ ناقص قرار پاتا ہے۔

۱۰۳۰ھ کے بعد کلیم کے وُرود بیجاپور کے دوسرے حامی شبلی ہیں۔ تذکرہ کلیم کے چیدہ جملے جن کا تعلق زیرِبحث موضوع سے ہے نقل کئے جاتے ہیں۔

"(کلیم) نے آغازِ جوانی میں شیراز جا کر علوم درسیہ کی تحصیل کی۔ جہانگیر کے عہدِ حکومت میں شاہنواز خان بن میرزا رستم صفوی ایک مشہور امیر تھا۔ کلیم نے اوّل اس کے دربار میں رسائی پیدا کی لیکن ۱۰۲۸ میں وطن کی یاد نے بےچین کیا۔ دو برس بھی (وطن میں) گزرنے نہ پائے تھے کہ پھر ہندوستان آیا۔ اب کی اس نے میر جملہ شہرستانی کا دامن پکڑا۔ کلیم کی شاعری کا اگرچہ سکہ جمتا جاتا تھا اس کے سرپرست بھی دربارِ شاہی میں خاص اعزاز رکھتے تھے لیکن جہانگیر تک اس کی رسائی نہ ہو سکی جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ دربار کا ملک الشعراء طالب آملی تھا۔ کلیم کی ناکامیابی کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ نورجہاں بیگم اس کی شاعری کی معتقد نہ تھی اور اکثر اس کے اشعار پر حرف گیری کیا کرتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کلیم نے دربار میں پہنچنے سے پہلے جابجا خاک چھانی، شاہجہاں نامہ میں لکھا ہے کہ وہ دکن میں مارا مارا پھرا۔ اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ کلیم کا ایک قصیدہ ابراہیم عادل شاہ کی مدح میں بھی ہے۔ ایک اور قصیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیجاپور کے ارادہ سے چلا تھا کہ راہ میں جاسوسی کے شبہ میں پکڑا گیا، اور قلعہ شاہدرک میں رکھا گیا۔

چنانچہ کہتا ہے ؎

فلک قدرا نمی پرسی کہ گردوں   چرا آزرد مارا بے محابا

یہ قصیدہ شاہنواز خان کے نام لکھا ہے اور آخر میں لکھا ہے ؎

اشارت کن کہ چوں اقبال گردیم   بخاکِ آستانت جبہہ فرسا[2]

مولانا شبلی کے اس بیان سے چار باتیں اخذ کی جا سکتی ہیں۔

۱۔ کلیم شیراز سے سیدھا عہدِ جہانگیری میں ہندوستان آیا اور شاہنواز خان بن میرزا رستم صفوی سے منسلک ہوا جو جہانگیر کا امیر تھا۔

۲۔ ۱۰۲۸ھ تک ہندوستان میں رہ کر واپس وطن لوٹا۔

---

[1] شہنشاہ جہانگیر - ۱۰۱۴ھ تا ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ

[2] شعر العجم، جلد سوم، ص: ۲۰۵ تا ۲۰۸

Marfat.com
Marfat.com

۳۔ ۱۰۳۰ھ میں دوبارہ ہندوستان آیا اور میر جملہ شہرستانی کا دامن پکڑا۔

۴۔ شاہجہاں نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دکن میں مارا مارا پھرا اور سفر بیجا پور کے موقع پر جاسوسی کے شبہ میں گرفتار ہو کر شاہد رک میں قید رہا اور ایک قصیدہ شاہنواز خان صفوی کے نام لکھا۔

۱۔ دیگر متاخر مورخین و تذکرہ نگاروں کی طرح شبلی بھی سفر اول میں کلیم کے عہد جہانگیر میں ہندوستان آنے اور شاہنواز خان صفوی سے منسلک ہونے پر متفق ہیں۔ اس مسئلہ پر ملکا پوری کے بیان کی تردید میں بحث کی جا چکی ہے۔

۲۔ ۱۰۲۸ھ تک یہاں رہ کر واپس ایران جانے کا خیال ہر لحاظ سے درست ہے۔

۳۔ ۱۰۳۰ھ میں دوبارہ ہندوستان آیا اور میر جملہ شہرستانی سے وابستہ ہوا۔ یہ استدلال بھی صحیح ہے۔

۴۔ شاہجہاں نامہ کے حوالے سے اس خیال کا اظہار فرماتے ہیں کہ کلیم "دکن میں مارا مارا پھرا تھا" اور قید سے رہائی کے لئے اس نے شاہنواز خان کا وسیلہ ڈھونڈھا تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ

(۱) کلیم جب دکن گیا تھا تو شاہنواز خان صفوی سے متعارف تھا اور شبلی کے مذکورہ حوالہ کی روشنی میں یہ بات مسلمہ ہے کہ شاہنواز خان سے موصوف کی مراد شاہنواز خان صفوی ہی ہے۔

(۲) میر جملہ شہرستانی ابھی کلیم کی فہرست ممدوحین میں نہیں آیا تھا ورنہ اعانت طلب کرنے کے لئے میر جملہ کو بھی مخاطب کیا جا سکتا تھا۔ لہٰذا کلیم یا تو ۱۰۲۸ھ سے کچھ پہلے دکن گیا تھا اور وہاں سے شاہنواز خان کی مدد سے رہائی پا کر ایران کو مراجعت کی یا پھر ۱۰۳۰ھ کے بعد دوسرے سفر کے دوران میں دکن گیا تھا اور ہنوز میر جملہ شہرستانی سے واقف نہ تھا۔

تذکرہ محبوب الزمن کے فاضل مصنف کے استدلال کی تردید کے ضمن میں ان امور سے تفصیلی بحث کی جا چکی ہے کہ کلیم کا ممدوح شاہنواز خان شیرازی ۱۰۲۰ھ تک رحلت کر چکا تھا اور اس کے بعد کلیم کا بیجا پور آنا یقیناً لاحاصل تھا اور اگر شاہنواز خان صفوی سے اس کے اتنے اچھے مراسم ہوتے کہ اُسے قید بیجا پور سے چھڑا سکتے تو ظاہر ہے کہ وہ اسی سے وابستہ رہتا دکن ہرگز نہ جاتا۔ اور جب شبلی مرحوم شاہنواز خان ہی کے ذریعہ کلیم کو رہائی دلانے پر مُصر تھے تو انہیں "فلک قدر را" والے قطعے کے بجائے قافیہ فریاد، اسناد والا قطعہ پیش کرنا چاہیے تھا جس میں شاہنواز خان کا نام درج ہے قطع نظر اس کے کہ یہ شاہنواز خان شیرازی تھا یا شاہنواز خان صفوی یہاں متعلقہ شعر پیش کئے جاتے ہیں جن پر شبلی اپنے دعوے کی بنیاد رکھ سکتے تھے۔

حدیث شکوہ گردوں بلند خواہم کرد	مگر بہ درگہ نواب خان رسد فریاد
پناہ اہل ہنر شاہنواز خان کہ کند	ز رائے روشن و آفتاب استمداد
جہاں بذات عدیم المثال او نازاں	بداں مشابہ کہ اہل ہنر با ستعداد
زہے شکستۂ اہل ہنر درست از تو	چہ واقع است کہ مارا نمی کنی امداد
سزائے بے گنہاں گر چنیں بود حکم	بعزتش اگر نہی کس بما کند اسناد

Marfat.com
Marfat.com

بکنج دہ، من سی روزہ، مست رسوا را — زمانہ چلہ نشین کردہ است چوں زہاد
رو آبود کہ فراموش کردۂ از من — خصوص از پیٔ صد گونہ شکوۂ بیداد
رضائے آمدن از نیست رخصتِ رفتن — کرم نما کہ دریں رہ نمی تواں ایستاد
بداں شاہ از یں آمدن سبک شدہ ام — کہ ہمچو موج بہ پس میردم ز جنبش باد
ہزار کوہِ غمم سدِّ راہ شُد تا کے — ز نوکِ خامہ کنم کارِ تیشۂ فرہاد
کلیم گوہر ارزندہ ایست حیرانم — کہ از کجا بکفِ طالعِ زبوں افتاد[۱]

ان تمام تفصیلات کے بعد ہم یہ کہنے کے موقف میں ہیں کہ موصوف نے دیگر تذکرہ نگاروں وغیرہ کے بیانات کو مِلا دیا ہے۔ چونکہ "فلک قدرا" والے قطعہ کو عبد الجبار ملکاپوری میر جملہ سے متعلق قرار دے چکے تھے اس لئے شبلی نے اسے شاہنواز خان سے منتسب کر کے مبہم سا نتیجہ نکالا ہے جس کی وجہ سے محقق کو غلط فہمی کا شکار ہونا پڑتا ہے۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کلیم شیراز سے پہلی دفعہ بحری راستے سے ہندوستان آیا کیونکہ دکن آنے کیلئے یہی راستہ زیادہ قریب ہوتا تھا اور شاہنواز خان شیرازی کے چرچے اکثر ارباب ہنر کی کشش کا باعث بنے ہوئے تھے اور محلِ وقوع کے لحاظ سے گولکنڈہ سے قبل عادل شاہی سلطنت ہمارا راستے میں آتی تھی۔ چنانچہ کلیم سیدھا بیجاپور پہنچا تاکہ شاہنواز خان شیرازی کی سرپرستی حاصل کر سکے۔

کلیم کا ممدوح :- جہاں کلیم کے وطن اور اس کی آمدِ ہند کے مسائل متنازعہ فیہ تھے وہیں اس کے ممدوح کی شخصیت بھی معرضِ اختلاف بن گئی ہے۔

بجز (عبد الحمید لاہوری، محمد امین قزوینی اور) صاحب فانوس خیال، تمام مورخین تذکرہ نگار اور فہرست نگاروں کے نیتجہ فکر کی تنقیح و تنقید کریں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ "کلیم شہنشاہِ جہانگیر کے ابتدائی عہد میں ہندوستان آیا اور شاہنواز خان بن میرزا رستم صفوی کے سلکِ مدّاحان میں منسلک ہوا" چنانچہ خزانہ عامرہ سے اس کا ثبوت اس طرح ملتا ہے۔

"کلیم در عہد جہانگیری بسیر ہند خرامید و با شاہنواز خان بن میرزا رستم صفوی[۲] (متوفی ۱۰۶۹ھ) مربوط گشتہ

---

[۱] کلیاتِ کلیم ادرق: ۳۸ ب
[۲] ماثر الامرا، جلد دوم ص ۶۷۰ ۔ شاہنواز خان صفوی۔ میرزا بدیع الزمان نام داشت مشہور بہ میرزا دکنی، رشید ترین پسران میرزا رستم قندھاری ست۔ در عہد جہانگیری بہ مدارج دولت و امارت مرتقی گشتہ بہ خطاب شاہنواز خانی چہرۂ کامرانی برافروخت و صوبہ ٹھٹھہ و بہار بخدمات پادشاہی می گزرانید۔ در سال سیوم صاحب قرانی ثانی بہ ہمراہی خواجہ ابو الحسن تربتی باستخلاص تا بکید تربنک تعین گشت۔ بنا بر علو نسب و والا دودمانی خان مشار الیہ بیست و سوم ذی الحجہ سال دہم جشن ازدواج شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر با صبیہ کریمۂ او منعقد گردید۔ و در سال پانزدہم صبیۂ دیگرش بجہت شاہزادہ محمد مراد بخش خواستگاری شد۔ در سال بیستم بہ صاحب صوبگی مالوہ سربرافراخت بیست و نہم جمادی الاخری ۱۰۶۹ھ در عین جنگ تیرے بہ ناخن رسیدہ کار او تمام ساخت۔"

رعایت فراوان یافت"

میر غلام علی آزاد (متوفی ۱۲۰۰ھ) اس نظریہ کی تائید ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

"دو بار بسیر ہند شتافت، کرتِ اول در عہد جہانگیری رسید و با شاہنواز خان بن میرزا رستم صفوی صحبت کوک گردید"[2]

صاحب ریاض الشعراء کا بیان ہے:

"در عہد جہانگیر بادشاہ بہ ہندوستان آمدہ"[3]

قدرت اللہ گوپاموی اس خیال پر یوں صاد کرتے ہیں:

"در آغازِ شباب بعہد جہانگیری وارد ہندوستان گشتہ بارتباط با شاہنواز خان بن میرزا رستم صفوی بہرہ اندوز نمایاں گردید"[4]

کتب خانہ بانکی پور کے فہرست نگار ڈینسن راس (D. Ross) لکھتے ہیں:

After pursuing a course of studies in Shiraz, Abu Talib Kalim in his youth came to India, during the reign of Jahangir, and attached himself to Shahnawaz Khan, son of Mirza Rustum Safawi."[5]

گذشتہ صفحات میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ کلیم عہد جہانگیر میں شمالی ہند نہیں گیا بلکہ بحری راستے سے دکن آیا اور شاہنواز خان شیرازی کی شخصیت اس کے لئے مرکز جاذبہ بنی ہوئی تھی۔ مگر مندرجہ بیانات سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ کلیم شاہنواز خان صفوی جس کی ولدیت میرزا رستم صفوی تھی سے مربوط ہوا۔ اس خیال کی بنیاد غالباً کلیاتِ کلیم کی ایک مثنوی اور دو قصائد ہوئے ہیں جن میں شاہنواز خان کا نام ملتا ہے اور ولدیت کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ شہنشاہ جہانگیر کا عہد اور شاہنواز خان کے نام کے ساتھ ہی قدرتی طور پر تذکرہ نگاروں اور مورخین کا ذہن فوراً عہد جہانگیری کے ایک امیر شاہنواز خان بن میرزا رستم صفوی کی طرف منتقل

---

[1] خزانۂ عامرہ، ص: ۳۹۱

[2] مآثر الکرام، ص: ۷۷

[3] ریاض الشعراء، ص: ۷۱۹

[4] نتائج الافکار، ص: ۳۶۷

[5] Catal. Bankipore Lib. Per. Mss. Vol. III. p. 97

Marfat.com
Marfat.com

ہوگیا۔ صرف صاحب "فانوس خیال"[1] نے شاہنواز خان بیجاپوری لکھا ہے۔ اگرچہ تذکرہ نگار نے بھی لکھا تب بھی کلیاتِ کلیم کا بہ امعانِ نظر مطالعہ کرنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کلیم کا ممدوح عہدِ جہانگیری کا ایک امیر شاہنواز خان ابن میرزا رستم صفوی[2] نہیں بلکہ ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ھ تا ۱۰۳۷ھ) والیٔ بیجاپور کا وزیر "نواب شاہنواز خان شیرازی"[3] ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ کلیم کے اشعار ذیل میں شاہنواز خان کے نام کے ساتھ اس کے عہدہ کی صراحت بھی ملتی ہے۔ مثنوی کے دو بیت ہیں ؎

درو از صورتِ نواب دوراں مہر سو ہست صد خورشید تاباں

---

[1] فانوس خیال، ورق ۴۰ ب

[2] ماثر الامراء، جلد دوم، ص: ۶۷۔ (حالات شاہنواز خاں بن میرزا رستم صفوی)

[3] تاریخ فرشتہ، جلد دوم، مقالہ سوم، روضہ دوم، ص: ۷۸

درآں وقت کہ علی عادل شاہ مبلغ گران مصحوب مردم معتبر بشیراز فرستاد خواجہ سعد الدین عنایت بمقتضائی قل سیروا فی الارض برقامت آں معدن فضل و کمال راست واز راہ دریا با جمعیت موفور بدار السلطنۃ بیجاپور تشریف شریف ارزانی فرمود و آنحدود در تفرج کرد در معظم بلاد ہندوستان را مانند برہان پور واجین و آگرہ و دہلی سیر نمودہ۔ و بتاریخ نہصد و نود و ہشت بدار السلطنۃ بیجاپور آمدہ۔ از ندیمان مجلس ہمایوں درگاہ گردید و در اواخر سنہ الف ہجری بعنوان ایلچی گری وایقاع صلح و شکستن قلعۂ متحدث نزد برہان شاہ کہ در سرحد عدالت پناہ اقامت داشت تشریف شریف ارزانی فرمود۔ چوں بر مسند منصب کار ملکی تمکین و استقلال تمام بہم رسانیدہ بمقتضائی رائی زرین چناں مناسب دید کہ حضرت شہنشاہ خود بر واقعات کار ملکی و مالی مطلع گردد۔ بتاریخ سنہ الف در قطعۂ یاقوت ایں عبارت نقش کرد "شاگرد ابراہیم عادل شاہ شاہنواز خان" و آں را نگین انگشتری ساخت و در آں روز خطاب عنایت خان بخطاب شاہنواز خان مبدل گردانید۔ در ہماں زمان سلطان جہاں بزبان الہام بیان آورد کہ ہمت پادشاہانہ مصروف بآنست کہ منزل کہ خلد از تماشائی آں سر افتخار برافراز و طرح نمودہ با تمام رسانی خان والا منزلت تصری و پیشگاہی بنا نہاد...

.... مثمن مسمی بنورس بہشت۔ بتاریخ بست و سوم ماہ ربیع الثانی سنہ عشر و الف (۱۰۱۰ھ) از مطلع امید خان کیوان ایوان کوکب خط نزادہ سعادت مدار ارجمند موسوم بمیرزا علاء الدولہ طلوع نمود و جشن عالی ترتیب یافتہ و عدالت پناہ بمنزل بہشت آسا تشریف آوردہ و پایۂ قدر و منزلت شاہنواز خان باعلی علیین رساند۔ و مولانا ملک قمی و ظہوری قصائد غرا گذرانیدہ بتحسین شہنشاہ جم تمکین اختصاص یافتند۔

(کامی شیرازی، از ڈاکٹر امیر حسن عابدی۔ مجلہ علوم اسلامیہ علیگڈھ۔ جون ۱۹۶۰ء، ص: ۷۰)

شاہنواز خان کی تاریخ وفات سے متعلق معاصر تاریخیں خاموش ہیں۔ کامی شیرازی کے دیوان سے ایک رباعی حاصل ہوتی ہے جس سے تاریخ وفات کا استخراج کیا گیا ہے ؎

آں سرو کہ بود بر جہاں تو بخش برکند چوں صرصر اجل از بیخش
چوں سال وفاتش از فرد جستم گفت از شاہنواز خان طلب تاریخش
۱۰۲۰ھ

Marfat.com
Marfat.com

وزیر پیش بین دستور دانا | دلش آئینہ احوال ... فردا[۱]

"وزیر" اور "دستور" دو الفاظ شاہنواز خان کی وزارت کے شاہد ہیں۔"

پناہ اہلِ ہنر شاہنواز خاں کہ کند | ز رائے روشنِ اُو آفتاب استمداد[۱]

شاہنواز خان کی علم دوستی اور اربابِ ہنر کی قدردانی کا اظہار اس شعر سے واضح طور پر ہوتا ہے

خانِ جم رتبہ شاہنواز کہ ہست | نقدِ شاہی ازو تمام عیار[۲]

نقدِ شاہی کا اشارہ بتاتا ہے کہ مالیہ و دارالضرب بھی اس کے اختیار میں تھا۔

مزید برآں ابراہیم عادل شاہ ثانی کی تعریف میں بھی قصاید ہیں اس میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے نام و لقب کو لفظی اشتراک کی بناء پر کلیم نے بھی استعمال کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی شاہنواز خان کی مدح ہونے سے شاہنواز خان کی شخصیت کی قطعی تصدیق ہوتی ہے اور دونوں کا تعلق معلوم ہوتا ہے۔

اے بنایت بسان کعبہ شدہ | در زمانِ شہ خلیل اطوار

خسرو نہ سپہر ابراہیم | کار فرمائے ثابت و سیار

پیشۂ ظلم نار نمرودے | گلشنِ عدل آب دریا بار

شہریارے کہ پاس مُلکش را | بختِ نواب خاں بود بیدار

صفحہ ۳۴ حاشیہ ۱ : (حالات شاہنواز خان بن میرزا رستم صفوی)

"میرزا بدیع الزمان نام داشت مشہور بہ میرزا دکنی، رشید ترین پسران میرزا رستم قندھاری ست۔ در عہد جہانگیری بمعالی دولت و امارت مرتقی گشتہ بخطاب شاہنواز خانی چہرۂ کامرانی برافروخت و منصب ... و بہار بخدمات پادشاہی می گزرانید۔ در سال ... صاحب قران ثانی بہمراہی خواجہ ابوالحسن تربتی باستخلاص ناسک و ترنبک تعین گشت۔ بنا بر علو نسب و والا دودمانی خان ... دسوم ذی الحجہ سال دہم جشن از ازدواج شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر با صبیۂ کریمۂ او منعقد گردید۔

و در سال پانزدہم ... دیگر ... بجہت شاہزادہ محمد مراد بخش خواستگاری ... صاحب ... افراخت۔ بیست و نہم جمادی الاخری ۱۰۶۸ھ در عین جنگ تیرے بر ... رسیدہ کار او تمام ساخت۔"

کلمات الشعراء سرخوش، ص: ۷۶، ۱۰۶۱ھ — یدِ بیضا، ص: ۲۰۶، ۱۰۶۱ھ

[۲] کلیات کلیم ورق: ۲۸۴ ب

حاشیہ صفحہ ہذا: [۱] کلیات کلیم، ورق: ۶۲ ... ب — [۲] کلیات کلیم، ورق: ۱۹۹ ب

Marfat.com
Marfat.com

"از آنجا (شیراز) بہ ہند آمدہ مدتی در دکن وچندے دریں مملکتِ وسیع اوقات گذرانید[1]"

اس سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ وہ شیراز سے براہِ راست واردِ دکن ہوا اور حسبِ توقع ابراہیم عادل شاہ ثانی (متوفی ۱۰۳۷ھ) کی علم پروری اور شعر نوازی اور شاہنواز خان شیرازی کی داد و دہش کی شہرت اسے مسحور کئے ہوئے تھی۔ عہدِ جہانگیر کے امیر شاہنواز خان بن مرزا رستم صفوی کا قیام بیجاپور ان سنین کے مابین کسی تاریخ سے ثابت ہونا تو درکنار اس کا اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔ اس لئے کلیم کا اس کے یہاں مقیم ہونا بالکل بعید از قیاس ہے۔

معاصر مورخین کے علاوہ دیگر تذکرہ نگاروں نے کلیم کی وفات کے بہت دنوں بعد اس کے حالات تحریر کئے ہیں اور خود کلیم نے اپنی زندگی سے متعلق کوئی مواد نہیں چھوڑا' اس لئے تذکرہ نگار مختلف الخیال رہے اور اب تک کسی نے تحقیق کر کے حالات قلمبند کرنے کی کوشش نہیں کی۔ لہٰذا مذکورہ بالا استدلال کی روشنی میں ہم پچھلے تذکرہ نگاروں کے بیانات کو کالعدم کر کے یہ ثابت کرنے کے موقف میں ہیں کہ کلیم کا ممدوح "سپہر مرتبہ نواب شاہنواز خان (متوفی ۱۰۲۰ھ) وزیر ابراہیم عادل شاہ ثانی" تھا نہ کہ شاہنواز خان بن میرزا رستم صفوی امیر عہدِ جہانگیری۔

کلیم کے ورودِ دکن کا سنہ:۔

شاہنواز خان شیرازی کی شخصیت مزید موثق ہو جائے گی جبکہ ہم کلیم کے ورودِ دکن کے سنہ کا تعین بھی تاریخی شواہد کی روشنی میں کردیں گے۔ جیسا کہ اُوپر گذر چکا ہے کہ کلیم کو راستے میں بہت سی صعوبتیں جھیلتے ہوئے منزلِ مقصود تک پہنچنا پڑا اور جب کلیم فلک کج رفتار کی نوازشوں' محبس کی کلفتوں سے نجات پاکر آزادی کی فضا میں سانس لینے لگا تو اس نے اپنے محسن شاہنواز خان کے آستانہ پر جبینِ نیاز خم کی۔ چونکہ صاحب سیف تو تھا نہیں اس لئے قلم ہی کا سہارا لینا پڑا۔ ایک قصیدہ اور مثنوی ہمیں ملتے ہیں جو شاہنواز خان کی امارت کی تعریف میں لکھے گئے تھے اور مادح و ممدوح کے تعلقات کے شاہد بھی ہیں اور کلیم کے وارد دکن ہونے کی تاریخ کا تعین بھی اسی قصیدہ اور مثنوی کے سنہ ارقام کا پتہ لگنے پر ہو سکتا ہے

شاہنواز خان ۱۰۰۳ھ سے ابراہیم عادل شاہ ثانی کی مزاج و کاروبار میں دخیل ہونے لگا تھا۔ اور منصب کار ملکی پر فائز ہو کر ۱۰۱۰ھ میں انتہائے عروج پر پہنچ گیا تھا۔ ۱۰۱۸ھ تک تاریخ فرشتہ میں اس کے حالات ملتے ہیں۔ تاریخ فرشتہ و بیجاپور کی دیگر تواریخ سے یہ مواد ملتا ہے کہ ابراہیم عادل شاہ ثانی نے ایک نیا شہر بسانے کا منصوبہ باندھا اور ۱۰۰۸ھ میں اس کی تعمیر و تشکیل کا کام اُس نے اپنے "وزیر بیش بیں" شاہنواز خان کے تفویض کیا[2]۔ چنانچہ ۱۰۰۸ھ سے ۱۰۱۴ھ تک اس نئے شہر میں عمارات کی تعمیر ہوتی رہی جس کا اظہار کلیم کے ان اشعار سے ہوتا ہے ؎

---

[1] بادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول حصہ دوم ص: ۱۵۳ ؛ پادشاہ نامہ قزوینی، ورق: ۴۷۶ ب

[2] تذکرۃ الملوک، شیرازی، ورق: ۱۰۹ ب۔ بساتین السلاطین، بستان پنجم۔ ص: ۲۳۶

Marfat.com
Marfat.com

نتواں گفت پیشِ ہمتِ او | خاک وزر را یکے بود مقدار
خاک را او بآسمان بردہ | ایں بنا شاہد ہمیں گفتار[1]

اس شہر کا نام ابراہیم عادل شاہ نے "نورس پور" رکھا[2]۔ چراغوں سے جگمگاتے شہر کی منظر کشی کلیم کی مندرجہ ذیل رباعی میں ملتی ہے ؎

شبہا زچراغ و شمع در "نورس پور" | ہر ذرہ زندلان تجلی با طور
ہر روز نہ شوقِ ایں چراغاں تا شب | خورشید فتیلہ تابد از رشتہٴ نور[3]

شاہنواز خان نے ۱۰۰۹ھ میں "نورس بہشت" کے نام سے ایک محل تعمیر کیا[4]۔ ۱۰۱۰ھ میں اس کے ایک لڑکا تولد ہوا جس کا نام علاؤ الدولہ تھا اس کے جشنِ پیدائش کے سلسلہ میں شاہنواز خان نے بادشاہ کی بڑے تزک و احتشام سے ضیافت کی۔ اس موقع پر شعرائے پائے تخت نے مدح سرائی کی۔ ظہوری نے ایک مثنوی لکھی تھی جس سے تاریخ نکلتی ہے اس کے چند شعر یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔ ان سے کلیم کی تحریر کردہ مثنوی و قصیدہ کے موضوع کی مطابقت بھی بآسانی ہوسکے گی۔

اے بنا ہا ہمہ نہادہٴ تو | ہر کرا ہر چہ ہست دادہٴ تو
کردہ افسانہائے ایں گلزار | خواب ہا را تمام باغ و بہار

صرف شد بے دریغ مالے چند | شد بہر ماہ کار سالے چند
شد باتمام پیش کہ زود انباز | گشت تاریخ انتہا "آغاز" (۱۰۰۹)[5]

اس کے سوا ظہوری کا ایک اور قصیدہ اس عمارت کی تفصیلات کا حامل ہے جس کی مطابقت تاریخ فرشتہ کی درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے۔

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق: ۳۸ الف ب

[2] تاریخِ فرشتہ، جلد دوم، ص: ۱۵۶

[3] کلیاتِ کلیم، ورق: ۳۰۹ ب

[4] تاریخِ فرشتہ، جلد دوم، ص: ۱۵۶ "و بالائی ایں دروازہ عمارتی است مثمن مسمی بنورس بہشت"

[5] Zuhuri - Life and Works, P. 327 to 329.

Marfat.com
Marfat.com

"حورانِ بہشت، غلمان و رضوان از ہوائے آں مکان نزہت سرشت بیتاب و مضطر، اشعۂ شمسۂ اش خورشید ضیا گستر و غرفات شرفاتش مطلع شمس و قمر۔" [1]

ظہوری کے طویل قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں ۔

" اساسِ قصر چنیں خواب کے تواں افگند — کہ دستِ ہمت آں ہم در کامران افگند
علوئے کنگرہ اش تا بغایتے برسید — کہ آسماں را از چشم اختران افگند
شبِ سیاہ فروغِ بیاض دیوارش — مؤذنان را از صبح در گمان افگند
چون خشتِ عرصۂ او داشت رنگ فیروزہ — فلک بہ مغلطہ خود را دراں میاں افگند
بجود فروشد و صد بار وہم دور اندیش — چو شمسہاش اشعۂ بر آسماں افگند" [2]

صاحبِ تاریخ فرشتہ نے جو تفصیلات عمارت شاہنواز خان کے متعلق بیان کی ہیں، اس کا کچھ حصہ یہاں درج کیا جاتا ہے جس سے بعد ازاں کلیم کی مثنوی و قصاید سے مطابقت کی جائے گی۔

"طرح آں عمارت کہ مرقوم خامۂ لطایف نگار گردید، بدیں نہج است چہار دیوار دارد کہ ضلع او قریب چہار صد گز شرعی است. بجانب شمال و دروازہ کشادہ می شود، یکی دروازہ ایست بغایت رفعت و بزرگی و بجانب بازار کہ مشہور است بہ بازار شاہنواز خان باز می شود، و دروازۂ دیگر واقع است نزدیک چارسوی دربار پادشاہی و بالائی ایں دروازہ عمارتی است مثمن مسمی بہ "نورس بہشت". اندرون و بیرون بوم و دیوارہا را مطلا ساختہ نقاشانِ چیرہ دست صور تہائی مرغوب بر آں کشیدہ اند. مردمیکہ بدار الامارۃ تردد می نمایند، اول بہ تماشائے آں مشغول گردیدہ، والہ و شیدائے صورتہا می شوند بعدہ بہ تکلیف درجہ طبیعت از انجا قدم پیشتر می گذارند .... و در وسط حقیقی آں چار دیوار عمارتیست در نہایت ارتفاع مشتمل بر ایوان طولانی کہ دو طرف آں حجرہاست و ایں صفہ رُو بہ شمال است و عقبش طنبی در نہایت زیبائے و طنبی کہ عمارت از شرقی و غربی باشد نیز از ابہاست" [3]

کلیم نے "نورس بہشت" کی جو تعریف کی ہے اس میں فرشتہ کی طرح قصر کے ساتھ ایوان کی آرایش و زیبایش کا ذکر بھی کیا ہے۔ علاوہ بریں محل کی نقاشی پر لوگوں کے مسحور ہونے کا ذکر بھی کلیم کے اشعار میں موجود ہے۔ اس لئے اب کلیم کی

---

۱ تاریخ فرشتہ: جلد دوم، ص: ۱۵۷

۲ Zuhuri - Life and Works, P. 329

۳ تاریخ فرشتہ، جلد دوم، ص: ۱۵۷

Marfat.com
Marfat.com

مثنوی کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

زہی قصری کہ گردونت دہد باج — سخن را بردہ تعریفت بمعراج
ز انبوہِ سران سجدہ پرواز — درش از نقش جبہہ سینۂ باز
کنند تا صورتت ایواں تماشا — نہادہ عرش و کرسی در تہ پا
درو از صورتت ثوابت دوراں — بہر سو ہست صد خورشید تاباں
زلال کوثر است و صاف زمزم — نم او زخم جدول راست مرہم
زتمثالِ شہ و گلہائے بے خار — در ایوان بنی ابراہیم و گلزار
شہِ عادل، خدیوِ ملکِ اقبال — کشادہ جبہہ اش امید را فال
خلیل آسا بنوعی بت شکستہ — کہ نظم باد تار از ہم گسستہ
وزیرِ پیشش بیں دستورِ دانا — دلش آئینہ، احوالِ فردا[2]

نورس بہشت کی تعریف میں ایک اور قصیدہ کلیات میں ملتا ہے جس کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں ؎

اے خجستہ بنائے عرش آثار — عالمِ فیض و مہبطِ انوار
کمترین صورتے ز ایوانت — نہ صدف لاجورد چرخ بکار
آسماں با ہمہ بلندئے خویش — دامنِ رفعت تراست غبار
روستائے بسیر شہر آید — گر دریں جا بہشت یابد بار
اے بنایت بسان کعبہ شدہ — در زمانِ شہِ خلیل اطوار[3]
خسروِ نہ سپہر ابراہیم — کار فرمائے ثابت و سیار
نتواں گفت پیشِ ہمتِ او — خاک در زر را یکے بود مقدار
خاک را او بآسمان بردہ — ایں بنا شاہد ہمیں گفتار[4]

---

۱ نواب شاہنواز خان

۲ کلیاتِ کلیم، ورق: ۹۳ ب

۳ ظہوری کے مندرجہ ذیل شعر سے مشابہت ہوتی ہے ؎ Zahuri life & works P. 228

[illegible] ابراہیم — کعبہ [illegible] اقلیم

۴ کلیاتِ کلیم، ورق ۱۲۶ ل

Marfat.com
Marfat.com

اِن اشعار کے تاریخی مواد اور دیگر شعراء کے کلام کی مطابقت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کلیم نے شاہنواز خان کے قصر "نورس بہشت" کی تعریف مذکورہ بالا جشنِ تولدِ علاؤ الدولہ کے انعقاد سے قریب کے زمانہ میں کی ہے جشن کے موقع پر نہیں کیونکہ اگر وہ شاہ کی شرکتِ جشن کے وقت وہاں موجود ہوتا تو قصاید و مثنوی میں اس کا ذکر کہیں نہ کہیں اشارۃً و کنایۃً ہی سہی ضرور کرتا تھا اور جب کہ دوسرے شعراء نے قصاید لکھے ہیں تو کلیم کے نہ لکھنے میں کونسا امر مانع ہوسکتا تھا بلکہ باریابی و تقرب کا یہ سب سے مناسب موقع ہوتا تھا اور کلیم اس سے استفادہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ لہٰذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ کلیم ۱۰۱۰ھ اور ۱۰۱۴ھ کے درمیان واردِ بیجاپور ہوا نہ کہ ۱۰۰۸ھ - ۱۰۱۰ھ کے قریب جیسا کہ "اورینٹل کالج میگزین" کے فاضل مقالہ نگار[۱] نے تحریر فرمایا ہے۔

کلیم بیجاپور میں :-

کلیم کے ورودِ دکن وغیرہ کے سنین و واقعات قلمبند ہوچکے ہیں اور اب یہ دیکھنا ہے کہ اس نے یہاں آنے کے بعد ابتدائی زمانہ کس طرح بسر کیا۔

کلیم نومشق و نوعمر تھا، ملک قمی، ظہوری، سنجر کاشی وغیرہ کی سی پختہ مشق ہستیوں کے آگے اس کا رنگ نہ جمتا تھا حالات بتلاتے ہیں کہ اُسے نہ دربار عادل شاہی میں بار مل سکا اور نہ شاہنواز خان سے حسبِ توقع سرپرستی ملی کیونکہ ایک قصیدہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں اس کے نوازے جانے کا اعتراف ہو بلکہ شاہنواز خان کی مدح میں کلیم کا ایک ایسا قصیدہ نظر سے گذرا ہے جس میں ممدوح کی عدم توجہی اور اپنی دربدر کی ٹھوکریں کھانے کی توجیہ یوں کی ہے ؎

مرا جفائے تو زین شہر پائے رفتن داد | زصید گاہت پرواز کردم از پرِ تیر[۲]

اور پھر اسی قصیدہ میں ممدوح کی بزم میں بار حاصل کرنے کی اجازت پورے عجز کے ساتھ مانگی ہے ؎

برم پناہ ز روزِ سیہ بخورشیدے | کزوست عالم اقبال و بخت راتنویر
سپہر مرتبہ نواب شہنواز کہ ہست | بزورِ بختِ جوان دستگیر عالم پیر
بمجلسی کہ تو مَی می کشی ز بدمستیت | زتابِ بادہ اگر رنگ کس کند تغییر
دھم بہ بزم وہ دآنچہ ہست قسمتِ خاک | بمن فشان و مرا خاک رہگذارت گیر
ملالِ خاطرت آمد بہ یاد و بس کردم | کہ ہر قافیہ آمد بخاطرم دلگیر[۳]

---

[۱] اورینٹل کالج میگزین (اگست ۱۹۵۹ء)، ص: ۲۳، ۲۴ (فاضل مقالہ نگار کا ضروری بیان یہ ہے) "کلیم کے ان اشعار سے تقریباً اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس نے شاہنواز خان کے نئے محل کی مدح میں یہ اشعار نظم کئے ہوں گے۔ ان سے یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ کلیم اس محل کے بننے کے قریب ہی زمانے میں ہندوستان آیا ہوگا، اس خیال کی صحت میں اس کے ورودِ بیجاپور کی تاریخ ۱۰۰۸ھ - ۱۰۱۰ھ کے قریب ہوگی۔"

[۲] کلیاتِ کلیم، ورق ۳۶ و

[۳] کلیاتِ کلیم۔ ورق: ۳۶ ب تا ۳۸ و

Marfat.com
Marfat.com

کلیم کے ممدوح شاہنواز خان شیرازی کا انتقال (دس سو بیس) ۱۰۲۰ھ میں ہو گیا اور کلیم بے سہارا ہو گیا۔ اسی زمانے میں یعنی ۱۰۲۰ھ میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہوا چونکہ سلطان مرحوم لاولد فوت ہوا تھا اس لئے اس کا بھتیجہ سلطان محمد قطب شاہ سریر آرائے سلطنت گولکنڈہ ہوا۔ قلی قطب شاہ کے عہد کے ایک مدبر امیر میر جملہ شہرستانی متخلص بہ رُوح الامین کی طبیعت محمد قطب شاہ سے میل نہ کھا سکی اور وہ بیجاپور چلا آیا۔ "ماثر الامرا" کے اس جملہ سے ثبوت بہم پہنچتا ہے۔

" میراز گولکنڈہ بہ بیجاپور پیوست، با عادل شاہ نیز صحبتِ اُو در نگرفت[1]"

میر جملہ شہرستانی تقریبًا ۱۰۲۱ھ اور ۱۰۲۲ھ کے درمیانی عرصہ میں دربار عادل شاہی میں حاضر ہوا۔ اس وقت ابراہیم عادل شاہ ثانی برسرِ حکومت تھا۔ ظاہر ہے کہ محمد امین میر جملہ شہرستانی دربار قطب شاہی سے راندۂ درگاہ ہو کر نکلا تھا اس لیے اس کو وہاں بار نہ مل سکا اور وہ ناامید ہو کر ایران چلا گیا۔ گمانِ غالب یہ ہے کہ بیجاپور میں کلیم کی ملاقات میر جملہ سے ہوئی ہو گی اور اگر میر جملہ کا سا سخن نواز دربارِ عادل شاہی میں بار پا لیتا تو کلیم کو اس کس مپرسی کے عالم میں نہ ایران لوٹنے کی ضرورت پیش آتی اور نہ دکن میں بے یار و مددگار رہنا پڑتا۔

میر جملہ شہرستانی کی کلیم سے اس ملاقات کے بارے میں " کلیم کی ہندوستان میں آمد" کے فاضل مقالہ نگار نے ایک نیا خیال پیش کیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میر جملہ شہرستانی سے کلیم گولکنڈہ میں ملا تھا اور میر جملہ کے خوانِ احسان سے بہرہ یاب ہوا تھا۔

" دراصل کلیم اپنے سفرِ اول میں میرزا محمد امین رُوح الامین سے گولکنڈہ میں ملا ہے اس قیاس کی وجوہ یہ ہیں۔ کلیم کے دوست ناظم تبریزی نے "نظم گزیدہ" میں لکھا ہے کہ شاہنواز خان کے مرنے کے بعد میرزا محمد امین شہرستانی سے کلیم گولکنڈہ میں ملا تھا۔ خارجی اور داخلی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزائے مذکور ۱۰۲۱ھ میں گولکنڈہ سے نکل کر بیجاپور آیا۔ یہاں کچھ دنوں رہا مگر مستقل طور پر قیام کی صورت غالبًا نہ نکلی اس بنا پر وہ اصفہان چلا آیا یہاں شاہ عباس صفوی کے ۲۸ ویں سالِ جلوس یعنے ۱۰۲۳ھ میں دربارِ شاہی میں باریابی ہوئی .... ۱۰۲۷ھ میں دربارِ جہانگیری میں باریاب ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر سفرِ اول میں کلیم میر جملہ ملا تو ۱۰۲۰ھ کے قبل گولکنڈہ میں ملا ہوگا"[2]

موصوف کا ماخذ صاحبِ نظم گزیدہ کا یہ بیان ہے۔

---

[1] ماثر الامرا۔ جلد سوم، ص، ۴۱۵

[2] اورینٹل کالج میگزین (اگست ۱۹۵۹ء) ص: ۲۷،

Marfat.com
Marfat.com

"درخدمت شاہنواز خان نشو و نما یافتہ، بعد از وفات شاہنواز خان منظور نظر تربیت میرزا محمد امین شہرستانی کہ در گلکنڈہ میر جملہ بود، گشتہ"[1]

مذکورہ عبارت سے کہیں یہ مفہوم نہیں نکلتا کہ کلیم سفرِ اوّل میں میر جملہ سے گولکنڈہ میں ۱۰۲۰ھ سے قبل ملا تھا، ناسم تبریزی کی مراد سفرِ دوم سے بھی ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں جو بیان ہے وہ بصراحت سنہ نہیں ہے ممکن ہے کہ مولف نے دو ممدوحین کا ذکر تقدیم و تاخیر کے لحاظ سے کیا ہو۔

خلاصہ یہ کہ فاضل مقالہ نگار کے بیان کی تردید کے لئے ہمارے پاس دو وجوہ ہیں:۔

۱۔ تاریخی شواہد سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاہنواز خان کا انتقال ۱۰۲۰ھ میں ہوا۔ اس وقت تک تو کلیم اس سے وابستہ رہا اس کے فوراً بعد یعنی ۱۰۲۱ھ میں میرزا امین میر جملہ شہرستانی خود گولکنڈہ سے دستار و آبرو سنبھالتا ہوا عادل شاہی دربار میں حاضر ہوا۔ اس وقت خود اس کو ایک سہارے کی ضرورت تھی وہ کیسے کلیم کو سہارا سکتا تھا۔ اور ۱۰۲۰ھ کے بعد اتنا وقت ہی نہیں رہا تھا کہ گولکنڈہ جاتا۔ اغلب ہے کہ کلیم کی میر جملہ سے ملاقات اس دوران میں ہوئی ہو گی نہ کہ گولکنڈہ میں۔

۲۔ دوسرے یہ کہ جب کلیم بیجاپور میں رہ کر شاہنواز خان کے ساتھ ابراہیم عادل شاہ ثانی کی مدح کر سکتا تھا تو پھر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ گولکنڈہ میں رہ کر اس کا قلم اپنے ولی نعمت کی تعریف کے ساتھ ساتھ قلی قطب شاہ کی مدح سے کیوں گریزاں رہا۔ کلیم کا کلیات قلی قطب شاہ کے نام سے یکسر خالی ہے۔ لہٰذا مندرجہ دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کلیم محمد امین میر جملہ شہرستانی سے صرف اس کے قیام بیجاپور کے وقت ۱۰۲۱ھ اور ۱۰۲۲ھ کے درمیان ملا تھا، نہ تو تواریخ سے اس کے قیام گولکنڈہ کا ثبوت ملتا ہے نہ خود اس کے کلام سے۔

میر جملہ کے سے مدبر و شاعر کا حشر کلیم کے سامنے تھا اور ویسے بھی دربارِ عادل شاہی کا ایک ایک شاعر رحلت کرتا جا رہا تھا اور بہت ممکن تھا کہ ان کی رفاقت و شفقت کے لئے مستقبل میں باعث تقویت ثابت ہوتی۔ ۱۰۲۱ھ میں سنجر کاشی نے اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔[2] ۱۰۲۵ھ میں چند ماہ کے وقفہ سے ظہوری و ملک قمی نے وفات پائی۔ ملک قمی کی وفات کا مستند ثبوت خود کلیم کی اس بیت سے ملتا ہے ؎

بجستم سالِ تاریخش ز ایام   بگفتا "اُو سرِ اہلِ سخن بود" ۱۰۲۵ھ[3]

ان سانحوں کے علاوہ جیسے جیسے دن گذرتے جا رہے تھے، عادل شاہی و قطب شاہی سلطنتیں، مغلیہ حکمرانوں کے

---

[1] نظم گزیدہ، ورق: ۱۴۶ الف

[2] ماثر الکرام، ص: ۲۷

[3] کلیاتِ کلیم، ورق: ۲۴۳ ب

Marfat.com
Marfat.com

آئے دن کے حملوں کی زد میں آ رہی تھیں۔ گو ملک عنبر کا سا جرنیل پشت پناہی کر رہا تھا تاہم اُسے بھی ۱۰۲۶ھ میں شہزادہ خرم کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے اور اس کا اثر عادل شاہی قطب شاہی اور نام نہاد نظام شاہی سلاطین پر خراج کی شکل میں ظاہر ہوا۔ قدرتی طور پر انتشار کے زمانے میں نغمہ و سرود بھی اطمینانِ قلب کا باعث نہیں ہو سکتے تھے۔ کلیم کی "آوارہ گردی" بڑھتی گئی چنانچہ وہ خود کہتا ہے ؎

آوارگی کلیم خواہم   کز ہند تواں باصفہان رفت[1]

کلیم کی مراجعت عراق :-

جب ہر طرف سے توقع اٹھ گئی تو کلیم کو یادِ وطن ستانے لگی اس کے دو شعر سے جذبات کی ترجمانی ہوتی ہے

جنوں خواہد بیاباں تنگ طفلاں ہم ہوس دارد   مرا اے بخت یاری کن بمیدانِ صفاہاں بر[2]

کلیم اندر غریبی آزمودی قیمتِ خود را   کنوں ہمت بورز ایں زیرہ را دیگر بکرماں بر

اور عراق کو مراجعت کی توجیہہ کلیم نے "آہنگِ حجاز" کہہ کر کی ہے ؎

کلیم از ہند اگر دستانِ رفتن می زند ایدل   ندانی خارج آہنگش کہ آہنگِ حجاز است ایں[3]

قیاس کہتا ہے کہ وہ حاجیوں کے قافلے کے ساتھ ہی رمضان یا شوال ۱۰۲۸ھ میں بیجاپور سے اپنے وطن کی طرف کوچ کیا ہوگا۔ اس مراجعت کی تاریخ اس قطعہ میں نکالی ہے ؎

طالب ز ہوا پرستی ہند   برگشت و سوی مطالب آمد

تاریخ توجہ عراقش   "توفیق رفیق طالب آمد"[4] (۱۰۲۸)

کلیم حالات سے مجبور ہو کر ہندوستان سے نکل تو پڑا مگر حسرتوں کا پشتارہ لئے ہوئے تھا اور پچھتا رہا تھا۔ غالباً راستے ہی میں اُسے ہندوستان چھوڑنے پر افسوس ہوا اور اس نے موثر غزل لکھی جس کے ہر شعر سے حسرت ٹپکتی ہے اور جو اس کے جذبات کی عکاسی کرتی ہے ؎

بہر منزل فزوں دیدم ز ہجراں زاریٔ دل را   خوشا حالِ جرس فہمیدہ است آرامِ منزل را

زشوقِ ہند زاں ساں چشمِ حسرت بر قفا دارم   کہ روہم گر براہ آرم نمی بینم مقابل را

چمن را غنچۂ ناشگفتہ بسیار است می ترسم   کہ در گلزار ایراں ہم نہ بینم شادماں دل را

اسیر ہندم وزیں رفتنِ بیجا پشیمانم   کجا خواہد رساندن پرفشانی مرغ بسمل را

۱؎ کلیاتِ کلیم، ورق :- ۱۴۲ ا   ۲؎ کلیاتِ کلیم، ورق :- ۲۲۵ ا

۳؎ کلیاتِ کلیم، ورق :- ۲۸۴ ب   ۴؎ کلیاتِ کلیم، ورق :- ۶۹ ب

Marfat.com
Marfat.com

اگرچہ ہند گردابست اماں از دی نمی خواہم   نگیرد دستِ استغنائی من دامانِ ساحل را
بایراں می روند نالاں کلیم از شوق ہمراہاں   بہ پائے دیگراں ہمچو جرس طے کردہ منزل را[1]

کلیم دو سال تک ایران میں رہا۔ صاحبِ نظم گزیدہ کا بیان ہے[2]

"درسنہ ہزار و بیست و ہشت بہ عراق معاودت نمود و در اصفہان فقیر بہ ملاقات ایشان رسیدہ بمدتِ دو سال برفاقت و مصاحبت ایں فقیر قناعت می نمود تا آں کہ درسنہ ہزار و سی آں متوجہ ہند و بندہ متوجہ مکہ شد۔"

یہ شاہ عباس صفوی کا زمانہ تھا۔ میر جملہ شہرستانی کے سے مدبر، صاحبِ سخن و منزلت کے حامل شخص کی وہاں خاطر خواہ قدر نہ ہو سکی تو کلیم کس شمار میں تھا۔ دو سال گوشۂ قناعت میں گذار کر پھر وہ ہندوستان لوٹ آیا۔ قرائن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کے حالات میں کوئی تغیر نہ ہوا اور جب اس نے اپنی زندگی میں کوئی خوشگوار تبدیلی محسوس نہ کی اور پھر ہندوستان کی یاد ستانے لگی تو وہ دوبارہ غالباً بری راستے سے ہندوستان لوٹ آیا اور اس کے سفر اور ان ساری سرگرمیوں کی تفسیر اس شعر میں ملتی ہے ؎

در خاکِ وطن تخم مرادی نشود سبز   بیہودہ کلیم ایں ہمہ سرگرمِ سفر نیست[4]

کلیم کی بازگشت بہ ہندوستان :۔

تمام ماخذ اس پر اتفاق کرتے ہیں کہ ۱۰۳۰ھ میں کلیم دوبارہ ہندوستان آیا[5] اور وہ سیدھا شاہانِ مغلیہ کے دربار میں رسائی کی غرض سے وارد آگرہ ہوا۔ اس زمانے میں میر جملہ شہرستانی آگرہ میں مقیم تھا اور اس کی کلیم سے ۱۰۲۱ھ اور ۱۰۲۲ھ کے درمیان ورودِ بیجاپور کے زمانے میں ملاقات ہوئی ہوگی اور اسی تعارف اور جذبۂ ہم وطنی و علم دوستی نے کلیم کو مربوط ہونے کے مواقع بہم پہنچائے ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ کلیم بھی اس وقت تک منجھ کر پختہ کار ہو چکا ہوگا۔ لہٰذا آگرہ آنے کے بعد میر جملہ کی سی سخن نواز شخصیت نے اس کو سہارا دیا[6] اور وہ شاہجہان کے تخت نشین ہونے تک اسی کی سرپرستی میں اپنے فن کو ترقی دیتا رہا، کیونکہ اگر وہ دربارِ جہانگیری میں باریابی کی سعی کرتا اور خواہ وہ لاحاصل ہی ہوتی تب بھی شہنشاہ جہانگیر کی مدح میں

۱؎ کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۲۲ الف   ۲؎ نظم گزیدہ، ورق :

۳؎ مآثر الامراء، جلد سوم، ص: ۲۱۵

۴؎ کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۶۰ ب

۵؎ خزانہ عامرہ، ص: ۳۹۱   Catal. India office per, Mss, Vol. II. Col, 728

۶؎ شعر العجم، جلد سوم، ص: ۲۰۶

Marfat.com
Marfat.com

لکھے ہوئے قصیدے، قطعات وغیرہ ضرور اس کے کلیات میں دستیاب ہوتے، چونکہ اس قسم کا کوئی ریکارڈ ہمیں نہیں ملتا اور صرف شاہجہان کی مدح ہر جگہ نظر آتی ہے اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ۱۰۳۰ھ اور ۱۰۳۷ھ کے درمیانی عرصہ میں کلیم نے بجز میر جملہ شہرستانی کے کسی اور کا دامن نہیں تھاما۔

ان ۶، ۷ سال کے دوران میں کسی وقت آگرہ میں کھُجلی کی وبا پھوٹ پڑی تھی اور خود کلیم اس میں مبتلا تھا۔ اُس وقت اس نے "در ایام جرب" کے عنوان سے ایک قصیدہ لکھا تھا اس کی ایک بیت میں محمد امین شہرستانی تخلص بہ رُوح الامین کا ذکر کیا ہے ؎

محیطِ علم محمد امین کہ پیوستہ	فلک بہ گردش گردد چو دورۂ دامن

ایک قصیدہ "تہنیتِ عید" کے موقعہ پر میر جملہ شہرستانی کی مدح میں تحریر کیا تھا جس کے چند شعر یہ ہیں ؎

قدسیان کردند مشق نام آں فرخندہ فال	شکلِ نون بر لوحِ گردوں ہنگرا اینک از ہلال

پادشاہِ کشورِ دانشوری رُوح الامین	آں کہ از ضبطش مزاجِ دہر دارد اعتدال

چوں بہ بوسم دستِ زر پاشِ ترا در روزِ عید	می شود زرین لبم زین فیض مانند ہلال[1]

ان قصاید کے سوا کلیم نے اپنی دو غزلوں کے مقطعوں میں بھی رُوح الامین کی عظمتوں کو اُجاگر کیا ہے ؎

ہر کہ بر رُوح الامیں شعر نخواندست کلیم	کہ ہمہ رُوحِ امیں است سخنداں نہ شود[2]

عزلتِ گوش زد روح امین گشت کلیم	بس بود گر سرِ تحسینِ طپیدن داری[3]

شہنشاہ جہانگیر کا بروز یکشنبہ ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ انتقال ہوا۔ شہزادہ شاہجہاں کے خسر آصف خان نے اپنے داماد کے لیے راستہ صاف کر دیا تھا چنانچہ روز یکشنبہ ۲۲ جمادی الاول ۱۰۳۷ھ شاہجہان کی بادشاہی کا اعلان کر دیا گیا جب آصفجاہ اور شاہزادگان والاتبار نے شاہجہاں کے دکن سے براہ گجرات دارالخلافہ آنے کی اطلاع پائی تو استقبال کے لیے غرہ رجب ۱۰۳۷ھ دارالسلطنت لاہور سے آگرہ روانہ ہوئے[4]۔ کلیاتِ کلیم میں اس روانگی کے وقت کا تحریر شدہ قطعہ موجود ہے، گمان غالب ہے کہ یہ پہلا قطعہ تھا جو کلیم نے آصفجاہ کی مدح میں سپردِ قلم کیا تھا اور اسی اُمید پر کہ آصفجاہ کے ذریعہ دربار میں رسائی ممکن ہوگی۔ اس قطعہ کا مقطع یہ ہے ؎ گفتند "بصحت و سلامت" (۱۰۳۷ھ)

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق ۳۳ ب

[2] " " ۱۹۴ ب

[3] " " ۲۹۷ ل

[4] پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، ص: ۷۹

[5] کلیاتِ کلیم، ورق: ۶۸ ب

Marfat.com
Marfat.com

دربارِ شاہجہاں سے کلیم کی وابستگی
اور
اُن کی شاعری کا عُروج

۸ رجمادی الثانی ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۸ء[1] میں شہزادہ خرم شہاب الدین محمد شاہجہاں صاحبِ قرانِ ثانی کے لقب سے سریر آرائے سلطنت ہوا اور تاج پوشی کی رسم ادا کی گئی۔ ابوطالب کلیم ہمدانی میر جملہ شہرستانی کی سرپرستی میں اپنے فن کو ارتقائی منازل پر پہنچا رہا تھا۔ اور اب اس کی دیرینہ تمناؤں کی تکمیل کا وقت آپہنچا تھا کیونکہ وہ کہنہ مشق ہوچکا تھا۔ آدابِ شاہانہ و زندگی کے نشیب و فراز سے واقفیت ہوچکی تھی، چنانچہ آستانِ معلی کی جبین سائی کے لئے دربارِ شاہجہانی میں حاضر ہوا۔ اس کی آمدِ دربار کی توثیق عبدالحمید لاہوری کے ان جملوں سے ہوتی ہے:۔

"اما چون طنطنۂ اورنگ آرائی حضرت شاہنشاہی (شاہجہان) گوشِ جہانیان برافروخت و ہمگی ہنروران اقالیم سبعہ روی امید بدین درگاہ کہ کعبہ آمالِ آرزومندان است نہادند (کلیم) بآستانِ معلی رسید۔ در زمرۂ بندگان درآمد و بگذارشِ محامد و نگارشِ مفاخرِ ایں والا دولت، ابد مدت دامنِ آرزو گرانبار سے روائے گردانید۔"[2]

اکبر و جہانگیر کے عہد میں شہنشاہ جھروکہ سے اپنی رعایا کو درشن دیتے تھے اور اس موقع پر حاضرین کے لیے شامیانہ ایستادہ کیا جاتا تھا۔ شاہجہاں نے تخت نشین ہونے کے فوراً بعد حکم دیا کہ وہاں شامیانے کی بجائے ایک عمارت تعمیر کی جائے چنانچہ ۴۰ گز طول اور ۲۲ گز عرض کا "ایوانِ پیشِ جھروکۂ شاہی" ۲۵ رذی الحجہ ۱۰۳۷ھ کو مکمل ہوا۔ کلیم نے اس ایوان کی تعریف میں یہ رباعی لکھی اور صلہ سے سرفراز ہوا ؎

---

[1] بادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، ص: ۸۷۔

[2] بادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، ص: ۳۵۴

Marfat.com
Marfat.com

این تازہ بنا کہ عرش ہمسایۂ اوست   رفعت حرفی ز رتبت پایۂ اوست
باغیست کہ ہر ستون سبز شں سرویست   کاسایش خاص و عام در سایۂ اوست[1]

کلیم نے رجب ۱۰۳۷ھ میں پہلا قطعہ حضور آصف جاہ میں گذرانا تھا اور اس کی دوسری رُباعی معاصر تاریخ میں درج ہے جو ذی الحجہ میں تعمیر ہونے والی عمارت کے سلسلہ میں لکھی گئی تھی لہٰذا اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ۴، ۵ مہینے کے عرصہ میں کلیم کو دربار میں رُسوخ حاصل ہو گیا تھا۔

۱۰۳۷ھ کے اختتام تک شاہجہان کی تخت نشینی کی خبر چاروں طرف پہنچ چکی تھی اور چونکہ ابھی بادشاہ دارالسلطنت کے اُمورِ داخلی میں مصروف تھا اس لیئے شمال مغربی سرحد کے سرکش سرداروں نے اس موقع کو غنیمت سمجھکر اپنی سرحدوں سے قریب کے علاقوں کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ چنانچہ نذر محمد خان والی بلخ نے تسخیر کابل کی جرأت کی اور اس کی سرکوبی کے لیئے شاہجہان نے فوجیں روانہ کیں۔ چنانچہ محرم ۱۰۳۸ھ کو لشکرخان کی سرکردگی میں لشکر شاہی کابل میں داخل ہوا۔ افواج کی روانگی کے وقت کلیم نے ایک قطعہ لکھا۔ بادشاہ نامہ لاہوری[2] اور عمل صالح[3] کنبوہ میں صرف "لشکر فتح" درج ہے۔ اشعار نہیں لکھے ہیں مگر دیوان میں یہ پورا قطعہ رقم ہے جس کی آخری بیت سے اس کی وجہ تحریر کی تصدیق ہوتی ہے اور لشکرخان کے نام کی مناسبت لفظی بھی پائی جاتی ہے ۔

تاجِ اقبال را نہادہ بسر   آں کہ تاریخ یافت "لشکرِ فتح"[4] (۱۰۳۸ھ)

معاصر تاریخ بادشاہ نامہ لاہوری و عمل صالح سنہ وار مرقوم ہیں۔ اس کے سنہ ۱۰۳۸ھ کے وقایع میں درج ہے کہ ایک سوداگر خواجہ نظام عرصے سُرخی مایل سفید رنگ کے ایک ہاتھی کی پرورش کر رہا تھا کیونکہ اس رنگ کے ہاتھی کمیاب ہوتے ہیں۔ جب وہ بڑا ہوا تو خواجہ نظام نے اس کو حضور شاہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس موقع پہ ابوطالب کلیم نے یہ رباعی سپرد قلم کی اور "صلۂ شایستہ" حاصل کیا ۔

بر فیل سفیدت کہ بمینا دگزند   شد بخت بلند او دیدہ نگشند
چوں شاہِ جہاں بر و بر آمد گوی   خورشید شد از سپیدۂ صبح بلند[5]

---

[1] بادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، ص: ۲۲۲ ' عمل صالح، جلد اول، ص: ۳۱۲

[2] " " " ص: ۲۱۵ (طالب کلیم تاریخ رخصت افواج نصرت امتزاج بمالش اوزبکیہ "لشکر فتح" یافت)

[3] عمل صالح، جلد اول، ص: ۳۰۲

[4] کلیات کلیم، ورق: ۵۹ ب

[5] بادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، ص: ۲۶۸ - عمل صالح، جلد اول، ص ۳۴۳

Marfat.com
Marfat.com

کلیاتِ کلیم کے ایک قطعہ[1] سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جب لشکرِ شاہی نذر محمد خان کی سرکوبی کر کے مظفر و منصور پایۂ تخت پہنچا تو کلیم نے یہ قطعہ تاریخی لکھا تھا۔ بادشاہ نامہ وغیرہ میں اس کا ذکر نہیں ہے مگر ڈینسن راس (D. Ross) نے کتب خانہ بانکی پور کے کیٹلاگ میں اس قطعہ کا عنوان "تاریخ برگشتن لشکران کابل" دیا[2] ہے۔ اور مقطع سے ۱۰۳۹ھ نکلتا ہے اس لیے اس حوالے کے ذریعہ اس امر کی توثیق ہوتی ہے کہ کلیم نے اس موقع پر بھی قطعۂ تاریخی سپردِ قلم کیا تھا جس کے چیدہ اشعار پیش کیے جاتے ہیں ؎

ثانیِ صاحب قرآن کز ہستیت — فتنہ از سرحدِ امکان بازگشت
دشمنت در گوشۂ از مملکت — گرچہ جمع آمد پریشان بازگشت
گر بادل تاخت آخر باخت او — رزم جو آمد گریزان بازگشت
غنچہ از گلشنِ کابل نچید — با دلی پُر خار حرمان بازگشت
رایتِ اقبالِ شان افگند و گفت — "دیو از ملکِ سلیمان بازگشت[3]" (۱۰۳۹ھ)

سپہ سالار خان جہاں لودی، نظام شاہی سلطنت کی سرکوبی میں جہانگیر کے عہد سے مشغول تھا لیکن شاہجہان کے ابتدائی زمانہ سے بغاوت کا خیال اس کے سر میں سما گیا تھا چنانچہ ۱۰۳۹ھ سے خان جہان[4] کے خلاف فوج کشی ہو رہی تھی اور دریا خان و "پیرا" یعنی خان جہان مختلف مقامات پر پناہ لیتے پھر رہے تھے اور شاہی افواج اس کے تعاقب میں مصروف تھیں خواجہ ابو الحسن کی سرکردگی میں جنگ ہوئی اور آخر کار ۱۰۴۰ھ میں دریا خان قتل ہوا۔ اس کے بعد خان جہان کو قتل کر کے دونوں باغیوں کے سر یکے بعد دیگرے "خواجۂ کامگار" نے "بارگاہِ گردوں جاہ" میں پیش کیے[5]۔ اسی وقت کلیم نے ایک رباعی تحریر کی جس میں دریا و حباب کی رعایت لفظی ہے۔ عبد الحمید لاہوری نے اس کی وجہ تحریر کو ان الفاظ میں قلمبند کیا ہے

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق : ۶۸ الف

[2] Catal. Bankipore Lib. Pers. Mss. Vol. III. P. 97.

[3] کلیاتِ کلیم، ورق : ۶۸ ب — "تاریخ برگشتن از کابل" "دیو از ملک سلیمان بازگشت" ۱۰۳۹ھ

[4] مآثر الامرا، جلد اول، ص : ۷۱۶ "خان جہاں لودی پسر دولت خان لودی شاہوخیل است۔ پیر خان نام داشتہ، در سنہ ۱۰۱۸ خان جہان را با دوازدہ ہزار سوار جرار ضمیمۂ عساکر منصورہ ساختند۔ خان جہاں چندی در لانجی دم آسایش گرفتہ از راہ برار بولایت نظام شاہیہ درآمد۔ در ۱۰۴۰ھ بزخم تیر بیادہ سنگھ بر زمین افتاد و عبد اللہ خان زخمی سر او را بحضور ارسال داشت"

[5] بادشاہ نامہ لاہوری۔ جلد اول، حصہ اول، ص : ۳۵۱ (خواجہ کامگار سرہای آن نگونساران بر بارگاہِ گردوں جاہ آورد)

Marfat.com
Marfat.com

"طالبای کلیم ایں رباعی درافسردنِ شعلۂ حیاتِ دریا و فرونشستنِ حباب زندگانی پیرا منظوم ساختہ، بمسامع بشایر مجامع رسانید و بصلۂ گرامی دامنِ امیدش گرانبار گردید ؎

این مژدۂ فتح از پئے ہم زیبا بُود — ایں کیف دوبالا بہ نشاطا فزا بُود
از رفتنِ "دریا" "سر" "پیرا" ہم رفت — گویا سرِ اُو حبابِ ایں دریا بُود [1]

۱۰۴۰ھ سے جلوس شاہجہانی کا چوتھا سال شروع ہوا۔ یہ سال کئی اعتبار سے مغل سلطنت کے لیے تشویشناک تھا۔

۱۔ خان جہان لودی کی بغاوت زور پکڑ چکی تھی جس کو شہنشاہ نے خود فرد کیا تھا۔ اس کا ذکر ماقبل چند سطور کیا گیا ہے۔

۲۔ بلاد دکن و گجرات میں امساکِ باران کی وجہ سے ایک ہلاکت آفرین قحط پڑا تھا۔

۳۔ مرتضیٰ نظام شاہ والی احمد نگر (متوفی ۱۰۴۰ھ) نے خان جہان لودی کو پناہ دی تھی اور یہ حرکت ایک قسم کا اعلانِ بغاوت تھی اور ابھی مغلیہ افواج اس کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا منصوبہ باندھ ہی رہی تھیں کہ فتح خان پسر ملک عنبر نے اس کو قتل کر دیا۔ والیٔ احمد نگر کے انجام اور قحط کی تفصیلات کو کلیم نے ایک مثنوی میں بیان کیا ہے۔ یہ مثنوی (۱۶۰) اشعار پر مشتمل ہے۔ مثنوی کی ابتدا یُوں ہوئی ہے ؎

چو اقبال از نظام الملک برگشت — بکشتِ بختِ اُو شبنم شرر گشت
نظام الملک چُوں از بختِ ناساز — نمی شد ز آستان بوسی سرافراز
عقابِ قہرِ شاہ چیرہ اورنگ — شکارِ ملکِ اُو را کرد آہنگ [2]

صاحب عمل صالح نے مثنوی کے چند اشعار قحط کی تفصیلات کے ساتھ اسطرح درج کئے ہیں:۔

"چنانچہ میرزا بانِ تہی چشمان مایۂ کلام ابوطالب کلیم دریں باب می گوید ؎

نشان از ابرو باران آں چنان رفت — کہ گفتی برجِ آبی زآسمان رفت
ز تنگی گر فقیر و گر غنی بود — بخوانِ رزق اُو غم خوردنی بود
نظرہا قرص را کردہ تاراج — بنانِ شب فلک ہم گشتہ محتاج" [3]

مذکورہ بالا مثنوی کو سپردِ قلم کرنے کا ذکر ابوطالب کلیم نے مثنوی "شاہنامہ" میں مندرجہ ذیل اشعار میں کیا ہے ؎

---

[1] بادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، ص: ۳۵۲ – عمل صالح، جلد اول، ص: ۴۰۹

[2] حدیقۃ العالم، جلد اول، ص: ۳۳۹

[3] کلیاتِ کلیم، ورق: ۸۳ ب

[4] عمل صالح، جلد اول، ص: ۴۱۸

Marfat.com
Marfat.com

ولی ماندی آخر ازیں خاکدان — نہ شہنامہ غم نامہ یادگار
در آں عہدِ غم پرور جاں گسل — کہ بد سال ہجری ہزار و چہل
بہ توصیفِ خشکی و قحط و وبا — یکی مثنوی کلکِ دستاں سرا[1]

۴۔ ۱۰۴۰ھ کا چوتھا المناک واقعہ ممتاز محل کی رحلت تھا۔ ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۴۰ھ کو ملکۂ وقت نے اس دارِ فانی سے کوچ کیا اور شاہجہان پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ کلیم نے جس قطعہ میں تاریخ وفات کہی ہے اس کا مصرعۂ تاریخی یہ ہے ؎ "صبح دم زین الم نمی خندد[2]" (۱۰۴۰ھ)

چونکہ بادشاہ کے لیے یہ سانحۂ عظیم تھا معلوم ہوتا ہے کہ کلیم بھی بے حد متاثر ہوا اور ایک رباعی بھی اس کے قلم سے تراوش پائی جو معنوی و صوری خوبیوں کے اعتبار سے قطعہ سے بہتر ہے ؎

از حق چو ندا شنیدہ ممتاز محل — زود از ہمگی بریدہ ممتاز محل
رضوان در خلد بہر تاریخش — "فردوس محل گزیدہ ممتاز محل" (۱۰۴۰ھ)

ممتاز محل کی تجہیز و تکفین کے بعد اس کے عارضی روضہ کے اطراف شاہجہاں نے ۵ لاکھ کے صرفہ سے کئی مہمان خانے اور دلکشا ایوان تعمیر کروائے[3] جن میں سے دو کے متعلق کلیم نے مثنویاں لکھی تھیں جن کے مقطعہ تاریخ سے مزید توثیق ہوتی ہے۔

طاقِ ایوانِ بادشاہِ جہان — "بادِ محرابِ انجم و افلاک[4]" (۱۰۴۰ھ)
چنیں گفت طبعِ حقایق شناس — "سعادت سرائے ہمایوں اساس[5]" (۱۰۴۰ھ)

۱۰۴۱ھ: آمیں محمد جان قدسی ہندوستان آیا اور دربارِ شاہجہانی میں بار پانے کے لیے اُسے بہت دنوں انتظار نہ کرنا پڑا۔ اس نے ایک شاندار قصیدہ حضورِ شاہ میں گذرانا جس کے صلہ میں بادشاہ نے خلعت اور دو ہزار روپے انعام عطا کیا[6]۔

۱۔ شاہنامۂ کلیم، ورق: ۱۱۴ الف — ۲۔ کلیاتِ کلیم، ورق: ۶۱ الف

۳۔ عملِ صالح، جلد اول، ص: ۴۵۲ " و ہر یک جانبش مسجدی رفیع بنیاد و جانب دیگر قرینۂ آں مہمان خانۂ عالی نفس دالحراش حجرہا و ایوان ہائے دلکشا و .... سرہائے فرح افزا .... بنیاد پذیرفتہ"

۴۔ کلیاتِ کلیم، ورق:

۵۔ " " " :

۶۔ عملِ صالح، جلد اول، ص: ۵۰۴

قدسی پایہ کا شاعر تھا مگر چونکہ بقول صاحب عمل صالح اس وقت تک کلیم ملک الشعراء ہو چکا تھا۔ بنا بریں قدسی کے لیے موقع نہ تھا کہ وہ اس مرتبہ کو پہنچ سکے۔

"بہ تحریک بخت کارفرما چوں گفتارش ہوش فریب و دلاویز و طبعش معنی رس و فیض آمیز بود بخطاب ملک الشعرائی اعتلا یافت اگرچہ استحقاق آں منصب جلیل القدر حاجی محمد جان قدسی داشت اما ازیں رو کہ پیش از رسیدن حاجی او باین خطاب سرافرازی یافتہ بود و تا دم آخر برو بحال ماند و تغیری راہ نیافت[1]"

کلیم کا ملک الشعراء ہونا تمام اسناد کے نزدیک مسلم ہے اور محمد صالح کنبوہ معاصر مورخ ہونے کی وجہ سے زیادہ مستند ہے اور وہ بھی اعتراف کرتے ہیں گو قدسی کو اس شرف کا زیادہ مستوجب سمجھتے ہیں لیکن اس سے حقایق نہیں بدل سکتے محمد صالح کی اس "خواہش" کو متاخرین لے اڑے اور بعضوں نے قدسی کو ملک الشعراء لکھدیا۔ حالانکہ محمد صالح نے صاف لکھا ہے کہ کلیم آخر وقت تک اس منصب پر فائز رہا اور تاریخ و تذکرے شاہد ہیں کہ قدسی نے ۱۰۵۶ھ میں انتقال کیا لہٰذا وہ ملک الشعراء نہ ہوسکا یہ صرف چند تذکرہ نگاروں کا قیاس ہے۔

۱۰۴۱ھ جلوس شاہجہانی کا یہ پانچواں سال تھا اور کلیم اتنے عرصہ تک ۶ قطعے، ۴ رباعیاں، ایک مثنوی نظم کرچکا تھا آصف خان خسر شاہجہان کا دامن تھامے ہوئے وہ دربار شاہی میں داخل ہوا تھا اور ہر موقع پر اس کے خامۂ گوہر بار سے اشعار تراوش ہوتے رہتے تھے وہ اپنے ماحول سے باخبر رہتا تھا ہر فتح پر اظہار مسرت، دشمن کی موت پر فی البدیہہ مبارکباد ہر وقت اس کے پیش نظر رہتی تھی اس کی شاعری مزاج ناآشنا نہیں تھی۔ اور ۱۰۴۰ھ[2] میں آصف جاہ کی بالاگھاٹ کی مہم پر روانگی کے وقت بھی کلیم نے تاریخی قطعہ لکھا تھا۔ اس کے علاوہ بعض تذکروں[3] سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جب قیصر روم نے شاہجہان کو تہنیت نامۂ تخت نشینی روانہ کیا تو ساتھ ہی اس کے لقب پر اعتراض کیا کہ وہ تو صرف ہندوستان کا پادشاہ ہے شاہجہان کا لقب کیسے اختیار کیا۔ شاہجہان، آصف جاہ سے اس کے جواب کے سلسلہ میں مصروف گفتگو تھا کہ کلیم کو اطلاع ہوئی اور اسی وقت اس نے ایک قصیدہ نظم کیا جس کے ایک شعر سے شاہجہان کے لقب کی توجیہہ ہوتی ہے ۔

ہند و جہان ز روی عدد ہر دو چوں یکیست ۔۔۔ شہ را خطاب شاہجہانی مبرہن است
(۵۹ ۵۹)

شاہجہان نے یہ بیت جواب میں لکھ بھیجی اور کلیم کو زر میں تلوایا اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ جلوس سے قریب ہی کا ہوگا۔ ایک تو یمین الدولہ آصف جاہ کی حمایت دوسرے خود اس کے ذاتی کمالات کی وجہ سے قیاس کہتا ہے کہ ۱۰۴۱ھ

---

[1] عمل صالح، جلد سوم، ص: ۳۰۲ ۔۔۔ [2] کلیات کلیم، ورق: ۶۰ و

[3] منتخب التواریخ، ص: ۲۵۸ - Moughal poetry, P.40

Marfat.com
Marfat.com

تک اُسے ملک الشعرائی کا خطاب مل گیا ہوگا۔

۱۰۴۲ھ کی ابتداء میں شاہجہان نے شکار سے فارغ ہو کر برہان پور سے اکبرآباد مراجعت کی[1]۔ اس موقع پر کلیم نے ایک قطعہ پیش کیا جس کی آخری بیت سے تاریخ کا استخراج کیا ہے ؎

"باز آمد حق بہ مرکزِ خود (۱۰۴۲ھ) تاریخ سعادتِ ورود است"[2]

غرہ شعبان ۱۰۴۲ھ شہزادہ داراشکوہ کی شادی اس کی بنتِ عم شہزادہ پرویز کی لڑکی سے ہوئی[3] اور اکثر شعراء نے قصیدے لکھے، تاریخیں کہیں، کلیم نے بھی ایک قطعہ میں تاریخ کہی، جس کا مقطعہ یہ ہے ؎

خرد بہرِ تاریخِ تزویج گفت "قِرآن کردہ سعدین برج جلال"[4] (۱۰۴۲ھ)

شہزادہ داراشکوہ کی شادی کے ۲۰، ۲۲ دن بعد ۲۲ رشعبان ۱۰۴۲ھ کو شہزادہ محمد شجاع کی رسمِ عقد صبیہ مرزا شاہنواز خان صفوی کے ساتھ ادا کی گئی اس وقت کلیم کے قلم سے ایک قطعہ صفحۂ قرطاس پر ظہور پذیر ہوا جس کے مقطعہ ذیل سے تاریخ نکلتی ہے۔ ؎

"مہد بلقیس بسر منزل جمشید آمد"[5] (۱۰۴۲ھ)

خواجہ ابوالحسن عہد شاہجہانی کے بہت اعلیٰ رتبہ سپہ سالار اور آخر عمر میں وزارتِ اعلیٰ کے عہدہ پر مامور تھے ظفرخان احسن حاکم کشمیر ان کے لڑکے تھے اور کلیم سے اچھے مراسم ہونے کی وجہ سے جب ۱۹ر رمضان ۱۰۴۲ھ کو خواجہ نے وفات پائی[6] تو کلیم نے مرحوم سے اپنے دیرینہ تعلقات کا اظہار ایک قطعہ کی صورت میں کیا جس کے آخری مصرعہ سے تاریخ برآمد ہوتی ہے ؎

"باامیرالمؤمنین محشور باد"[7] (۱۰۴۲ھ)

اس سال کا ایک یادگار واقعہ شہزادہ اورنگ زیب کا ہاتھی سے مقابلہ ہے[8]۔ ۲۹ر ذیقعدہ ۱۰۴۲ھ کو شاہجہان بطور تفریح ہاتھیوں کی لڑائی دیکھنے میں مشغول تھا۔ اتفاقاً ایک ہاتھی نے اورنگ زیب پر حملہ کر دیا۔ اورنگ زیب نے جس مردانگی سے ہاتھی کا مقابلہ کیا اس کا نقشہ کلیم نے ایک مثنوی میں نہایت واضح انداز میں کھینچا ہے اور اس نے شہزادہ کو افراسیاب سے بڑھا دیا ہے اور بالکل بجا بڑھایا ہے کیونکہ اس صغرسنی میں واقعی افراسیاب نے بھی کوئی کارنامہ انجام نہ دیا ہوگا ؎

بہ تکلیفِ فطرت دلیری نمود   بہ سنی کہ تکلیف بروئے نمود
دریں سِن اگر بودے افراسیاب   ہمی گشتی از دیدنِ فیل آب

---

1. پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، ص: ۴۵۲
2. " " " ، ص: ۴۵۶
3. کلیاتِ کلیم، نسخہ ب، ورق ۸۹ الف
4. عملِ صالح، جلد اول، ص: ۵۳۳
5. " " " ، ص: ۴۶۴ - عمل صالح، جلد اول، ص: ۵۲۲ - کلیاتِ کلیم، ورق: ۶۰ ب
6. " " " ، ص: ۴۷۳ - سرو آزاد، ص: ۹۵
7. کلیاتِ کلیم، ورق: ۶۰ ب
8. پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، ص: ۴۹۱

Marfat.com
Marfat.com

کلیم نے ایک اور قطعہ لکھا جس میں شہزادہ اورنگ زیب کی بہادری کی تعریف ہے اور اس میں شہزادے کے ہاتھی سے مقابلہ کرنے کی تفصیلات ہیں ؎

شیر دل شہزادہ فطرت بلند اورنگ زیب — آب شمشیرش بآتش دعوی پیکار کرد
در حضور ثانی صاحب قران شاہجہان — جرأتش با فیل مست آہنگ گیر و دار کرد
نیزہ اش چون از سر آن فیل جوئی خون کشاد — سیل گفتی سوی دشت آہنگ از کہسار کرد
رخش آن رستم دل از آسیب فیل از پا فتاد — جان فدای شہسوار عرصہ پیکار کرد[2]

۹ ربیع الاول ۱۰۴۳ھ[3] صادق خان میر بخشی نے وفات پائی۔ مرحوم آصف جاہ کے بہنوئی ہوتے تھے اور خود شہنشاہ نے تعزیت کی رسم ادا کی تھی اس عزت افزائی کے نتیجہ میں ملک الشعراء کلیم نے بھی اپنا فرض سمجھا کہ قطعہ لکھ کر اظہار تعزیت کرے چونکہ مرحوم کا تعلق شاہی خاندان سے تھا اس لیئے غالباً دو تاریخیں اس کے قلم سے تراوش ہوئیں، پہلے قطعہ کا مقطعہ مذکور ہے۔

سال تاریخ این چنین ماتم — "بچہ ایست غیر از قضیہ جانسوز" (۱۰۴۳ھ)

دوسرے قطعہ کے دو شعر یہ ہیں ؎

رفت صادق خان ز دہر آن نور چشم مردمی — در غمش چو مردمک خونابہ آشامیم ما
گفتمش مارا بما بگذار تاریخ این سبی است — "بے وجود صبح صادق تیرہ ایامیم ما"[4] (۱۰۴۳ھ)

جلوس کے ساتویں سال موسم گرما کے آغاز پر شاہجہان نے سیر کشمیر کا ارادہ کیا۔[5] ۳ شعبان ۱۰۴۳ھ کو سواری شاہانہ اکبر آباد سے پنجاب کی طرف روانہ ہوئی۔ کلیم نے اس کی تاریخ کہی ہے ؎

شاہ جہان و ثانی صاحب قران کہ چرخ — از خاک درگہش بہ جہان آبروی داد
آمد بہ سیر گلشن لاہور چوں بہار — گلہای خاطر ہمہ را رنگ و بوی داد
تاریخ این عطیۂ کبریٰ سپہر گفت — "پنجاب را سعادت جاوید روی داد"[6]

---

[1] بادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، ص ۴۹۱

[2] کلیات کلیم، ورق: ۶۶ ب۔ شعر العجم، جلد سوم، ص ۲۱۲ ——— اس واقعہ کے متعلق مولانا شبلی سے ایک سہو ہوگیا ہے۔ "عمل صالح موسوم بہ شاہجہان نامہ، جلد اول، ص: ۵۴۰" سے جو حوالہ لیا گیا ہے وہ آغاز سال ششم از جلوس مبارک یعنی ۱۰۴۲ھ کا ہے اور مولانا نے شعر العجم میں "واقعات ۱۰۴۱ھ" لکھا ہے۔ ممکن ہے یہ کاتب کی غلطی ہو۔

[3] مآثر الامراء، جلد دوم، ص: ۶۹۲ ——— "صادق خان پسر آقا طاہر در عہد جہانگیری بمنصب درخور سربلندی یافت۔ سال ہشتم جلوس بخطاب خانی مورد نوازش شد و سال نہم بہ تعلقۂ بخشگیری و از اصل و اضافہ نامور افراشت۔ در سال اول جلوس فردوس آشیانی ہمراہ شاہزادہ آمدہ دولت باریافت۔ حسب الالتماس یمین الدولہ، صادق خان بہ بحالی تعلقۂ بخشگیری و عطای قلمدان مرصع آب رفتہ بجو آورد و سال ہشتم، نہم ربیع الاول ۱۰۴۳ھ ہزار و چہل و سہ ہجری برحمت ایزدی پیوست۔"

[4] کلیات کلیم، ورق: ۱۵۹ الف۔ [5] بادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص: ۴۰۔ [6] کلیات کلیم، ورق ۱۰۸ ب

Marfat.com
Marfat.com

شاہجہان نے دہلی سے نکل کر بمقام پالم "پارکاب" کیا اور وہاں شکار کھیلا۔ ایک دن میں چالیس[۴۰] ہرن شکار کئے بادشاہ کے مہارتِ نشانہ کا یہ عالم تھا کہ دوبارہ گولی چلانے کی نوبت نہ آتی اور دہلہ اول ہی پر ہرن ختم ہو جاتا۔ کلیم نے اس واقعہ کے متعلق جو رباعی رقم کی ہے۔ اس میں مبالغہ انتہا کو پہنچ گیا ہے ؎

چوں شاہِ جہان پادشہ شیر شکار   افگند بہ پالم پئے نخچیر گذار
روزے بہ تفنگِ خاص بآن چل آہو   افگند کہ نفگند بہ یک صید دوبار[۱]

۱۰۴۴ھ میں شہنشاہ شاہجہان نے تختِ طاؤس تیار کروایا۔ حاجی محمد جان قدسی اور دیگر معاصر شعراء نے اس کی تاریخیں لکھیں[۲]۔ کلیم نے بھی ایک قطعہ سپردِ قلم کیا جس کا مطلع ہے ؎

پادشاہا! پایہ تخت بود تاج سپہر   دولتِ گردوں نگوںش یکسر وچار افراست[۳]

اسی سال یعنی ۱۰۴۴ھ میں تین مبارک و مسعود واقعات ظہور پذیر ہوئے[۴] اور کلیم نے ان سب کو ایک قصیدہ میں سمو دیا ہے۔ صاحبِ عمل صالح اس کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔

"یگانہ شاعرِ نادر سخن، جادو کلام طالبائی کلیم نیز قصیدہ در تہنیت اعیاد ثلثہ عید نوروز و عید فطر و عید قدوم اسعد بہ دار الخلافہ عظمیٰ سمت نظم دادہ و چند بیت در تعریف آن برج شمس و قمر در ضمن آں درج نمودہ و آں ابیات کہ بادشاہِ دقیقہ سنج، ہنر نوازِ اُورا سر بہ زر وزن نمودہ بی ملاحظہ ترتیب با مطلع دریں نامۂ نامی ایراد یافتہ[۵] ؎

"نجستہ مقدم نوروز و غرۂ شوال   فشاندہ اند گلِ عیش بر سرِ مہ و سال"

قصیدہ کافی طویل ہے۔ ۱۶۰ اشعار پر مشتمل ہے اور کلیات میں مکمل درج ہے اس لیے صرف زیرِ بحث موضوع سے متعلق چند اہم اشعار یہاں پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے ؎

نجستہ مقدم نوروز و غرۂ شوال   فشاندہ اند گلِ عیش بر سرِ مہ و سال
بنرم عیش دو جامست در کفِ ساقی   ضرور تست بلی ایں دو عید را دو ہلال

۱۔ بادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصۂ دوم، ص: ۷

۲۔ عمل صالح، جلد دوم، ص: ۸۸ — تاریخ اتمام (تختِ طاؤس) را قدسی "اورنگ شاہنشاہِ عادل" یافتہ۔

۳۔ کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۵۸

۴۔ مفتاح التواریخ، ص: ۲۴۳، سرو آزاد، ص: ۷۸ — ان تذکرہ نگاروں نے ۲ واقعات لکھے ہیں، لیکن معاصر تاریخوں اور خود کلام کلیم کی داخلی شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ تین واقعات ظہور پذیر ہوئے تھے، شعر ملاحظہ ہو۔

ہلالِ دلفروستی اہلِ اکبر آبادم   کہ از سہ عید گرفتند کام دل امسال

۵۔ عمل صالح، جلد دوم، ص: ۸۸، بادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصۂ دوم، ص: ۸۴

Marfat.com
Marfat.com

هلالِ دلخوشیِ اہلِ اکبر آبادم | کہ از سہ عید گرفتند کامِ دل امسال
بچشمِ مردمِ دارالخلافہ عید نو نیست | غبارِ موکبِ شاہِ جہان، جہانِ جلال
شرف پذیرد نوروز در چنین عیدی | کہ بادشاہ نشیند بہ تختِ استقلال
بوصفِ تختِ مرصع گہر فشاں گشتم | خدا نصیب کند عمرِ خضر و طولِ مقال

۱۰۴۵ھ میں پھر ججھار سنگھ بندیلہ کی بغاوت نے سر اُٹھایا۔ اس کی سرکوبی کے لیے فوجِ شاہی روانہ کی گئی اور آخرکار خانِ زمان و فیروز جنگ کی سرکردگی میں لشکرِ شاہی نے گونڈ قبائل کی مدد سے ججھار سنگھ کو کیفرِ کردار تک پہنچایا اور باغیوں کے سروں کو مع مالِ غنیمت کے دارالخلافہ پہنچا یا گیا۔ کلیم نے ان احوال پر مشتمل (۳۶۱) اشعار کی ایک طویل مثنوی لکھی ہے جس کے چند اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں:[۲]

بگویم قصۂ ججھار مردود | کہ آغازش چہ و انجام چوں بود
ہمیشہ در دکن تا بود پیکار | در آں لشکر کمک می بود ججھار
اگر گاہی بخود اندر وطن بود | پسر از جانبِ اُو در دکن بود
در ایامی کہ سالِ ہشتمین بود | کہ شہ فرماندہ روئے زمین بود
پسر برگشت و کارِ اُو دگر شد | بنائے دولتش زیر و زبر شد
ہمیں اُو با پسر زانجا بدر رفت | دوگامی عید بسمل پیشتر رفت
از و اسباب و اسپ و فیل و مالش | بدستِ لشکر آمد با عیالش
سرِ بے مغز را بالا کشیدن | چو ناخن در عقب دارد بریدن
دو سر بر یک سناں یکبار در شد | حبابِ ہر دو آخر سر بسر شد

۱؎ ماثر الامرا، جلد دوم، ص: ۲۱۴، ۲۱۵

"پسر راجہ برسنگھ دیواست۔ بعد فوت پدر بخطاب راجگی و منصب مناسب ترقی کردہ تا آخر عہد جنت مکانی بمنصب [illegible] شدہ، پدرِ اُو مال بسیار فراہم کردہ بود۔ بمقتضائی الخائن خائف واہمہ بخاطر راہ دادہ۔ پس از چند روز نیم شبی از اکبرآباد فرار نمودہ۔ چوں ایں خبر بعرض پادشاہ رسید مہابت خان خانخاناں با کثرے از امرائی حضور بر سر اُو تعین یافت۔ ججھار سنگھ ناچار توسل مہابت خان جستہ درخواست عفو جرائم نمود۔ پادشاہ قبول ایں معنی فرمود۔ شار الیہ بخطاب راجگی نامور گردید۔ پس از رسیدن بوطن سال ہشتم باغوائی طبیعت فساد سرشت بھیم نرائن زمیندار چوراگڈھ بقتل رسانید۔ طایفہ گونڈ آں ہر دو را مطابق سنہ ۱۰۴۴ھ بقتل رسانیدند۔ خانہ دران سرہائی ہر دو را بریدہ نزد فیروز جنگ آوردند۔"

۲؎ کلیاتِ کلیم، لدن، ۱۰۴ الف - ۱۱۵ ب

Marfat.com
Marfat.com

شہنشاہِ اکبر کے عہد سے شاہجہان کے عہد تک (یعنی ۱۰۰۴ھ سے ۱۰۴۵ھ تک) تقریباً ۴۰ سال سے دکن کی تسخیر کی کوشش جاری تھیں خود شاہجہان نے اپنے جلوس کے بعد سے ۱۰۴۵ھ تک دو دفعہ یہاں کے مختلف قلعے فتح کئے تھے اور فتوحات کا سلسلہ جاری تھا مگر منصوبۂ فتح پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ رہا تھا کیونکہ سلاطینِ دکن ۱۰۲۶ھ سے باجگذار تو ہو گئے تھے لیکن یہ باجگذاری صرف برائے نام تھی کیونکہ دکنی سلطنتیں ملک عنبر کے پردے میں شمال کی ہر دست درازی کا جواب دے رہے تھے اور دکن کا سیاسی توازن برقرار رکھنے کے لیے ہر طرح مدافعت پر آمادہ تھے اور ساتھ ہی سلاطینِ مغلیہ بھی تسخیرِ دکن پر تُلے ہوئے تھے چنانچہ جنگوں کے اس تسلسل سے مجبور ہو کر ۱۰۴۵ھ میں شاہجہان بہ نفسِ نفیس دکن روانہ ہوا بقول کلیم ایک سال میں ایسے چالیس[۴] قلعے فتح کیے جن کا ایک ایک قلعہ اپنے استحکام کی وجہ سے ناقابلِ تسخیر تھا اس شاندار کارنامہ پر کلیم نے حسبِ ذیل رباعی تحریر کی۔

شاہا! بجنت کشورِ اقبال گرفت ... تیغت ز عدو ملک و سرو مال گرفت
چل قلعہ بیک سال گرفتی کہ بکیش ... شاہان نتوانند بہ چل سال گرفت[۵]

ہر سال قمری مہینے کے لحاظ سے روایتاً شہنشاہ کو سالگرہ کے موقع پر زر و جواہر میں تول کر غرباء میں تقسیم کیا جاتا تھا اور اربابِ ہنر کو ازراہِ قدردانی صلے عطا کئے جاتے ۔ جاگیریں عنایت ہوتی تھیں چنانچہ ۱۰۴۵ھ میں جشنِ وزنِ شہنشاہ کے موقع پر کلیم نے جو قصیدہ نظم کیا تھا وہ صرف کلیات میں دستیاب ہوتا ہے اس کے اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اسی سال یعنی ۱۰۴۵ھ میں لکھا گیا تھا کیونکہ اس میں چالیس قلعوں کی تسخیر کا تذکرہ ملتا ہے ۔ اس قصیدے کے چند اشعار یہاں پیش کئے جاتے ہیں ۔

صاحبقران ثانی کز حسنِ عہدِ او ... گلزارِ دہر رونقِ باغِ جنان گرفت
سامانِ عید وزنِ مبارک ہمی کند ... دوراں کہ جملہ حاصلِ دریا و کان گرفت
دوراں ز خوانِ حشمتِ شاہی بجشنِ وزن ... اعداقی نہ فلک را یک بیرہ پان گرفت
تعدادِ قلعہا و فتوحاتِ چوں کنم ... ہر روز کشوری شہ گیتی ستان گرفت
حکاکِ تیغ کند برو نامِ فتح را ... ہر قلعہ را کہ ہمچو نگین در میان گرفت
چل قلعہ فتح شد کہ یکی زاں دو گیر بود ... کان را نمی تواں بہ کمند و کمان گرفت
زاں گونہ مرتفع کہ اگر قلعہ دار آں ... راضی شود تواں کمک از آسمان گرفت[۶]

---

[۴] شاہنامہ کلیم، ورق: ۱۹۸ب ۔ پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص: ۱۸۱

[۵] عمل صالح، جلد دوم، ص: ۱۹۳

[۶] کلیات کلیم، ورق: ۲۶ب

Marfat.com
Marfat.com

۲۴ ذی الحجہ ۱۰۴۶ھ کو شہزادہ اورنگ زیب کی رسم شادی دختر شاہنواز خان بن مرزا رستم صفوی کے ساتھ منعقد ہوئی اور کلیم نے یہ تہنیتی قطعہ تحریر کیا جس کے دو شعر یہ ہیں ؎

فلک رتبہ اورنگ زیب آنکہ ایزد — کہ اقبال در سایہ اش آرمیدہ
خرد بہر تاریخ تزویج گفتا — "دو گوہر بیک عقد دوراں کشیدہ"[1] (۱۰۴۶ھ)

لشکر شاہی نے سال کے اختتام پر بہوجپور موقوعہ صوبۂ بہار اور دوسرے گیارہ قلعہ جات فتح کیے[2]۔ کسی تذکرے میں اس رباعی کا حوالہ نہیں جس سے تاریخ نکلتی ہے لیکن کلیات میں ملتی ہے جو یہاں درج کی جاتی ہے ؎

از جلوۂ شاہدانِ فرخ پئے فتح — داد از پئے ہم ساقی دوراں مئے فتح
تاریخ فتوحاتِ شہنشاہِ جہاں — کلکم بہ نوشت آمدہ "فتح از پے فتح"[3] (۱۰۴۶ھ)

۱۰۴۶ھ میں شاہجہان نے "قصر آگرہ" کی تعمیر کا حکم صادر فرمایا اور اس کے ساتھ بہت سی عمارتیں تعمیر ہوئیں مثلاً ایوان، حمام شاہی اور چند مثمن عمارات، ہر ایک پر کلیم نے قطعہ یا مثنوی ضرور لکھی ہے۔ تفصیلات کی مطابقت کے لئے اس کے کلیات سے دستیاب ہونے والے قطعات کے چیدہ چیدہ اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس عظیم الشان قصر کے متعلق دو اشعار یہ ہیں ؎

ز شانِ تست گر پر خست بہ بالاست — نفل مغز بالا پوست را جاست
نمود از رفعتِ شانت عیان است — مگر خشتش ز خاکِ سرکشانست[4]

دولت خانۂ خاص کے مقابل ایک ایوان تعمیر ہوا جو ۵ ½ مربع گز رقبہ زمین پر مشتمل تھا[5]۔ اس کے متعلق کلیم نے جو مثنوی تحریر کی اس کے چند بیت یہ ہیں ؎

بہ رفعت چوں کنم تعریفِ ایوان — گذارد قافیہ را نسبت بہ کیوان
در دو شاہجہاں مسند نشین است — کہ این سربلندی بیش ازیں است[6]

صاحب پادشاہ نامہ لاہوری اسی ایوان سے متصل ایک حمام کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

---

[1] پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول حصہ دوم، ص : ۲۶۹ ؛ عمل صالح، جلد دوم، ص ۲۴۲
[2] " " " ، ص ۱۰۲ ـــ "اتفاقاً حصار بہوجپور را کہ حاکم نشین آں سرزمین است و بر تابِ داشتن طالع در انجا متحصن گشتہ بود ما مرہ نمود ...... یازدہ قلعہ دیگر کہ در آں نزدیکی بود مفتوح شد"
[3] کلیات کلیم، ورق : ۲۱۱ ب — [4] کلیات کلیم، ورق ۱۹۵ ؤ
[5] پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص : ۲۲۸ — [6] کلیات کلیم، ورق ۱۹۵ ؤ

Marfat.com
Marfat.com

"متصل آن (ایوان) حمامی مشتمل بر منازل متعددہ کہ بر دریائے چون .... اں طرف آب اشراف دارد[1]"

اِس حمام کی تکمیل پر کلیم نے یہ اشعار سپردِ قلم کئے تھے ؎

زہی از تو روئی طراوت سفید | صفارانِ تو گرم پشت اُمید
سرورِ دل و راحتِ جاں توئی | بعالم قدم گاہِ پاکان توئی
وزد بادِ قہرش چو بر روزگار | زحمام بر رو نشیند غبار
بود آتش و آب را تا فروغ | زرویش بود مہر و مہ با فروغ[2]

دوسری عمارت جو سنگ مرمر سے مثمن شکل میں بنائی گئی تھی اس کا قطر ۸ گز تھا۔ اس میں تین شہ نشین بھی تھے[3]۔ کلیم نے دو چھوٹی مثنویاں اِن کی تعمیر کے بعد لکھی تھیں، جن کے چیدہ اشعار درج ذیل کئے جاتے ہیں

ندارد کشش جہت چون ایں مثمن | کہ باشد ہفت چرخش زیرِ دامن
ملایک چوں کبوتر در رواقش | ثریا کوزۂ نرگس بہ طاقش
مسرت فزا، دلکشا، دل نشین | غبار درش آبروئے زمین
ز نور و فضا در نظر آئینہ است | بر و نقشِ چین رنگ بر آئینہ است[4]

اپنے اسلاف کی طرح شاہجہان کو شکار کا بہت شوق تھا اور ضرورتاً دورانِ شکار میں شاہ کو چند دنوں شکار کے لیئے قیام بھی کرنا پڑتا تھا۔ ۱۰۴۶ھ میں حکم شاہی سے "صیدگاہ باری" میں تالاب باری کے کنارے دو سال کے عرصہ میں ایک لاکھ چالیس ہزار روپے کے صرفہ سے سنگِ سرخ سے ایک محل تعمیر ہوا جو "بلال محل" کے نام سے موسوم ہوا[5]۔ اس تعمیر کی توثیق کلیم کے مندرجہ ذیل اشعار سے ہوتی ہے ؎

پادشاہِ زمانہ شاہجہاں | شد بعہدش شگفتہ گلشنِ عیش
نذرِ صاحبقرانِ ثانی کرد | دہر کشتِ مراد و خرمنِ عیش
طرح در "صیدگاہِ بارے" کرد | ایں بنا را کہ شد نشیمنِ عیش

---

[1] پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص: ۲۳۸ [2] کلیاتِ کلیم نسخہ ب، ورق: ۱۲۶ الف ب
[3] پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص: ۲۳۹۔
[4] کلیاتِ کلیم، ورق: ۹۷ ب
[5] پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص: ۲۳۴

Marfat.com
Marfat.com

گشت تاریخ سالِ اتمامش "عیدگاہِ نشاط و مسکنِ عیش[1]" (۱۰۴۶ھ)

افسوس کہ صیدگاہِ باری کا محلِ وقوع ہمارے مستعملہ کسی ماخذ سے متعین نہ ہو سکا البتہ بادشاہ نامہ لاہوری میں اس شکارگاہ کا ذکر اکثر جگہ آیا ہے جس سے اس بات کی تصدیق تو ہوتی ہے کہ اس نام کی کوئی شکارگاہ تھی۔

۱۰۴۶ھ میں ایک مسجد اجمیر میں زیرِ تعمیر تھی، شاہجہان نے اسی نامکمل مسجد میں نماز ادا کی چنانچہ ۱۰۴۷ھ میں وہ پایۂ تکمیل کو پہنچی اور بے بدل خان گیلانی[2] داروغۂ زرگرخانہ اور ابو طالب کلیم نے ایک ایک قطعہ لکھا جس سے تاریخ اتمام نکلتی ہے۔ عبدالحمید لاہوری نے صرف بے بدل خان کا مصرعہ "قبلۂ اہلِ زماں شد مسجدِ شاہ جہاں[3]" ہی درج کیا ہے، کلیم کی تاریخ نہیں دی ہے مگر کلیاتِ کلیم[4] میں مکمل قطعہ موجود ہے۔ جو اسی مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں لکھا گیا ہے۔ اس کی تین وجوہ ہیں۔

۱۔ اس کے مقطعۂ تاریخی سے سنہ ۱۰۴۷ھ کا استخراج ہوتا ہے۔

۲۔ ایک شعر سے داخلی شہادت ملتی ہے۔

داده ایمن حرمتِ اجمیر را فیضِ حرم سرنوشتِ ساکنانش نیست جز خطِ امان

۳۔ کلیم نے سعیدائے گیلانی کے بعد یہ قطعہ تحریر کیا ہے اور اس کے اس مصرعہ میں تعریض ہے ؎

من نگویم کعبۂ لیک ایں قدر گویم کہ ہست

سعیدائے گیلانی نے "قبلۂ اہلِ زمان" کہا ہے اور کلیم نے "کعبۂ حاجاتِ دنیا" کہہ کر شعر کو بہتر بنا دیا ہے۔ وہ اس کے محرابوں کو "قبلہ گاہِ آرزو" کہہ سکتا ہے۔ "کعبۂ ثانی" کہتا ہے لیکن "کعبہ" کہنے کو تیار نہیں کیونکہ مبالغہ میں بھی وہ تقدیس تحریمِ کعبہ برقرار رکھنا چاہتا ہے۔

اس قطعہ کے سلسلہ میں صاحب عمل صالح[5] سے ایک اختلاف ہو رہا ہے۔

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق: ۶۸ ب

[2] ماثرالامرا، جلد اول، ص: ۴۰۵۔ "بے بدل خان سعیدائے گیلانی در عہد جنت مکانی [illegible] در سلک ملازمان پادشاہی انتظام یافت۔ در عہد فردوس آشیانی بوسیلۂ معاملہ فہمی و کاردانی بخطاب بے بدل خان امتیاز گرفتہ۔ متھا بہ داروغگی زرگرخانۂ [illegible] اختصاص داشت و سریر مرصع (کہ موسوم بہ تخت طاؤس بود) باہتمامِ او در مدت ہفت سال صورت اتمام یافتہ۔ در جلدو [illegible]

[3] بادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصۂ دوم، ص ۲۲۵

[4] کلیاتِ کلیم، ورق ۴۴ ل

[5] عمل صالح، جلد سوم، ص ۵۵

Marfat.com
Marfat.com

۱۔ سنہ ۱۰۵۷ھ کے وقایع میں تعمیر شاہجہان آباد کی جو تفصیلات درج ہیں اس قطعہ کو انہوں نے اسی سلسلہ میں تعمیر ہونے والی جامع مسجد سے متعلق کیا ہے جو صحیح نہیں ہے کیونکہ مسجد کی تعمیر ۱۰۴۷ھ میں اجمیر میں ہوئی اور ثبوت کے لیے قطعہ مذکورہ کے دو شعر دوبارہ پیش کئے جاتے ہیں۔

دادہ ایمن حرمت اجمیر را فیض حرم سرنوشت ساکنانش نیست جز خط امان

مسجدش کان کعبۂ ثانیست تاریخش بود "کعبۂ حاجات دنیا مسجد شاہجہان" ۱۰۴۷ھ

۲۔ مفتاح التواریخ میں اس مسجد کی تعمیر کا ذکر ۱۰۴۷ھ میں ہے اور یہی مقطعہ پیش کیا گیا ہے جو صحیح ہے۔

۳۔ صاحب عمل صالح نے جو مقطعہ تاریخ دیا ہے اس سے ۱۰۶۷ھ نکلتا ہے۔ "قبلۂ حاجات آمد مسجد شاہجہان" ۱۰۶۷ھ اس لحاظ سے اس واقعہ کا ذکر ۱۰۵۷ھ کے وقایع میں نہیں ہونا چاہیے تھا کیونکہ جو مقطعہ دیا گیا ہے اس سے ۱۰۵۷ھ نہیں ۱۰۶۷ھ نکلتا ہے۔ عمل صالح کے پورے مقطعہ تاریخی میں تعمیہ و تخرجہ بھی نہیں ہے اور کوئی طریقہ اس پر منطبق نہیں ہوتا۔

۴۔ عمل صالح میں مذکورہ قطعہ کے ۸ شعر نقل ہیں اور من جملہ اور اختلافات کے مقطعہ میں بھی اختلاف ہے اور تذکروں و غنی کاشمیری کا قطعہ تاریخی شاہد ہیں کہ کلیم ۱۰۶۱ھ میں انتقال کر چکا تھا شاید فاضل مورخ کو غلط فہمی ہو گئی ہے یا قطعہ کے نقل کرتے وقت شاید تاریخ کی طرف خیال نہیں گیا۔ دوسرا خیال یہ بھی آتا ہے کہ کلیم کا وہ قطعہ جو اس نے مسجد اجمیر کی تعمیر کے بعد لکھا تھا اس کا آخر مصرعۂ تاریخ محمد صالح کو یاد نہیں رہا اور نہ سنہ و وجہہ تحریر اور ایک مصرعہ جو کسی اور شاعر کا تھا اور کسی اور مسجد سے متعلق تھا موصوف نے ایک دوسرے سے مخلوط کر کے اپنی مطلوبہ تاریخ نکال لی کیونکہ مسجد اجمیر والے قطعہ کے مصرعۂ تاریخی میں ۲ لفظوں "قبلہ" کی بجائے "کعبہ" اور "آمد" کی بجائے "دنیا" کے تغیر سے ۱۰۴۷ھ کی بجائے ۱۰۶۷ھ ہو جاتا ہے۔

۱۰۴۷ھ تک کلیم نے "شاہنامۂ شاہجہانی" قلمبند کرنا شروع کر دیا تھا جس کا ثبوت محمد امین قزوینی کے ان جملوں سے ملتا ہے۔

"در اوقات اُو نیز لالی مضمون مشحون "پادشاہنامہ" را بہ رشتہ نظم می کند و این دو کتاب کہ اُو (کلیم) و حاجی محمد جان قدسی نظم می کنند، بعد از اتمام مقبول خاص و عام خواہند بود[۵]"

کلیات کلیم میں دو قطعے موجود ہیں جن میں سے ایک قطعۂ تاریخی ہے اور اس کے مقطع سے ۱۰۴۷ھ نکلتا ہے۔ ان کے عنوانات اور اشعار کے بغور مطالعہ سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ اس سال ایک "مرقع گلشن" تیار ہوا تھا جو جنت مکانی (شہنشاہ جہانگیر) کے عہد میں شروع ہوا تھا اور صاحبقران ثانی شاہجہان کی "حسن سعی" سے اختتام کو پہنچا ہے[۵]

---

[۴] مفتاح التواریخ، ص: ۲۴۴

[۵] پادشاہ نامہ قزوینی، ورق: ۲۷۴ ب
(سنہ ۱۰۴۷ھ کے وقایع میں یہ عبارت درج ہے)

Marfat.com
Marfat.com

طرحِ ایں گلشن شہ جنت مکاں کرد از نخست — ایں زماں لیکن گُلِ اتمام باز آوردہ است
حسنِ سعیِ ثانیِ صاحبقران شاہ جہان — آبِ شادابیش اندر جوئبار آوردہ است[1]

اس کی تیاری استادانِ فن کے موقلم سے ہوئی ہے۔ ہزاروں "نقش بدیع" کے انتخاب کے بعد زمانہ نے اس کو "مرقع شاہجہان" نام دیا ہے اور اس کی تاریخ کا کلیم نے "مرقع بے مثل و بے بدل" (۱۰۴۷ھ) سے استخراج کیا ہے۔ مرقع رقع سے مشتق ہے۔ اس کے لغوی معنی تصاویر کا مجموعہ ہے۔ جیسے انگلش میں البم کہا جاتا ہے۔

معاصر یا متاخر، مورخ و تذکرہ نگار۔ فہرست نگار و مغلیہ مصوری و فن تعمیر کے ماہرین کی متحصلہ کتب سے استفادہ کیا گیا، تمام اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے سے قاصر ہیں۔ البتہ حسین پر تو بیضائی کاشانی نے "دیوانِ کلیم کاشانی" کے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے۔

"یکی از آثار پر بہائی شاہجہان کہ بدست جہانگیر پدر وی شروع و بہ ہمت شاہجہان تکمیل شدہ مرقع گلشن است کہ اکنوں در موزہ سلطنتی ایران می باشد و شاید جزو نفایسی است کہ نادرشاہ افشار از ہند با ایران آوردہ۔ ایں مرقع را نویسندۂ سطور ندیدہ اما شرحی از آن در یکی از نشرات ادارہ کل باستان شناسی درج و نمونہ ہای از خطوط و تصاویر آں گراور شدہ و از آن جملہ تصویر شاہجہان و فرزندش دارالشکوہ می باشد کہ گراور ایں تصویر در صفحۂ قبل بہ نظر خوانندگان می رسد۔

مرقع مزبور مجموعۂ گراں بہائی است از خطوط اساتید خط و تصاویر متعدد از سلاطین و علماء و ہنر مندان ایران و ہند و خانوادہ سلطنتی جہانگیر و شاہجہان کہ تصاویر مزبور بقلم بزرگترین نقاشان آن عصر ہندوستان ترسیم شدہ۔"[2]

اس بیان کے سوا ہمارے پاس کوئی اور موثق حوالہ نہیں۔ جسے ہم سند کے طور پر پیش کر سکیں اس لیے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۰۴۸ھ کا آغاز ہوا۔ شاہجہان نے دولت خانہ سہرند میں نزول فرمایا یہ عمارت باغ حافظ رخنہ سے متصل تھی شاہ نے وہاں "دولت خانۂ خاص" اور "خواب گاہ والا" تعمیر کرنے کا کام میر علی اکبر کروری فوجدار سہرند کے تفویض کیا تھا جو اس سال تعمیر ہو گئے تو شاہ اس میں رونق افروز ہوئے اس کی توثیق پادشاہ نامہ لاہوری کی اس عبارت سے ہوتی ہے۔[3]

"ہژدہم جمادی الثانیہ بدولت خانہ سہرند کہ پیوستہ باغ حافظ رخنہ بنا شدہ تشریف فرمودند۔"[4]

۱۔ کلیاتِ کلیم، ورق: ۶۵ و
۲۔ دیوانِ کلیم کاشانی، ص: ح
۳۔ پادشاہ نامہ لاہوری، جلد دوم، ص: ۱۱۶
۴۔ پادشاہ نامہ لاہوری، جلد دوم، ص: ۱۱۵

Marfat.com
Marfat.com

کلیم نے دو مثنویاں سپردِ قلم کیں۔ مثنوی کے اشعار اور پادشاہ نامہ لاہوری کی تفصیلات ایک دوسرے کی موافقت کرتے ہیں[1]؎

زہی عرش بنیاد دولت اساس — چو خورشید در آسماں روشناس
کند نقش گلزار جزو آشکار — کشد گر گلی می نماید بہار
بر آوازۂ خوبیت ردم و چین — سرائے شہنشاہ باید چنین
رقم دید آخر بہ لوحِ ازل — "سرائے شہنشاہ والا محل" ۱۰۴۸ھ

دوسری مثنوی کے تین شعر نقل کئے جاتے ہیں؎

دیدہ نظارہ وقفِ حیرت است — زین بنا کار آگاہِ دولت است
چوں تمامی یافت ایں رشکِ بہار — گوہرِ تاریخ ہا کردم نثار
لیک تاریخی کہ لایق شہرتست — "قصرِ اقبال و محلِ دولت است[2]" ۱۰۴۸ھ

"گوہرِ تاریخ ہا کردم نثار" اور "لیک تاریخی کہ لایقِ شہرتست" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کئی تاریخیں نکالی تھیں لیکن مندرجہ بالا شاید زیادہ پسند آئیں جنہیں اس نے "لایقِ شہرت" سمجھ کر پیش کیا ہے۔

شاہجہان ۱۰۴۳ھ میں جب سیرِ کشمیر کے لیئے گئے تھے، اس وقت مناسب مقامات پر عارضی قیام کی غرض سے چند عمارتیں تعمیر کرنے کا حکم صادر کیا تھا، چنانچہ ان ہی عمارتوں میں ایک ایوان بھی تھا جو ایک حوض کے درمیان تعمیر ہو رہا تھا۔ ۱۰۴۹ھ میں وہ مکمل ہوا[3]۔ کلیم اس زمانہ میں شاہنامہ نظم کرنے کے سلسلہ میں مقیم کشمیر تھا ممکن ہے اس نے خود مشاہدہ کیا ہو چنانچہ یہ رُباعی اس عمارت کی تاریخ اتمام پر تحریر کی؎

ایں خانہ نگاہ را عنان گیر بود — حوضش مرآتِ مہر تنویر بود
تاریخ بنائی ایں ز معمارِ خرد — جستم گفتا "زینتِ کشمیر بود[4]" ۱۰۴۹ھ

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۳۹ ب تا ۱۴۰ الف، ب

[2] Mughal poetry (By) Dr. Hadi Hasan. P.38 پر ان مثنویوں کی وجہ تحریر "تعمیرِ قصرِ آگرہ" لکھی ہوئی ہے لیکن تاریخی مواد کی رو سے تعمیرِ قصرِ آگرہ ۱۰۴۶ھ میں ہوئی اور مثنویوں کے اشعار و پادشاہ نامہ لاہوری کی عبارت کو بغور پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنویاں "دولت خانہ سہرند میں تعمیر ہونے والے" محلِ مقدس و "دولت خانۂ خاص" کے متعلق لکھی گئی ہیں، قصرِ آگرہ کے بارے میں نہیں۔

[3] پادشاہ نامہ لاہوری، جلد دوم، ص: ۲۶ "میان حوض عمارتی طنبی دہ گز در ہشت گز طولانی آن دو ایوان سنگین .... بنا نہند"

[4] کلیاتِ کلیم، نسخہ ب، ورق: ۳۴۴ الف

Marfat.com
Marfat.com

کلیاتِ کلیم میں ایک قطعہ تاریخی ہماری نظر سے گذرا اس کی وجہ ارقام کی تصدیق معاصر تاریخ پادشاہ نامہ لاہوری سے بھی ہوتی ہے۔ ۱۰۴۹ھ کی شب برات[1] کے موقع پر حکم شاہی سے علی مردان خان نے دولت خانہ خاص و عام پر چوب بندی کرکے چراغان کیا تھا اور شاہجہان نے جھروکے میں برآمد ہوکر "چراغان" کا تماشہ دیکھا۔ اس قطعہ کا مصرعۂ اول ہے ؎ "غبار دیدہ بدر رفتہ باد ازین خرگاہ[2]" اور مطبوعہ نسخہ میں "خرگاہ" کی بجائے "درگاہ" لکھا ہے۔ پرانی اصطلاحات کی رو سے "درگاہ" سے مراد خلوت یعنی دیوانِ خاص لیا جاتا تھا اور "بارگاہ" سے مراد جلوت (اصطلاح آصفی میں "جلوخانہ") یعنی دیوانِ عام اور "خرگاہ" کے لغوی معنی ہیں "خیمۂ عارضی" چونکہ یہ چوب بندی کا کام عارضی خیمہ زنی کے مترادف تھا اس لیئے وہاں "خرگاہ" کا لفظ ہی موزوں ہوگا۔ مقطعۂ تاریخی یہ ہے ؎

چو یارگاہِ شہنشاہ بود تاریخش "اتاق و بارگہ پادشاہ" آمدہ است[3] ۱۰۴۹ھ

اسی سال ۲۵ رشوال ۱۰۴۹ھ شاہجہان سیرِ کشمیر کے قصد سے روانہ[4] ہوا موسم زمستان تھا اور شاہ فروردی میں کھلنے والے شگوفہائے شفتالو وگلِ ریحان کے حسن سے لطف اندوز ہونا چاہتے تھے۔ راجہ جگت سنگھ کو چشموں کے دہانوں سے برف ہٹوا کر راستے صاف وقابلِ عبور بنانے کا حکم شاہی صادر ہوا تھا۔ بظاہر جاڑوں میں سیرِ کشمیر تعجب خیز امر معلوم ہوتا ہے لیکن بعض موسمی پھول دپھل کی بہار سے اسی مخصوص موسم میں بہرہ اندوز ہوسکتے ہیں۔ اسی لیئے غالباً شاہجہان نے موسم کی زحمت اٹھا کر سیرِ کشمیر کا ارادہ کیا تھا۔

کلیم کشمیر میں مقیم تھا بناء بریں اس نے اس موقع پر ایک قصیدہ تحریر کیا جس میں "زمستانِ کشمیر[5]" اور مقدمِ شاہ کا ذکر ہے۔ چند شعر پیش کئے جاتے ہیں جن میں برف باری کا نقشہ کھینچا ہے ؎

در عینک یخ نہان شد امسال — کشمیر کہ چشمِ روزگار است
تا تن از لرزہ گشتہ رقاص — دندان چو چغانہ گرم کار است
یخ بر سر کوچہ بندی آمد — نے راہِ پیادہ نے سوار است
امسال امید پشت گرمی — از مقدمِ شاہ کامگار است
آن شاہ جہانِ بختیاری — کا تبالش مملکت شکار است

۲۶ رمحرم ۱۰۵۰ھ کو شاہجہان نے باغ صفاپور کی سیر کی[6] جو دولت خانۂ شاہی سے کچھ دور واقع ہے اور

---

[1] پادشاہ نامہ لاہوری، جلد دوم، ص: ۱۶۷
[2] کلیاتِ کلیم، نسخہ ب، ورق: ۹۷ ب
[3] دیوانِ کلیم کاشانی، ص: ۸۲
[4] " " "
[5] پادشاہ نامہ لاہوری، جلد دوم، ص: ۱۷۹
[6] " " " " : ۱۵۰ ب
[7] " " " ص: ۱۸۹

جہاں آرا بیگم کے حکم سے اس میں ایک عمارت تعمیر کی گئی تھی اس کو آراستہ و پیراستہ کیا گیا تھا۔ بادشاہ نے چار روز تک وہاں قیام کیا اور سیر کے بعد دولت خانہ شاہی کو مراجعت کی۔ کلیم نے اس وقت ایک مثنوی سپرد قلم کی تھی جس کے تین شعر پیش کئے جاتے ہیں ؎

زہے دلکش بنائے چرخ پایہ ۔۔۔ جہاں از آب و رنگت برد مایہ
صفا پرور از تو زیب روزگار است ۔۔۔ بہار از پہلوی گل نامدار است
از ان منظور فیض آسمانے ۔۔۔ کہ عشرت خانۂ شاہجہانی[1]

۲۷ محرم ۱۰۵۴ھ شہزادی جہاں آرا بیگم بنت شاہجہان اپنی خوابگاہ میں جارہی تھیں کہ اتفاقاً شمع کی لو سے ان کے دامن میں آگ لگ گئی[2] اور شاہزادی بُری طرح زخمی ہوگئیں۔ ۱۰۵۴ھ تک ان کا علاج ہوتا رہا چونکہ شہزادی سے بادشاہ کو بہت محبت تھی بنا بریں اس حادثہ نے شاہجہان کو بہت متاثر کیا۔ آخر کار شوال ۱۰۵۴ھ میں صحت یابی کے بعد جشن صحت منایا گیا اور شہزادی کو سونے اور چاندی میں تولا گیا اس جشن کے موقعہ پر کلیم کے خامۂ گوہر بار سے جو قصیدہ صفحۂ قرطاس پر نمودار ہوا اس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

ای عید صحت تو جہاں را بہ از بہار ۔۔۔ سرسبزی تو زینت بستان روزگار
کوتاہ باد دست حوادث ز دامنت ۔۔۔ ای آب زندگی تو کجی و کجا غبار
تا کردہ شعلہ کسب شرافت ز دامنت ۔۔۔ زیبد اگر فرشتہ کند سبحہ را شرار
بس گنج ہا کہ از زر و گوہر تہی نمود ۔۔۔ بہر تصدق تو شہنشاہ کامگار
یارب ہمیشہ تخم بیفشاندہ سبز باد ۔۔۔ در مزرع اُمید شہنشاہ کامگار[3]

میر بخشی صلابت خان، میر بخشی صادق خان مرحوم کے دوسرے لڑکے تھے۔ گذشتہ صفحات پر مرحوم کے شاہی خاندان سے تعلقات کا ذکر کردیا گیا ہے اس لیئے مزید تفصیل تکرار کا باعث ہوگی۔

صلابت خان[4] ۳۰ جمادی الاول ۱۰۵۴ھ کو نماز مغرب ادا کرکے تخت شاہی کے سیدھے طرف کھڑے

---

[1] کلیات کلیم، نسخہ ب، ورق: ۱۴۲ ۔۔۔ [2] پادشاہ نامہ لاہوری، جلد دوم، ص: ۴۰۰

[3] ،، ،، ،، ، ورق: ۳۴ ب ۔۔۔ عمل صالح، جلد دوم، ص: ۳۹۹

[4] ماثر الامراء، جلد دوم، ص: ۷۳۱ ـــ "صلابت خان روشن ضمیر پسر دوم صادق میر بخشی است۔ سال پنجم جلوس فردوس آشیانی از اصل و اضافہ بمنصب ہزاری دویست سوار و خدمت قوربیگی از تغیر سردار خان سربلند گردید۔ سال ہشتم باضافہ پانصد سوار بمنصب دوہزاری ہشت صد سوار انتہا راندخت و بہ تیر بخطاب صلابت خان بلند آوازہ گردید۔ در سال سلخ جمادی الاول مطابق ۱۰۵۴ھ ہزار و پنجاہ و چہار ہجری بزخم جمدھر راؤ امر سنگھ جہان فانی را بدرود نمود"

Marfat.com
Marfat.com

سرگرم گفت گو تھے کہ راؤ امر سنگھ جو صلابت خان کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے حسد کرنے لگا تھا یکایک ان پر حملہ آور ہوا اور اس کے جمدھر کی نوک صلابت خان کے سینہ کے پار ہو گئی۔ اس زخم سے وہ جانبر نہ ہو سکے اور انتقال کر گئے۔ کلیم نے ان کی تاریخ وفات ایک قطعہ میں لکھی ہے جس کے دو اہم شعر یہ ہیں ؎

صلابت خان عزیزِ مصرِ دولت — کہ رویش بود عیدِ دیدہ ور ہا
بود تاریخ سالِ این شہادت — "کباب از ماتم او شد جگرہا"[1] ۱۰۵۴ھ

۱۰۵۵ھ میں شاہجہان نے پھر عزم کشمیر کیا۔ کلیم نے اس خوشی میں ایک قصیدہ لکھا اور انعام سے سرفراز ہوا۔ تمام تذکرہ نویس و مورخ اس قصیدہ کا ذکر کرتے ہیں مگر اس کے دو چار[2] شعر بھی پیش نہیں کرتے۔ پادشاہ نامہ لاہوری میں اس طرح لکھا ہے ؎

"طالب کلیم کہ در کشمیر نظر بہ نظم مآثر و مفاخر این دولت ابد مقرون ابد پیوند می پردازد، قصیدہ در تہنیت مقدم مقدس اقدس رسانید و بمرحمت خلعت و انعام دو بیست مہر مباہی گردید"[3]

کلیات کلیم میں کشمیر سے متعلق ایک مثنوی اور دو قصیدے ہیں ان کو بہ نظر تعمق پڑھنے پر دونوں قصیدوں میں "مقدم شاہ" کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہاں مثنوی تو خارج از بحث ہے کیونکہ مذکورہ بالا حوالہ میں قصیدہ کا ذکر ہے۔ دونوں قصائد میں سے ایک میں تو موسم زمستان کا نقشہ صاف طور پر کھینچا ہوا ہے جسے چند صفحات قبل ہم نے پیش کیا ہے۔ اس لحاظ سے ایک ہی قصیدہ باقی رہ جاتا ہے اور اس قصیدے کے محاسن کلام و حسن طلب وغیرہ پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی قصیدہ پر کلیم انعام و خلعت کا مستحق گردانا گیا ہوگا۔ بنابریں اس کے چند شعر یہاں درج کئے جاتے ہیں مکمل قصیدہ کلیات میں درج ہے[4]

اے بخت مژدہ کز افق کبریا رسید — خورشید رحمتی کہ بہ ہر ذرہ وا رسید
از گرد موکبی کہ بہ از ابر رحمتست — کشمیر را بہار دگر از قفا رسید
شکر خدا کہ دیدۂ امید خلق را — از گرد راہ شاہ جہاں توتیا رسید
صاحبقران ثانی کز خاک پای او — لب تشنۂ امید بہ آب بقا رسید
جاوید باد دولت شاہنشہ جہاں — کز وی بہ نیک و بد ہمہ برگ و نوا رسید

کلیم کے ہمعصر و عزیز دوست محمد جان قدسی نے ۱۴ سال کی رفاقت کے بعد ۱۰۵۶ھ میں انتقال کیا تو کلیم نے ۹ بند کا

---

[1] کلیات کلیم (نسخہ ب) ورق: ۴۷ ب [2] … [3] پادشاہ نامہ لاہوری، جلد دوم، ص ۴۲۰ [4] کلیات کلیم نسخہ ب، ورق: ۳۵ ب
[5] مآثر الکرام، ص ۶۲ [6] کلیم در مرثیہ او ترکیب بندے گفتہ و تاریخ چنین یافتہ ؎ "دور از ان بلبل قدسی چمن زندان شد" (۱۰۵۶)

(بہار بلاغت، ص ۹۹) "ترکیب بند اسے کہتے ہیں کہ ایک غزل کے طور پر کچھ اشعار مع مطلع کے لکھ کر اس کے بعد ایک اور بیت مقفیٰ یعنی ایک مطلع بطور گرہ کے لگائیں پھر دوسرے بند میں دوسری غزل بند اول ہی کے وزن پر مذکور کریں اور اس کے بعد بھی ایک اور مطلع سے گرہ لگائیں ایسے ہی جتنے چاہیں بند لکھیں اور ہر بند کا مطلع یعنی گرہ مختلف لاتے جائیں کیونکہ اگر ایک ہی مطلع کی ہر گرہ میں تکرار ہو گی تو اس کو ترجیع بند کہیں گے"۔ کلیم نے ہر بند میں ۱۱ شعر نظم کئے ہیں۔ ہر بند کا اختتام پر بارھواں شعر مختلف ہے، اس حساب سے ۱۲×۹ = ۱۰۸ شعر کا ترکیب بند کلیات کلیم (نسخہ ب) ورق: ۶۱ … پر ملتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

ایک طویل مرثیہ لکھ کر حقِ دوستی ادا کیا اور یہ اس کا واحد مرثیہ ہے ورنہ عموماً اس نے تاریخ وفات قطعات میں نکالی ہے ۱۰۸ اشعر کا طویل مرثیہ لکھنے سے قدسی کے ساتھ کلیم کی گہری محبت کا ثبوت ملتا ہے ؎

شعر موزوں نتواں کرد کہ از نظم فتاد — کشورِ معنی از رفتنِ سلطانِ سخن
بوی گلزار تقدس بہ دماغش چو رسید — بلبلِ قدسی ازیں گلشنِ دلگیر پرید
جانِ معنی بہ تنِ شعر از و می آید — ز آسماں نامش ازاں روی محمد جاں شد
بچمن گریہ کناں رفتہ ز گل پرسیدم — بہرِ تاریخ برون قدسی ازیں بستاں شد
گل ز شبنم ہمہ تن اشکِ مصیبت شد و گفت — "دور ازاں بلبلِ قدسی ہمہ زنداں شد" ۱۰۵۶ھ

شہنشاہ اکبر و جہانگیر کے عہد سے کابل، بلخ، اور ہندوستان کے درمیان متنازعہ فیہ تھا اور شاہجہان کے عہد میں ۱۰۳۶ھ سے نذر محمد خان اس پر مسلسل حملے کر رہا تھا اور ہر مرتبہ شکست کھا کر خاموش ہو جاتا تھا شہنشاہ نے آخر کار شہزادہ اورنگ زیب کو اس مہم پر روانہ کیا اور خاطر خواہ مدد دی چنانچہ ۱۰۵۶ھ میں بلخ فتح ہوا۔ اس عظیم الشان خوشی کے موقع پر کلیم نے ایک قطعہ میں تاریخ کہی اور صلہ سے سرفراز ہوا۔ اس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

ایں مژدہ فتحی کہ شہنشاہِ جہاں گرد — کرد وست ز شادی فرح آباد جہان را
آورد ز میخانہ کابل می و پیمود — قاصد ز رہِ گوش بما رطلِ گران را
ایں بلخ و بدخشان ز فلک ماحضری بود — مہمانیٔ اقبالِ شہنشہ جہان را
جاگیر گرفتی بدل بلخ و بدخشان — ملکی کہ بہ توران ندہد یک رہ آن را
۱۰۵۶ھ "ایزد دو جہان داد بادِ بلخ چہ باشد" — تاریخ بود فتحِ شہنشاہِ جہاں را[1]

نذر محمد خان والیٔ بلخ نے معافی چاہی اور شہنشاہِ خطا بخش نے ۱۰۵۷ھ میں بلخ پھر اسی کو واپس کر دیا۔ صاحب عمل صالح نے اس واقعہ کو اس طرح صفحۂ قرطاس پر قلمبند کیا ہے۔

"از کمال عنایت و مہربانی و پایہ شناسی و مرتبہ دانی باز (بلخ) بہ نذر محمد خان مرحمت[2] فرمایند"۔

مگر بانکی پور کٹلاگ میں ۱۰۵۷ھ والے قطعہ کو تسخیر بلخ سے منسوب کیا گیا ہے[3]۔ لیکن معاصر تاریخ عمل صالح وقایع ۱۰۵۷ھ اور قطعہ کے اشعار سے اس بیان کی تردید ہوتی ہے لہذا یہ دونوں سنین اور تاریخی شواہد کو سامنے رکھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ۱۰۵۶ھ تاریخ فتح بلخ ہے اور ۱۰۵۷ھ والیٔ بلخ کو بلخ واپس کرنے کی تاریخ۔ ۱۰۵۷ھ میں تحریر ہونے والے مذکورہ قطعہ کے چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

---

[1] کلیات کلیم نسخۂ ب، ورق: ۳۶ ب
[2] عمل صالح، جلد سوم، ص: ۴
[3] Catal. Bankipore Lib. per. Mss., vol VII. P. 97.

Marfat.com
Marfat.com

شکرِ خدائے را کہ یک توجہِ اقبال | زد دو گلِ فتح تازہ بر سرِ دوران
ہمچو خدنگی کہ بگذرد ز دو نخچیر | گشت بیک دفع فتح بلخ و بدخشان
از پئے تاریخ فتح قلعۂ الاسلام | بردچو غواصِ فکر سر بہ گریبان
رایتِ والی ملک پست شد و گفت | "بلخ مبارک بود بہ سایۂ یزدان" ۱۰۵۶[1]

۱۰۵۶ میں بلخ کی جنگ جاری تھی اور فتح کے لیئے بہت تاخیر ہو رہی تھی اس وقت موقع کی نزاکت کا اندازہ کر کے شاہجہان نے شہزادہ مراد بخش کو مزید فوج دیکر تسخیرِ بلخ کی مہم پر روانہ ہونے کا حکم صادر فرمایا مگر اسی اثنا میں فتح کی اطلاع آگئی اور شہزادہ کو ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ اس کے بعد ۱۱ رجادی الآخر ۱۰۵۷ شہزادہ مرادحکمِ شاہی سے عازمِ کشمیر ہوا۔[3] "مقدم شہزادہ مراد کی مسرت میں کلیم نے درج ذیل دو قطعے لکھے ہیں جن سے تاریخ ورود نکلتی ہے ؎

ہزار شکر کہ ایزد بروی اقلیمی | زیک عطیہ در صد ہزار کام کشاد
شد ابرِ رحمت بر فرقِ ملک سایہ فگن | زگردِ موکبِ اقبال شاہزادہ مراد
زہی کریم کہ فیضِ مراد بخشئ او | بہ ہر کہ بود دلی جمع داد و خاطر شاد
زعقل جستم تاریخ مقدمش گفتا | "ومید از افقِ مطلب آفتابِ مراد" ۱۰۵۷[2]

قصیدۂ دیگر سے ۳ شعر نقل کئے جاتے ہیں۔

ساکنانِ گلشنِ کشمیر را از لطفِ حق | طرفہ فیضی از سمائے آسمان نازل شدہ
سایۂ شہزادہ والا گہر سلطان مراد | ہمچو فیضِ ابرِ رحمت بر ہمہ شامل شدہ
۱۰۵۷ "دیدہ باید سرمہ از گردِ ہمایوں موکبش | بہرِ تاریخ قدومش ز آسمان نازل شدہ"[4]

۱۰۵۷ میں شاہجہان آباد کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ کلیم نے اس کی ہر عمارت کی تکمیل پر ایک ایک مثنوی لکھی ہے[5] اور ایک مثنوی ایسی بھی دستیاب ہوئی ہے جس میں شاہجہان آباد کی کل عمارات کا ذکر ہے اس لیئے آخرالذکر مثنوی کے چند اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں ؎

زہی قصر والای گردون اساس | زمین گشت از سایہ اش روشناس

---

[1] کلیاتِ کلیم، نسخہ ب، ورق ۸۲ ب
[3] عملِ صالح جلد دوم، ص ۲۰۱
[2] " " " : ۸۴ ب
[4] کلیاتِ کلیم، نسخہ ب، ورق ۸۶ ب
[5] عملِ صالح، جلد سوم، ص ۳۲ تا ۵۵ ـــ "لہذا کلیم طرز معنی طراز در ہر مقام کہ پاکخر اندیشہ نمود چنانچہ است چنداں ایستادگی کہ درخورِ ایں مقام باشد بجا نیاورد آں جا کہ می گوید"

Marfat.com
Marfat.com

درین آستانِ سلاطین پناہ | دہد ہر کرا بخت و اقبال راہ
چو کعبہ شہنشاہ صاحب قران | زہر نا ملایم بود در امان
سوی درگہش روی اُمید باد | رسا فیض عامش چو خورشید باد[۱]

حکیم صدرا مسیح الزمان[۲] شیرازی جو عہدِ شاہجہانی کی ابتدا سے طبیب شاہی تھے۔ ۱۰۶۰ھ میں رحلت کر گئے[۳] تو کلیم نے ان کی تاریخ وفات پر حسبِ ذیل قطعہ سپرد قلم کیا جو مرحوم اور کلیم کے قریبی تعلقات کا مظہر ہے اور اس مصرعہ سے تاریخ برآمد ہوتی ہے سے "طبیبِ دردِ دلہا از میان رفت[۴]" ۱۰۶۰ھ۔

وفات

۱۰۶۰ء کلیم کے قطعاتِ تاریخی کا آخری سنہ ہے۔ تاریخ و مہینہ باوجود تلاش کے نہ مل سکا جس کے اندراج سے سنہ کی توثیق کی جا سکے۔ اگر اس سنہ کے بعد بھی کلیم بقیدِ حیات ہوتا تو کسی نہ کسی موقع پر ضرور طبع آزمائی کرتا اور تاریخ نکالتا جس طرح اس کی حیات کے دیگر مسائل یعنی تاریخ پیدائش، آمدِ ہند وغیرہ پر بھی اختلاف تھا اسی طرح تاریخ وفات میں بھی ہوتا ہے۔ کلیم کی معاصر تاریخیں "پادشاہ نامہ لاہوری" "پادشاہ نامہ قزوینی" "پادشاہ نامہ علاء الملک تونی" "پادشاہ نامہ ملا محمد وارث" اور "شاہجہان نامہ موسوم بہ عمل صالح کنبوہ" ہیں۔

۱۔ ان پانچ مورخین میں سے تین تاریخ وفات کے متعلق خاموش ہیں۔ محمد وارث تاریخ وفاتِ کلیم "۱۵ ذی الحجہ

---

[۱] کلیاتِ کلیم، نسخہ ب، ورق: ۱۳۶ ب

[۲] پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول حصہ دوم، ص: ۳۳۷، ۳۴۸ ــــ "حکیم صدرا خلف حکیم فخر الدین شیرازی محمد است کہ شاہ طہماسپ ثانی ایران اورا الحکیم میرزا محمد موسوم گردانیدہ بود۔ در سنہ ہزار و یازدہ بہ ہندوستان آمدہ در سلک بندہای حضرت عرش آشیانی انسلاک یافتہ و بہ مسیح الزمان نامور بود۔ طبیعت موزون دارد و بانی تخلص است"۔

[۳] ماثر الامراء، جلد اول، ص: ۵۷۷، پرشاہنواز خاں سے حکیم صدرا مسیح الزمان کی تاریخ وفات میں ایک سہو ہو گیا ہے۔ انہوں نے مرحوم کی تاریخ وفات ان الفاظ میں لکھی ہے "در سال بیست و چہارم ۱۰۶۱ آ ہزار و شصت و یک در کشمیر رخت ہستی ازین جہاں بست"۔ جلوس شاہجہانی کا چوبیسواں سال ۱۰۶۰ء ہوتا ہے اور سنہ و سال میں اس مطابقت کی تصدیق "ماثر الامراء" ہی کی جلد اول، ص: ۱۵۸ "حالاتِ آصف جاہ" سے ہوتی ہے۔ جس میں شاہنواز خاں نے آصف جاہ کا سنہ وفات "سال پانزدہم سنہ ہزار و پنجاہ و یک" لکھا ہے۔ لہذا اس حساب سے سال بیست و چہارم میں سنہ ۱۰۶۰ آتا ہے اور کلیم کا قطعہ تاریخی سے بھی یہی سنہ نکلتا ہے سے "طبیب دردِ دلہا از میان رفت" (۱۰۶۰)

[۴] کلیاتِ کلیم (نسخہ سالار جنگ میوزیم، نمبر ۲۸)، ورق: ۱۹۱ الف

Marfat.com
Marfat.com

مزار میرزا ابو طالب کلیم همدانی

(بر کناره تالاب بال، سری نگر، کشمیر)

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

سنہ بیست وشش" لکھتے ہیں[1]۔ اور علاء الملک تونی بھی اسی تاریخ کے حامی ہیں ۔ وہ کلیم اور اس کے معاصر شاعر میر یحییٰ کی تاریخ وفات ان الفاظ میں رقم کرتے ہیں ۔

" طالب کلیم و میر یحییٰ، نحتی از احوال اینہا، برخی از اشعار در جلد اول و دوم" مرقوم قلم حقایق رقم گشتہ ۔ نختین، پانزدہم ذی الحجہ سنہ بیست وشش (از جلوس شاہجہان) در کشمیر و دومین، یازدہم محرم سنہ بیست و ہفت (از جلوس شاہجہان) در شاہجہان آباد بساط حیات در نوردید[2]"

۱۔ علاء الملک نے کلیم کا سنہ وفات "۱۵ ذی الحجہ سال بیست وشش" لکھا ہے جو ۱۰۶۲ھ کے مطابق اور میر یحییٰ کا سنہ وفات "یازدہم محرم سال بیست وہفت" جو ۱۰۶۳ھ کے مطابق ہوتا ہے ...... تمام تذکرہ نگار اس پر متفق ہیں کہ میر یحییٰ کی تاریخ وفات ۱۰۶۴ھ ہے اور اس کے ثبوت میں یہ مقطعہ تاریخی " احیا سخن چو کرد یحییٰ جان داد" ۱۰۶۴ھ بھی پیش کرتے ہیں ۔ لہذا علاء الملک کے بیان کی رو سے میر یحییٰ کے سنہ وفات میں ایک سال کی کمی اور کلیم کی تاریخ وفات میں ایک سال کی زیادتی ہو گئی ہے، چونکہ دیگر معلومات کی رو سے ایک ہی تاریخ میں نہیں دونوں میں بھی افراط و تفریط ہے قطعیت کسی میں بھی نہیں، اس لیئے یہ قابلِ قبول نہیں ہے ۔

۲۔ علاء الملک تونی، وارث کے علاوہ ۱۰۶۲ھ کے حامی شیر علی خان لودی ہیں اور ان الفاظ میں کلیم کی وفات کا ذکر کرتے ہیں

" وفاتِ اُو در سنہ الف و اثنی وستین بودہ و مرقدش در یکی از دھات ، لاہور واقع است[3]"

کیونکہ ۱۰۴۷ھ سے وہ نظم شاہنامہ کے سلسلہ میں کشمیر میں مقیم تھا اور دیگر معاصر کتب تاریخ و تذکرہ سے اس کے دار السلطنت میں آنے کا ثبوت نہیں ملتا لہذا یہ امر مسلم ہے کہ کلیم نے کشمیر میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوا ۔ ایسی صورت میں شیر علی خان کے اس بیان کی کثرت آراء سے صریحی تردید ہوتی ہے اور تحقیقات کے بعد بیان کا دوسرا حصہ بھی صحیح ثابت نہیں ہوتا ہے ۔

۳۔ غنی کشمیری جو کلیم کا ہمعصر تھا اور متوطن کشمیر ہونے کے سبب کلیم کے آخری ایام حیات میں اس کے بہت قریب ہو چکا تھا۔ اس نے کلیم کی وفات پر ایک قطعۂ تاریخی سپردِ قلم کیا تھا جس سے ۱۰۶۱ھ نکلتا ہے چنانچہ توثیق کے لیئے غنی کا پورا قطعہ یہاں درج کیا جاتا ہے ؎

حیف کز دیوارِ ایں گلشن پرید — طالب [illegible]
اشکِ حسرت چوں نمی ریزد قلم — [illegible]
عمرِ دریا دِ اُو زیر زمین — [illegible]

---

[1] [illegible] Bankipore Lib. R. Mss, Vol III. P. 97

[2] پادشاہ نامہ علاء الملک تونی ، ورق ۱۰۱۰

[3] مراۃ الخیال ، ص ۱۴۳

رفت و آخر خامہ را از دست داد | بے عصا طے کرد ایں رہ را کلیم
ہر دم از شورش دلِ اہلِ سخن | چوں زبانِ خامہ می گردد دونیم
عاقبت از اشتیاقِ یک دگر | گشتہ اند ایں ہر سہ در یکجا مقیم
گفت تاریخِ وفاتِ اُو غنی[1] | "طور معنی بود روشن از کلیم" ۱۰۶۱ء

متوطن کشمیر و قربت کی وجہ سے غنی کی تحریر کردہ تاریخ بہ نسبت دیگر افراد کے بیان کے زیادہ مستند متصور ہو سکتی ہے۔

۴ - علاوہ ازیں دو تین تذکروں کے سوا، تمام تذکرہ نگار ۱۰۶۱ء کے حامی ہیں[2]۔

لہذا داخلی اور خارجی شہادت کے مدنظر ہماری رائے میں کلیم کا صحیح سنہ وفات ۱۵ ذی الحجہ ۱۰۶۱ء قرار پاتا ہے۔

کلیم کے اخلاق و عادات

ہر بڑی شخصیت پر تنقید کے لیئے قلم اُٹھاتے وقت اس کے ماحول کا اندازہ لگانا ضروری ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کن حالات نے اُسے اتنا بڑا بنایا۔ کسی شخصیت کی عظمتوں کا اندازہ لگانے کے لیئے ماحول کے علاوہ اس کے ذاتی و خاندانی حالات اور اس کے افکار و آثار کو مشعلِ راہ بنانا ضروری ہوتا ہے لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ کلیم کے اسلاف کے متعلق تاریخ ادب فارسی بالکل خاموش ہے اور اس کے عہدِ طفلی و ما بعد کی زندگی کے عام حالات کی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ اب صرف اس کے افکار اور چند تذکرہ نگاروں کے بیانات ہمارے سامنے ہیں، جن کی رہنمائی میں اس کے اخلاق و عادات وغیرہ کو قلمبند کیا جا سکتا ہے۔

جیسا کہ ہم نے گذشتہ صفحات میں لکھا ہے کہ کلیم نے آغازِ شباب ہی میں اپنے وطن ایران کو الوداع کہی اور روزگار کی الجھنوں میں پھنس کر شیراز سے ہندوستان چلا آیا۔ پردیس میں غربت کی صعوبتیں جھیلیں، اجنبیوں کو اپنانے کی سعی کی، نو عمری کے عالم میں کشمکشِ حیات کے اتنے کٹھن دور سے گذرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ غریب الوطنی کی محرومیوں نے آخر کار اسے مجبور کر دیا

دست و دل تنگ و جہان تنگ خدایا چکنم | من دیک حوصلۂ تنگ خدایا چکنم[3]

اس کے پاس ایک قطعہ ملتا ہے جس سے اس کا اظہار ہوتا ہے کہ ایک دفعہ وہ مقروض ہو گیا اور قرض کا بار جب نا قابلِ برداشت

---

[1] دیوانِ غنی، ص: ۱۳۴

[2] Encyclopaedia of Islam., vol. II. P. 698.
"He (Kalim) died in Kashmir in 1062 (1652);
THE DATE 1062 (1652) HAS LESS AUTHORITY" (بقیہ حاشیہ بر ص ۶۹)

[3] کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۳۴ ب

Marfat.com
Marfat.com

ہو گیا تو ایک قطعہ تحریر کیا جس میں قرض کی دشواریوں کو گھبرا گھبرا کر قلمبند کیا ہے اور اختتام حُسنِ طلب پر کیا ہے۔ مگر اس خوبی و بے ساختگی سے کہ "امان" دینے والے نے ضرور امان دے دی ہوگی ؎

کام بخشا! از ہجومِ قرض خواہاں می کشم — آں پریشانی کہ زر از دستِ صاحب ہمتاں
من کہ چوں عیسیٰ مجرد گشتہ ام از مفلسی — می گریزم از کفِ ایشاں کنوں بر آسماں
قافیہ گر شایگان افتاد عیب من مکن — شایگاں بندم ہمی بر باد گنجِ شایگاں
مردمان گویند مفلس در امانِ حق بود — سایۂ حق چوں توئی زاں از تو می خواہم اماں[1]

اسی کشمکشِ حیات نے کلیم کو عظمتِ کردار عطا کی تھی۔ جب وہ دکن میں سرفراز ہوا تو بڑے دلکش انداز میں اعترافِ احسان کیا ہے ؎

در دل بدل حبِ وطن مہر غریبی است — خوش وقتِ کلیم است بہشتِ دکن افتد[2]

کلیم کی ہندوستان سے محبت:۔

ایک طرف صفوی خاندان کی بے اعتنائی اور دوسری طرف شاہانِ ہند کی فیاضیاں، ایران کے اکثر صاحبِ فن اشخاص اور خصوصاً شعراء کو کشاں کشاں ہجومِ شوق لیے واردِ ہندوستان ہونے پر مجبور کر رہی تھیں۔ اس کا اعتراف صائب سلیم، دانش، مشہدی نے اس طرح کیا ہے ؎

(بقیہ حاشیہ ص ۶۸)

مراۃ الخیال، ص: ۱۴۲ "وفاتِ وی در سنہ الف واثنی وستین بودہ"

بہارستانِ سخن، ورق: ۲۱۵ و

"در سنہ یک ہزار و شصت و دو در خطۂ کشمیر وفات یافت" Flugel Catals

"Die Gedichtsammlung Vondem in J 1061 (1651) gestorbenen Talib Kalimius Hamdan."

خزانۂ عامرہ، ص: ۳۹۱ "پانزدہم ذی الحجہ سنہ احدی وستین والف کلیم در آسایش کدۂ خاموشان شتافت" میر زا ربیع محمد

قلی سلیم با ما خواب گسترد ؎ گفت تاریخِ وفاتِ او غنی ؎ "طور معنی بود روشن از کلیم" ۱۰۶۱ھ

دیوانِ غنی، ص: ۱۳۴ — ۱۰۶۱ھ — مفتاح التواریخ، ص: ۲۵۸ — ۱۰۶۱ھ

سروِ آزاد، ص: ۷۷ — ۱۰۶۱ھ — ریاض الشعراء، ص: ۲۱۹ — ۱۰۶۱ھ

کلمات الشعراء سرخوش، ص: ۴۳ — ۱۰۶۱ھ — ید بیضا، ص: ۲۰۶ — ۱۰۶۱ھ

[1] کلیاتِ کلیم، ورق: ۶۲ الف ب [2] کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۹۹ ب

Marfat.com
Marfat.com

ہمچو عزم سفر ہند کہ در ہر سر ہست
رقص سودائے تو در ہیچ سرے نیست کہ نیست[۱] (صائب)

علی قلی سلیم یوں نطق ریز ہیں ؎

نیست در ایران زمین سامان تحصیل کمال
تا نیامد سوئے ہندوستاں حنہ رنگیں نشد

دانش مشہدی اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں ؎

راہ دور ہند پابست وطن دارد مرا
چوں حنا شب در میاں رفتن بہ ہندوستاں خوش است

کلیم نے ہندوستان کو اپنایا اور دم آخر تک اسی سرزمین کو سراہتا رہا کبھی اس کی نوک خامہ پر حرف مخالفت نہ آیا بقول غالب ؎ وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے۔
چنانچہ کہتا ہے ؎

تواں بہشت دوم گفتنش بایں معنی
کہ ہر کہ رفت ازیں بوستاں پشیمان است[۲]

اسیر کشور ہندم کہ از وفور سرور
گدا بدست گرفتست کاسۂ طنبور
بہ ہر کجا نگہی بشکفد چوں حباب قدح
بغیر پایۂ عشرت نمی شود منظور[۳]

احساس تنہائی، شعور بیکسی اور محبت عزیز و اقارب، کلیم کو وطن لوٹنے پر مجبور کرتے ہیں اور وہ محبت کے ان دھاروں کے بہاؤ میں بہتا ہوا ۱۰۲۸ء میں ایران مراجعت کرتا ہے، مگر شوق ہند "چشم حسرت" کو پیچھے مڑ مڑ کر دیکھنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ وہ پشیمانی کا اظہار یوں کرتا ہے ؎

اسیر ہندم و زیں رفتن بیجا پشیمانم
کجا خواہد رساندن پرفشانی مرغ بسمل را
بایران می رود نالاں کلیم از شوق ہمراہاں
بپائے دیگراں ہمچو جرس طے کردہ منزل را[۴]

کلیم کے معاصر مورخ محمد امین قزوینی "پادشاہ نامہ" میں اس کے اخلاق و عادات پر ان الفاظ میں روشنی ڈالتے ہیں
"(کلیم) بغایت بے تعلق و مہذب الاخلاق و خوش صحبت است"[۵]
صاحب کلمات الشعراء لکھتے ہیں۔
"میرزا محمد علی ماہر[۶] نقل می کرد کہ عجیب مرد خلیق، خوش محاورہ بود، ہر کہ در صحبتش می رسید، فیض یاب

---

[۱] شعر العجم جلد سوم، ص ۱۰۴
[۲] " " " ، ۱۵۰ء
[۳] کلیات کلیم، ورق : ۱۹ و
[۴] کلیات کلیم، ورق : ۱۲۲ و
[۵] پادشاہ نامہ قزوینی، ورق : ۴۷۶ ب
[۶] میرزا محمد علی ماہر کلیم کے ہمعصر شاعر تھے۔ دونوں میں پُرخلوص دوستی تھی۔

Marfat.com
Marfat.com

می شد و محفوظ بر می خاستـ؎۱"

کلام اور تاریخ و تذکروں کی روشنی میں یہ امر منکشف ہوتا ہے کہ کلیم متاہل نہ تھا اور نہ اس کے کوئی عزیز و اقارب ہندوستان میں مقیم تھے۔ عنایاتِ شاہانہ سے وقتاً فوقتاً فیض یاب ہوتا رہتا تھا اور آخر ایام زندگی میں تو ۳۰ ہزار روپیہ سالیانہ بھی مقرر ہو گیا تھا۔ اس لیے سرمایۂ حیات کو وہ یا تو اہلِ کمال و فقراء پر خرچ کر دیتا ہوگا یا پھر انتہائی مصرف واقع ہوا ہوگا۔ جس کی وجہ سے اس نے کوئی یادگار نہیں چھوڑی، نہ عمارات کا پتہ ملتا ہے نہ کسی سرمایہ کا نشان۔

کلیم کے تعلقات ہمعصروں کے ساتھ

کلیم اپنے معاصرین کے ساتھ محبت و رافت سے اور بزرگوں سے احترام و ادب سے پیش آتا تھا۔ کبھی کسی کی ہجو بھی نہیں کہی۔ اس کا کلام ان بدنما دھبوں سے بالکل پاک ہے۔ صائب کا شعر اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ کلیم اپنے معاصر و حریف شعرائے ہمیشہ پُرخلوص برتاؤ کرتا تھا ؎

بغیر صائب و معصوم نکتہ سنج و کلیم — دگر کہ زاہلِ سخن مہربانِ یک دگر اند

میرزا جلال اسیر (متوفی ۱۰۴۹ھ) کلیم کے ہمعصر ہی تھے مگر چونکہ کلیم ان کا تتبع کرتا تھا انہیں اپنا استاد مانتا تھا اس لیے کہتا ہے ؎

میرزائے ما جلال الدین بس است — از سخن سنجان طلب گار سخن
راستی طبعش، استادِ من است — وگر نہم بر فرق دستار سخن

کلیم ہر ایک کے غم کا ساتھی (اور دوستی) میں شریک رہتا تھا۔ جب ملک قمی شاعر شہیر دربار ابراہیم عادل شاہ و معاصر کلیم نے وفات پائی تو اس کو بہت رنج ہوا اور اس نے تاریخ وفات اس شعر میں لکھی ؎

بجستم سالِ تاریخش ز ایام — بگفتا "اُو سر اہلِ سخن بود" ۱۰۲۵ھ

کلیم و قدسی دونوں درباری شاعر تھے اور دونوں نے حکم شاہی سے دو مثنویاں لکھیں۔ کلیم نے اپنی مثنوی میں قدسی کا ذکر احترام سے کیا ہے مگر قدسی نے ایک شعر بھی کلیم کے متعلق نہیں لکھا لیکن کلیم کے خلق و فراخدلی کا یہ عالم تھا کہ اس کے برتاؤ میں کسی قسم کا فرق نہ آیا اور جب قدسی نے ۱۰۵۶ھ میں انتقال کیا تو کلیم نے ... کا طویل مرثیہ لکھ کر حقِ دوستی ادا کیا۔ اس کے ہمعصر شاعر سلیم و قدسی سے ... کی محبت ... غنی کشمیری کے درج ذیل اشعار میں ملتا ہے ؎

عمرہا در یادِ او زیرِ زمیں — خاک بر سر کرد قدسی و سلیم

؎۱ کلمات الشعرا، ص ۹۳؛ ؎۲ ماثر الکرام، ص ۹۰؛ ؎۳ باب دوم، مقالہ ہذا

Marfat.com
Marfat.com

عاقبت از اشتیاقِ یک دگر   گشتہ انداین ہر سہ در یک جا مقیم[1]

اچھے بُرے ہر زمانے میں ہوتے ہیں اور ان سے ہر شخص کو کبھی نہ کبھی سابقہ پڑتا ہی ہے۔ کلیم کے دوستوں میں بعض ایسے موقع پرست اور نازک مزاج لوگ بھی تھے، جن کا ذکر اس نے اپنے ان اشعار میں کیا ہے

دوستان نازک مزاج و ما بسی نازک دماغ   چوں کسی اوقات صرفِ پاسِ خاطر ہا کنند[2]

از دوستان رسد ہمہ آفت بدوستان   چشمِ صدف سفید ز آبِ گہر بود[3]

حافظ کی طرح کلیم بھی دشمنوں سے مدارا کا قایل ہے۔ اس کی عظمتِ کردار کا ثبوت مندرجہ ذیل شعر سے ملتا ہے ؎

طریقِ زندگی با دوستان ہمچو یکسان باشد   ترا ہر گاہ می گویند با دشمن مدارا کن[4]

کلیم غم روزگار سے ہر وقت اُلجھنے کا قایل نہ تھا۔ اس کے ضمیر میں نشاط کی سرمستیاں تھیں، لیکن تجرد، اس پر بڑھاپا، نہ کوئی پُرخلوص ساتھی، نہ بے لوث خدمت گذار اولاد، آخر کار حالات نے اس کو غمِ ہستی کے خار زار تک پہنچا دیا اور کبھی کبھی اس کا ساز نا سوز میں چھیڑے، آہوں میں بدل گئے اور آہ نے ایک پائیدار کراہ کی صورت اختیار کر لی اور وہ چیخ اٹھا،

از وضعِ ناگوارِ جہاں طبعِ ما کلیم   از بسکہ سیر شد غمِ فرسر دائمی خوریم[5]

یاس کے گہرے بادل بعض اوقات انسان کو بے بس کر دیتے ہیں۔ کلیم بھی انسان ہی تھا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا ؎

میانِ غمگساران سوزم از غم   چوں آں کشتی کہ در دریا بسوزد[6]

کلیم کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قانع تھا اور زمانے کے نشیب و فراز اُسے ہر وقت متاثر نہیں کر سکتے تھے کبھی کبھی نازک لمحات بھی ہیں اس کے پائے استقلال کو لغزش ہوتی تھی ورنہ ہمیشہ اس کا قلم پورے عزم کیساتھ صفحۂ قرطاس پر مندرجہ ذیل اشعار رقم کرنے لگتا ؎

از بد و نیکِ جہاں خرم و غمگین نشوم   خار تا زانو و گل تا بہ گریباں آید[7]

کسی گذاشت پس از مرگ نام نیک بدہر   کہ قیمتِ کفن و مزدِ نوحہ گر نہ گذاشت[8]

بقاءِ دولتِ دنیا ز شمع روشن شد   کہ تاجِ زر بسرش دہر تا سحر نگذاشت

۱۔ دیوانِ غنی، ص ۱۳۳   ۲۔ کلیاتِ کلیم، ورق: ۲۴۲ ب   ۳۔ کلیاتِ کلیم، ورق: ۲۰۳ الف

۴۔ کلیاتِ کلیم، ورق: ۲۸۴ الف   ۵۔ کلیاتِ کلیم، ورق: ۲۲۰ ب   ۶۔ " " " ۱۹۵ ب

۷۔ کلیاتِ کلیم، ورق: ۲۵۵ ب   ۸۔ " " " : ۲۴۱ ب

Marfat.com
Marfat.com

انسان خطا و نسیان سے مرکب ہے۔ ہر بڑے سے بڑے آدمی میں ایک نہ ایک کمزوری ضرور ہوتی ہے کلیم سا بھی ایک عام شخص کی سی عادتوں کا حامل ہونا بعید از فہم نہ تھا چنانچہ اس میں مذہبی تعصب بہت زیادہ تھا[1] اور یہ خاصہ اہلِ کاشان بھی تھا "مردم انجا شیعہ اثنیٰ عشری اند و بغایت متعصب"۔ منقبت حضرت علیؓ میں ایک قصیدہ دستیاب ہوا ہے جس کے چند اشعار سے یہ کمزوری جھلک رہی ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ ہندوستان کے ماحول نے اسے فراخ دل بنا دیا تھا کیونکہ اس قصیدہ میں شیخین پر تبرا نہیں ہے جس سے اس کے خیالات معلوم ہوتے ہیں کہ اسے دوسروں کے جذبات کا احترام کرنا بھی آتا تھا۔

جز علیؓ ہر کس ندارد در رہِ دیں رہنما	راہرو کور یست و آں رہبر چو ہادی چوں عصا
دیگرے را جز علیؓ گفتن امیر المومنین	آں چناں باشد کہ کس گو سالہ را گوید خدا
پیش بنیاں ہم چشمی کجا باشد حباب	گر سگی روباہ بازی کرد با شیر خدا
پیش بے باکی کہ قرآں سوختن جائز بود	سہل باشد آتش افگندن بدین مصطفےٰ[2]

ہر شخص میں کچھ نہ کچھ نقائص اور کمزوریاں ہوتی ہی ہیں ورنہ انسان و فرشتہ میں فرق ہی کیا ہوتا اور فرشتوں کی سی معصومیت کے ساتھ اس کرۂ ارض پر رہا بھی تو نہیں جا سکتا۔ مذکورہ بالا تفصیلات اس امر کی شاہد ہیں کہ مجموعی طور پر کلیم ایک مہذب الاخلاق، متقی کردار اور غنی طبیعت کا مالک تھا جس کی تعریف میں نہ صرف دوست بلکہ حریف بھی رطب اللسان تھے۔

حیاتِ کلیم کی تفصیلات تشنہ رہ جائیں گی اگر ہم اس کے قلم کی اس خصوصیت کو اجاگر نہ کریں جس سے قطعات تاریخی، مرصع قصیدے اور مثنویاں تراوش ہوتی تھیں اور جن کے صلہ میں "شاہِ ملک بخش" نے کلیم کو بے دریغ نوازا تھا۔ ان کی تفصیل بلحاظ سنہ درج کی جاتی ہے۔

۱۔ ۱۰۳۷ھ (رباعی)	"تعمیر پیشِ جھروکۂ شاہی"	صلۂ شایستہ سے سرفراز ہوا
۲۔ ۱۰۳۸ھ (رباعی)	"نذر فیلِ سفید بہ بادشاہجہان"	״
۳۔ ۱۰۴۰ھ (رباعی)	"بر قتل خان جہان لودی"	
۴۔ ۱۰۴۳ھ (رباعی)	"بر شکار آہو"	״
۵۔ ۱۰۴۴ھ (قصیدہ)	"جشن تختِ طاؤس"	زر میں تلوایا گیا اور پانچ ہزار پانسو روپیہ ملا
۶۔ ۱۰۴۴ھ (قصیدہ)	"جشن وزن"	ہزار روپیہ
۷۔ ۱۰۵۵ھ (قصیدہ)	"مقدم شاہ در کشمیر"	۲۰۰ مہر

[1] جغرافیہ خلافت مشرقی، ص: ۲۷۶ [2] نزہتہ القلوب، مقالہ ثالث، ص: ۷۱ [3] کلیاتِ کلیم، ورق ۱۲ ب

Marfat.com
Marfat.com

۸۔ ۱۰۵۵ھ (قصیدہ) "مراجعت شاہ از کشمیر"

۹۔ نامعلوم (قصیدہ) "قیصرِ رُوم کے جواب کے لیے کلیم نے قصیدہ لکھا زر میں تلوایا گیا۔"

۱۰۔ ۱۰۴۸ء تا ۱۰۶۱ء

۲۰۰ مہر
زر میں تُلوایا گیا اور اندازاً پانچ ہزار پانسو روپیہ ملا۔
۳۰ ہزار سالیانہ

۱۵ × ۳۰۰۰۰ = ۴۵۰۰۰۰ + ۱۰۰۰ + ۱۱۰۰۰ = ۴۶ لاکھ ۲۰۰۰ ہزار

ان قدردانیوں کی تفصیلات ہمارے ذہن کو کلیم کی اس بے نوائی کی طرف منعطف کرتی ہیں جب وہ اور اختری یزدی دو ناتجربہ کار لڑکے، آرزوؤں کے محل تعمیر کرتے ہوئے، شیراز سے بیجاپور کی طرف روانہ ہوئے تھے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ ان کا قلم ایران میں "سامانِ تحصیلِ کمال" کا باعث نہیں ہوگا۔ شوق کے غلبہ سے معمور دل یہ کہتا ہوا منزل کی طرف رواں دواں ہے ؎

نہ رہبر و نہ رفیق و نہ منزلست مرا
براہِ شوق عنان بر عنان سیلابم

پہنچتا ہے۔ جب دلخواہ قدردانی نہیں ہوتی۔ ۱۰۲۰ء میں ممدوح نواب شاہنواز خان راہی عدم ہو جاتا ہے اور کلیم ۱۰۲۸ء میں ایران لوٹ جاتا ہے لیکن وہاں کسی قسم کی پذیرائی نہیں ہوتی ہے۔ تو پھر ہندوستان کی طرف گامزن ہو جاتا ہے اور آخرکار دربارِ شاہجہانی میں باریاب ہو کر ملک الشعراء کے ممتاز عہدہ پر فائز ہوتا ہے شہرت و عزت قدم چومتی ہے، دولت فرشِ راہ ہوتی ہے۔ شاعری اپنی معراج پر پہنچتی ہے اور یہ عزت افزائی، رفعتیں اُسے اس لیے نصیب ہوئیں کہ وہ اہلِ قلم تھا۔ فنونِ لطیفہ میں شاعری کو جو درجہ حاصل ہے وہ کسی اور آرٹ کو حاصل نہیں، کیونکہ مصور کی نقاشی، بُت تراش کا مجسمہ، موسیقار کا نغمہ، رنگ و برش، تیشہ اور ساز کا محتاج ہے اور اس پر بھی امتدادِ زمانہ کے اثرات مُرتب ہوتے رہتے ہیں اور وہ لازوال نہیں ہو سکتا مگر شاعر کی زبان سے نکلے ہوئے اشعار اکثر اوقات قلم و قرطاس کے احسان اُٹھائے بغیر سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہتے ہیں اور رہتی دُنیا تک ان کے زبان زدِ خاص و عام ہونے کا یقین رہتا ہے۔ یہ شاہکار لافانی ہو سکتے ہیں۔ تاج محل، ایلورہ و اجنتہ کے غار، تان سین کا دیپک راگ، جاوداں ہونے کا کوئی یقین نہیں دے سکتا۔ اسی لیے تاریخ شاہد ہے کہ شاہانِ سخن نواز نے کسی رقاصہ، کسی مصور، کسی سنگ تراش کو زر میں نہیں تُلوایا، لیکن شاعر ہر وقت نوازا گیا ہے۔

کلیم کی زندگی میں بہت سے ایسے مواقع آئے جب کہ اُس نے اپنی شاعری کے جوہر دکھائے لیکن تاریخوں میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ اُسے ہر وقت معاوضہ ملا۔ اس کے باوجود کلیم کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ عہدِ شاہجہانی میں دو مرتبہ زر میں تُلوایا گیا اور ۴۶ لاکھ ۲۰۰۰ ہزار روپیہ، ۲۰۰ مہر اور متعدد خلعتوں سے سرفراز کیا گیا اور اس کے معاصرین میں بہت کم شعراء کو یہ اعزاز نصیب ہوا تھا کہ انہیں ان کی محنتوں کا پورا ثمر حاصل ہوا ہو۔

Marfat.com
Marfat.com

باب دوم

ابوطالب کلیمؔ کے معاصر شعراء

Marfat.com
Marfat.com

معاصرین شمالی ہند

ابوطالب کلیم ملک الشعرائے دربار شاہجہانی کے یوں تو بہت سے معاصرین تھے لیکن ان میں سے چند ہی سے اس کا قریبی ربط و تعلق تھا۔

۱۔ امرا و وزرا سے اس کے انسلاک و تعلقِ خاطر کا ذکر باب اول میں ہو چکا ہے۔

۲۔ یہاں ہم صرف اُن شعراء کا ذکر کریں گے جن کا تعلق کلیم سے متیقن طور پر معلوم ہوتا ہے اور ان شعراء کے صرف اتنے ہی حالات قلمبند کیے جائیں گے جن کا بیان ناگزیر ہے۔ تفصیل کے لیے قارئین متداولہ تذکروں سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

میر معصوم (متوفی ۱۰۵۳ھ)

میر معصوم (شاعر بزرگ عہد عادل شاہی) کے بھائی میر سنجر کاشی بھی کلیم کے ہمعصر تھے۔ صائب کے اشعار اس امر کے شاہد ہیں کہ وہ صائب اور کلیم کے مخلص دوست تھے لیکن کلیم کے کلام میں ان کا ذکر نہیں ملتا۔

میر معصوم ابتداء میں کئی سال تک حسن خان حاکم ہرات کی سلک مداحان میں منسلک رہے اس کے بعد عہد شاہجہانی میں ہندوستان آکر اعظم خان ناظم بنگالہ کے زیر سرپرستی زندگی کے دن پورے کیے۔ میرزا محمد علی ماہر نے تاریخ وفات اس مصرعہ میں کہی ہے[۱]:

"معصوم نزد حیدر و سنجر قدم نہاد" (۱۰۵۳ھ)

---

[۱] مآثر الکلام، ص: ۸۲

Marfat.com
Marfat.com

قدسی (متوفی ۱۰۵۶ھ)

محمد جان قدسی اہالیانِ مشہد سے تھا۔ شاہجہان کے تخت نشین ہونے کے ۴ سال بعد یعنی ۱۰۴۱ھ میں ہندوستان آیا اور شاہجہان کے دربار میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کیا۔ روزِ اول ہی ایک قصیدہ حضورِ شاہ میں گزرانا جس پر شاہ نے خلعت اور دو ہزار روپیہ انعام عطا کیا۔[1] اس قصیدے کے چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

اے قلم برخود ببال از شادی وبکشا زبان　　در ثنائے قبلۂ دین ثانیٔ صاحبقران
جوہرِ اوّل شہاب الدین محمد کز ازل　　از برائے خدمتش زد چرخ دامن بر میان
شہرتِ آثارِ عدلش زود برخواہد گرفت　　تہمتِ زنجیرِ عدل از گردنِ نوشیروان

۱۰۴۴ھ میں شہنشاہ شاہجہاں نے تختِ طاؤس تیار کروایا تو اس نادرِ روزگار تخت کے لیے قدسی نے ایک مثنوی پرز قلم کی جس کو بحکم شاہی سے مینائے سبز میں تخت کے اطراف منقش کیا گیا۔[2] جس کا مطلع درج کیا جاتا ہے ؎

زہی فرخندہ تختِ پادشاہی　　کہ شد سامان بتاییدِ الٰہی

اس موقع پر کلیم نے بھی ایک قصیدہ نظم کیا جس کے صلہ میں شہنشاہِ سخن نواز نے اُسے زر میں تُلوایا۔[3]
۱۰۴۵ھ کے جشنِ نوروز میں "وزن مبارک" کے موقع پر قدسی نے ایک قصیدۂ غرّا حضورِ شاہ میں پیش کیا اور اس کے صلہ میں قدردانی شاہانہ سے زر میں تُلوایا گیا[4] جس کی رقم پانچ ہزار پانسو ہوئی۔ صاحب عمل صالح کی عبارت ملاحظہ ہو۔

"شانزدہ (شوال) حاجی محمد جان قدسی را در جلدوی قصیدۂ کہ بمدح پادشاہ فلک پایگاہ محلی ساختہ بود بزر کشیدہ مبلغ وزن را کہ پنج ہزار و پانصد روپیہ شد باو مرحمت گردید۔"[5]

اور ۱۰۴۳ھ میں جب کلیم تولا گیا تھا تو اس کے ہم وزن بھی اتنی ہی رقم ہوئی تھی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدسی و کلیم نہ صرف ہمعصر تھے بلکہ اتفاق کی بات ہے کہ ہم وزن بھی تھے۔

---

1. عمل صالح جلد اول، ص: ۵۰۸
2. " ، جلد دوم، ص: ۸۸ ؛ پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص: ۸۰
3. " " " ، ص: ۸۸
4. پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص: ۱۴۲
5. عمل صالح، جلد دوم، ص:

Marfat.com
Marfat.com

دوسرے شعراء کے ہمراہ قدسی بھی کشمیر چلا گیا اور وہاں ہر موقع پر قصاید وغیرہ قلمبند کرتا رہا۔ اسی زمانے میں حکم شاہی صادر ہوا کہ شعرائے پائے تخت حکمرانِ مغلیہ کے باعظمت و جلال کارناموں کو منظوم تاریخ کی شکل میں قلمبند کریں۔ کلیم و قدسی نے تعمیلِ حکم کی اور دو مثنویاں نظم کیں[1]۔ قدسی نے اپنی مثنوی شروع تو کی لیکن اس کو پایۂ تکمیل کو پہنچا نہ سکا اور کلیم اپنے فرض سے پوری طرح عہدہ برآ ہوا۔ قدسی کی مثنوی آج "ظفرنامہ شاہجہانی" کے نام سے یاد کی جاتی ہے اور کلیم کی مثنوی "شاہنامہ" کے نام سے معروف ہے۔

قدسی نے ۱۰۵۶ھ میں اس جہانِ فانی سے کوچ کیا تو کلیم نے اس سانحۂ عظیم سے متاثر ہو کر ۹ بند کا ایک طویل مرثیہ لکھا[2] جس کا مطلع درجِ ذیل ہے ؎

چوں مُنالم کہ خزاں کرد گلستانِ سخن — رفت در موسمِ گُل رونقِ بستانِ سخن

سلیم (متوفی ۱۰۵۷)

میرزا محمد قلی نام سلیم تخلص کرتا تھا۔ ابتداء میں میرزا عبد اللہ وزیر لاہیجان کی مداحی کرتا رہا۔ وہاں سے ہندوستان آیا۔ لاہیجان کی تعریف میں جو مثنوی لکھی تھی اس کا عنوان بدل کر "در تعریفِ کشمیر" کر دیا۔[3] فہرست کتب خانہ

---

[1] Catal. Bankipore. Per. MSS, Vol, III., P. 97

[2] کلیات کلیم نسخہ ب، ورق: ۶۴ : سرو آزاد، ص ۶۲

کلیم در مرثیہ اُو ترکیب بندے گفتہ و تاریخ چنین یافتہ ؎

دو رازان بلبل قدسی چمن زندان شد (۱۰۵۶)

[3] Catal. Bankipore Lib. per. Mss., Vol. III. P. 88

"Salim's biographers relate that when the poet tried to get access to the Imperial Court with a Masnawi in praise of Kashmir, his contemporary Kalim, who was then a favourite poet of the Imperial throne, maliciously

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۹ پر)

Marfat.com
Marfat.com

بانکی پور میں لکھا ہے کہ

"کلیم نے توجہ شاہانہ کو اس مثنوی کی طرف مبذول کرایا۔ بنابریں سلیم عنایت شاہانہ سے محروم رہا۔"

مذکورہ بالا واقعہ کا ذکر اس نہج و انداز میں کہیں اور نہیں ہے، ممکن ہے کہ کلیم نے حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہو کیونکہ حالات بتاتے ہیں کہ سلیم کے بار پانے سے کلیم کے مرتبہ کو کوئی دھکا نہیں پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ کلیم تو ۱۰۴۲ء سے قبل ہی ملک الشعراء بن چکا تھا۔[1]

دوسرے یہ کہ غنی کشمیری نے وفات کلیم پر جو قطعہ لکھا ہے اس کو پڑھ کر یہ امر اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ دوستی کلیم و سلیم میں بے حد محبت و یگانگی تھی۔ غنی کا کہا ہوا مستند اور قابل قبول بھی ہے کیونکہ غنی کشمیری ہمعصر تھا۔ اگر یہ بیان صحیح ہوتا تو اس کا اثر یقیناً رہتا اور کلیم و سلیم میں اتنے مراسم نہ رہتے جتنے کہ غنی کے بیان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لئے فہرست نگار بانکی پور کے اس بیان کی تردید معاصر شاعر کے اشعار اور حالات سے خود ہوتی ہے۔

سلیم نے ہندوستان میں اسلام خان[2] ناظم بنگالہ کی ندیمی اختیار کی اور ہمیشہ اس کے ہمرکاب رہا۔ اتفاق کی بات ہے کہ ۱۰۵۷ء میں اسلام خان نے انتقال کیا اور اسی سال سلیم نے بھی کشمیر میں وفات پائی۔ در تخت سلیمان کے پاس مدفون ہوا۔

(بقیہ حاشیہ ص ۷۸)

brought to the notice of the Emperor that the masnawi brought by Salim for the perusal of the Emperor was originally composed by him in praise of Lâhijan, and subsequently he changed the heading of Masnawi into "در تعریف کشمیر" in praise of Kashmir. This made a bad impression ... securing the royal ...

[1] عمل صالح، جلد سوم، ص: ۴۰۲

[2] گل رعنا، ص: ...

"میر عبدالسلام مشہدی کہ اکنوں مخاطب باسلام خان و وزیر ہندوستان است، مقرب آن درگاہ بخشی سپاہ ظفر پناہ بود۔"

Marfat.com
Marfat.com

ظفر خان احسن (متوفی ۱۰۷۳)

میرزا احسن اللہ ظفر خان، خواجہ ابوالحسن تربتی کا لڑکا تھا۔ اعلیٰ تربیت نے ذوقِ شعری کو اور بھی مجلا کر دیا تھا مگر صاحبِ سیف ہونے کی وجہ سے صفحۂ قرطاس پر اپنے ذوق کے نقوش چھوڑنے کا موقع کم ملتا تھا۔ اس لیے وہ ایک سپہ سالار تو بن گیا لیکن ہجومِ مصروفیات نے اُسے ضخیم دیوان کا مالک نہ بننے دیا۔ پھر بھی صائب کے سے باعظمت شاعر سے قریبی ربط ہونے کی وجہ سے تاریخ ادبیاتِ فارسی کے صفحات ہمیشہ ظفر خان کے نام سے مزین رہیں گے۔

۱۰۳۳ھ میں اُسے کابل پر بحیثیت صوبہ دار مامور کیا گیا اور اس کی سپاہیانہ زندگی کا باضابطہ آغاز یہیں سے ہوتا ہے۔ ۱۰۴۲ھ میں کشمیر اس کے سپرد ہوا اور بہت دنوں یہاں مقیم رہا۔ چونکہ دربارِ شاہجہانی کے بہت سے شعراء شاہجہان کے ساتھ یہاں آکر قیام پذیر ہوگئے تھے اور کارنامہ ہائے شاہانِ مغلیہ کو نظم کرنے میں مصروف تھے اس لیے ظفر خان کو بھی اپنے ذوقِ شعری کے پورا کرنے کا بہترین موقع مل گیا۔ کلیم نے ایک "ساقی نامہ" بصورتِ ترجیع بند ظفر خان کے حکم سے نظم کیا تھا جو ۹ بند پر مشتمل ہے اور اس کے ایک شعر سے ظفر خان کا حوالہ ملتا ہے؎

ہر چند غزل گوئی و مستی فنِ ما نیست
چوں طرحِ غزل کرد ظفر خاں چہ تواں کرد[1]

کلیم کی ایک غزل ملتی ہے، جس کے ایک شعر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کشمیر میں "طرحِ شاعرہ" اور "بزمِ شاعری" کی "جمعیت" ظفر خان ہی کے دم سے تھی۔ غزل درج ذیل ہے؎

شکوۂ درد ترا کے پیش درباں می کنم — تشنہ می میریم و شکرِ آبِ حیواں می کنم
بے تو تاریکست کشمیر اے چراغِ دیدہ ہا — ما سیہ روزیم در شب سیرِ بستاں می کنیم
گل اگر تا سینہ در کشمیر می آید چہ سود — ما کہ گل از اشکِ خونیں در گریباں می کنیم
ماجرائے دیدہ می گوییم پیشِ سیلِ اشک — ابلہی بین شکوۂ کشتی بہ طوفاں می کنیم
از ظفر خان بود آں جمعیت و طرحِ غزل — بادۂ دیگر زلفِ معنی را پریشاں می کنیم
تا تو رفتی دل بفکرِ خویشتن افتادہ است — سر گوی می بازیم آنکہ ذکرِ ساماں می کنیم
بادۂ کشمیر از بزمِ تو صاحب نشہ بود — بے تو ما خاطر نشانِ مئی پرستاں می کنیم
داغ می ماند کلیم از لالہ زار از دست رفت — ہر چہ دشوارست ما بر خویش آساں می کنیم[2]

صائب اور ظفر خان کے تعلقات کی تفصیلات نیچے درج ہیں۔

آخر عمر میں ظفر خان دارالسلطنت لاہور میں نزدگشت ہو گیا تھا اور ۱۰۷۳ھ میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گیا۔

---

[1] کلیات کلیم ورق ۵۵ الف

[2] کلیات کلیم ورق ۲۵۹ الف

Marfat.com
Marfat.com

غنی کشمیری متوفی ۱۰۷۹ھ

ملا محمد طاہر غنی اہالیان کشمیر سے تھا۔ غلام علی آزاد لکھتے ہیں کہ وہ ملا محمد محسن فانی کا شاگرد تھا[1]۔ غنی کشمیری ظفر خان کی صوبیداری کے زمانے میں افق شاعری پر طلوع ہوا۔ اور بہت شہرت حاصل کی۔ نواب وحید الزماں طاہر وحید کی ملازمی بھی کی۔ وہ کلیم، صائب اور قدسی کا ہمعصر تھا۔ اس نے کلیم کی وفات پر ایک قطعہ تاریخی لکھا ہے[2]۔

صائب نے اس کی غزل پر تضمین کی ہے ؎

این جواب آں غزل صائب کہ می گوید غنی — یاد ایامی کہ دیگ شوق ما سرپوش داشت

غنی نے نہ صرف فارسی زبان پر عبور رکھنے کی وجہ سے شہرت حاصل کی بلکہ ایک اچھے شاعر کی حیثیت سے اس کا نام جریدۂ ادب پر ثبت ہے۔

محمد علی ماہر نے اس کے دیوان کو مدون کیا تھا جو طبع ہو چکا ہے۔ ۱۰۷۹ء میں غنی نے اس جہان فانی کو خیرباد کہا۔

صائب متوفی ۱۰۸۰ھ

فخر غزل گویے شعرائے متاخرین میرزا محمد علی صائب تبریزی کی ولادت تبریز میں اور نشو و نما اصفہان میں ہوئی۔ آغاز شباب میں حرین کا سفر کیا۔ شاعری کی تربیت حکیم رکنا کاشی اور حکیم شفائی سے حاصل کی۔ ہندوستان کی فیاضیاں اس کو ہندوستان کھینچ لائیں۔ چنانچہ کہتا ہے ؎

ہمچو عزم سفر ہند کہ در ہر دل ہست — رقص سودائی تو در ہیچ سری نیست کہ نیست

شاعری کو ذریعہ معاش بنانے میں صائب، اس فن کی عظمتوں کی توہین سمجھتے تھے، اس لیے تجارت کے سلسلہ میں دہلی آئے۔ دربار شاہجہان میں باریاب ہو کر مستعد خان کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ یہیں ظفر خان صوبہ دار دکن و کشمیر سے ملاقات ہوئی تعلقات اس حد تک بڑھے کہ آج تک صائب و ظفر خان دو قالب ایک روح کی طرح مشہور رہیں۔

تھوڑے دنوں بعد صائب اپنے ضعیف باپ کے اصرار پر وطن واپس چلے گئے۔ ممدوح سے جس عجز و نیاز سے رخصت مانگی ہے، اس کی ایک جھلک ان اشعار میں ہے ؎

---

[1] مآثر الکرام، ص: ۱۰۳ — [2] دیوان غنی، ص: ۱۳۲

Marfat.com
Marfat.com

شش سال بیش رفت کہ از اصفہان بہ ہند — افتادہ است توسنِ عزمِ مرا گذار
آوردہ است جذبہ گستاخِ شوقِ من — از اصفہان بآگرہ و لاہورش اشکبار
ہفتاد سالہ والدِ پیرست بندہ را — کز تربیت بود بمنش حقِ بے شمار
دارم امید رخصتی از آستانِ تو — اے استانت کعبۂ امیدِ روزگار
مقصودِ او ز آمدنش بُردنِ منت — لب را بحرفِ رخصتِ من کن گہر نثار
باجبہہ کشادہ تر از آفتابِ صبح — دستِ دُعا بہ بدرقۂ راہِ من بر آر

صائب نے کلیم کا ذکر بڑے خلوص سے اپنی غزل میں کیا ہے جس کے چند اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں ؎

خوش آں گروہ کہ مستِ بیانِ یک دگرند — زجوشِ فکر مئی ارغوانِ یک دگرند
نمی زنند بہ سنگِ شکستِ گوہرِ ہم — پے رواجِ متاعِ دکانِ یک دگرند
زنند بر سرِ ہم گُل ز مصرعِ رنگین — ز فکرِ تازہ گُلِ بوستانِ یک دگرند
سخن تراش چو کردند تیغِ الماس اند — زند چو طبع بہ کندی فسانِ یک دگرند
بغیرِ صائب و معصوم نکتہ سنج و کلیم — دگر کہ ز اہلِ سخن مہربانِ یک دگرند

ہندوستان سے واپس جانے کے بعد سلاطینِ صفویہ نے بھی صائب کی قدر و منزلت کی۔ آخر کار انہوں نے اصفہان میں ۱۰۸۰ھ میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

شیدا

فتح پور اکبر آباد میں شیدا کی ولادت ہوئی اور وہ دربارِ شاہجہانی سے فیض یاب ہوا۔ شیدا کے کُلیات میں یُوں تو بہت سے قصائد، غزلیات و رباعیات ہیں لیکن جن سے کلیم کے کلام کا مقابلہ مقصود ہے وہی پہلے پیش کیے جاتے ہیں۔ شیدا نے بھی ایسے قصاید لکھے ہیں جن میں تاریخی واقعات منظوم ہیں مثلاً شہزادہ دارالشکوہ کے جشنِ عروسی پر اس نے جو قطعہ لکھا تھا وہ یہاں درج کیا جاتا ہے ؎

شاہِ والا ہمت آں شاہِ جہاں — کز شرف صاحبقرانِ ثانی است
انکہ از خورشیدِ تابانِ ہر سحر — خواند از دانش خطِ پیشانی است
داد پیوندی بہ فرزندِ خلف — باعروسی کو ز بخت ارزانی است

Marfat.com
Marfat.com

بر کفِ دارا شکوہ جم منشش | کو زکانِ شاہ لعل کانی است
"باد روز افزوں شکوہِ شاہِ ما" | سالِ تاریخش زمعنی دانی است[1]

کلیم نے اسی "جشنِ عروسی" کے موقع پر درج ذیل قطعہ تاریخی سپردِ قلم کیا تھا جو شیدا کے مقابلہ میں زیادہ مرصع ہے جس کی بحر زیادہ مترنم ہے اور الفاظ کی شوکت شاہی شکوہ و جلال کے شایانِ شان ہے ؎

ازیں دلکشا جشنِ وافر سرور | ہمہ عید شد سر بسر ماہ و سال
زماں راگرفت امتدادِ فرح | چو تاری کہ پنہاں شود در نال
دو سعد اختر برجِ شاہنشہی | بہ برجِ شرف یافتند اتصال
ز آمیزشِ زہرہ و مشتری | سعادت گرفتست اوجِ کمال
خرد بہرِ تاریخ ایں سود گفت | "قرآن کردہ سعدین برجِ جلال" ۱۰۴۲ھ

شیدا نے "جلوسِ تختِ طاؤس" کے موقعہ پر (۱۰۱) اشعار کا قصیدہ حضورِ شاہ میں گزرانا تھا، جس کے چند اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ شیدا کا یہ قصیدہ اس کی قدرتِ قلم کا بہترین ثبوت ہے ؎

شاد باد آمدنِ جشنِ جم و عیدِ صیام | کز عجم تا عرب امروز نشاط آمدہ عام
چوں دو دمساز موافق ز سرِ مہر و وفا | بستہ پیمان بدل و دست بآئینِ کرام
جشنِ جم عہدِ نشاط است کہ شاہانِ عجم | لازم عیش شناسند بنا موس و بنام
تخت اینست کہ آراست شہنشاہِ جہاں | کہ براں تخت نشیناد ہمہ عمر بکام[2]

کلیم نے اس وقت جو قصیدہ تحریر کیا تھا اس کے چند اشعار بغرض موازنہ یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

خجستہ مقدمِ نوروز و غرہ شوال | فشاندہ اند گلِ عیش بر سرِ مہ و سال
شرف پذیرد نوروز درچنیں عیدی | کہ بادشاہ نشیند بہ تختِ استقلال
بوصفِ تختِ مرصع گہر فشاں گشتم | خدا نصیب کند عمرِ خضر و طول مقال
بہ تختِ پادشہی ہمچو قطبِ ثابت باش | نہ بیند اختر جاہت تغیرِ احوال

شیدا نے "مخزنِ اسرار" کی بحر میں "دولتِ بیدار" کے نام سے ۱۲ ہزار اشعار کی ایک مثنوی لکھی ہے جس کا مطلع یہ ہے[3] ؎

---

[1] کلیاتِ شیدا، ورق: ۲۸۱ [2] کلیاتِ شیدا، ورق: ۱۶ اب [3] عملِ صالح، جلد سوم، ص: ۴۰۵

"(شیدا) قریب بہ دوازدہ ہزار بیت مثنوی منظم ساختہ مشتمل بر بستانِ حکمت آمیز و معانی دلاویز و آں را "دولت بیدار" نام نہادہ و سرآغاز آں ایں بیت است ؎ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

Marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم ‏ ‏ آمدہ سر چشمۂ فیضِ عمیم

شیدا نے حاجی محمد جان قدسی کے ایک قصیدہ پر جس کا مطلع درجِ ذیل ہے ۔ بطورِ اعتراض ایک قصیدہ لکھا جو بہت مشہور ہوا[1] ؎

عالم از نالۂ من بے تو چناں تنگ فضاست ‏ ‏ کہ سپند از سرِ آتش نتواند برخاست

صاحب سروِ آزاد لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ شیدا نے ایک قصیدہ کہا ۔ جب اس قصیدہ کا درج ذیل مطلع صاحب قرآن ثانی شہنشاہ شاہجہان کے گوشِ گذار ہوا تو بہت برہم ہوئے اور اس کو شہر بدر کرنے کا حکم صادر فرمایا[2] ؎

چیست دانی بادۂ گلگوں مصفا جوہرے ‏ ‏ حسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے

بگڑے حالات کا خطرناک انجام دیکھ کر شاعر نے معذرت چاہی اور مولانا جامیؒ کا یہ شعر جواز میں پیش کیا ؎

از صُراحی دو بار قلقلِ مے ‏ ‏ پیشِ جامی بہ از چہار قل است[3]

آخر کار شاہ خطا بخش نے اُسے معاف کر دیا اور اس واقعہ کے بعد شیدا نے کشمیر میں گوشہ نشینی اختیار کر لی اور تاحیات وہیں مقیم رہا۔

سعیدائے گیلانی

یہ شاعر شہنشاہ جہانگیر کے عہدِ حکومت میں گیلان سے ہندوستان آیا ۔ شہنشاہ نے اُسے "بے بدل خان" کے خطاب سے سرفراز کیا اور زرگر خانہ کی داروغہ گری پر مامور کیا ۔ چونکہ صاحبِ قلم بھی تھا اس لیے موقع بہ موقع اس کے خامۂ گوہر بار سے اشعار نکلتے رہے ۔

عبد الحمید لاہوری نے "پادشاہ نامہ" میں اس کے جن اولین اشعار کا حوالہ دیا ہے اُن سے تہنیتِ جلوس کی تاریخ نکلتی ہے[4] ؎

"جلوسِ شاہجہان دادہ زیب ملت و دیں" ۱۰۳۷ھ

---

[1] عمل صالح، جلد سوم، ص : ۴۰۵ ‏ ‏ [2] سروِ آزاد، ص : ۸۳

[3] چہار قل سے مراد قرآن مجید کی مندرجہ ذیل چار سورۃ مراد ہیں ،

سورۃ الکافرون ۱۰۹
سورۃ الاخلاص ۱۱۲
سورۃ الفلق ۱۱۳
سورۃ الناس ۱۱۴

چونکہ ان سورتوں کا آغاز صیغہ امر، واحد مذکر "قُل" سے ہوتا ہے اس لیے ان کو چہار قُل کہا جاتا ہے ۔

[4] پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، ص : ۹۵

Marfat.com
Marfat.com

۱۰۴۴ء میں جب شاہجہان تختِ طاؤس پر جلوہ افروز ہوا اور قدسی، کلیم و دیگر شعرائے پایہ تخت نے قصاید غرّا پیش کر کے گراں بہا صلے حاصل کئے اس وقت سعیدائے گیلانی نے بھی ۱۲۴ اشعار کا ایک قصیدہ غرا لکھا جس میں ولادت شاہجہان سے ۱۰۴۴ء تک کی تفصیلات منظوم ہیں۔[1]

۱۰۴۷ء میں شاہجہان نے چالیس ہزار کے مصارف سے اجمیر میں ایک مسجد تعمیر کرائی جس کی تاریخ بے بدل خان گیلانی نے لکھی ؎

"قبلۂ اہلِ زماں شد مسجدِ شاہ جہان" ۱۰۴۷ء

کلیم کے کلیات میں بھی ایک قطعہ اس مسجد کی تعمیر سے متعلق نظر سے گذرا ہے جس کا ذکر باب اوّل میں تفصیل سے کیا جا چکا ہے۔ چونکہ بے بدل خان کا مقطعہ ہی دستیاب ہوا ہے۔ اس لئے کلیم کے قطعہ کا مقطعہ ہی درج کیا جاتا ہے ؎

"کعبۂ حاجاتِ دنیا مسجدِ شاہ جہان" ۱۰۴۷ء

سعیدائے گیلانی کی تاریخِ وفات پر کسی مورخ، شاعر یا تذکرہ نویس نے روشنی نہیں ڈالی۔ سب کے سب اس واقعہ کے متعلق خاموش ہیں۔

مقامِ کلیمؔ

یہاں تک ہم نے اکثر معاصر شعرائے کے حالات، ان کے کلام اور ان کے ساتھ کلیم کے تعلقات کا تفصیلی جائزہ لیا، لیکن ہمارا عنوان تشنہ رہ جائے گا اگر ہم اس باب کے دوسرے پہلو یعنی معاصر شعراء میں کلیم کے مقام کا تعین نہ کریں۔ اس کے کلام کے سوا دیگر معاصر و متاخر تذکرہ نگار و مورخین کی رائیں بھی کافی اہمیت رکھتی ہیں۔ بنا بریں اس عنوان کے متعلق بحث کرنے کے لیئے اب ہم اُن کے بیانات درج کرتے ہیں۔

معاصر مورخ محمد صالح کنبوہ، کلیم کے کلام پر ان الفاظ میں روشنی ڈالتے ہیں:-

"چوں گفتارش ہوش فریب و دلاویز و طبعش معنی رس و فیض آمیز بود، بخطاب ملک الشعرائی امتیاز یافت۔ بالجملہ شاعرِ جادوفن، تازہ گفتار است و بلندی سخن از متانت فکر و ذہنِ دقت آفرینش متحکم و استوار۔ سخنانش پختہ است و بمیزانِ اندیشہ برسختہ۔ ہر چہ گفتہ ہمہ متین و دلنشین و

---

[1] عمل صالح، جلد دوم، ص: ۹۰ – بادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص: ۲۲۵
Moghal poetry.. p. 60

Marfat.com
Marfat.com

عبارتش صاف و معنیش رنگین[۱]"

قدرت اللہ گوپاموی یوں رقمطراز ہیں :-

" رنگ بخشِ گلستانِ سخن وعندلیب چمنستانِ دین، فن طبع بلندش طالبِ مضامین رنگین وفکرِ نزاکت پسندش متلاشیٔ خیالات دلنشین دادی اقسام نظم را بگام فصاحت طی نمودہ و بمراتب سخن بخوش کلامی سبقت ربودہ[۲]"

صاحب خزانہ عامرہ اسطرح نطق ریز ہیں :-

" کلیم ابوطالب استادِ قیامت کاراست وتختہ کُن دکانِ فصحاٴ روزگار، خامۂ سحرشکنِ اُوعصااست بلکہ آستینِ ید بیضا، جمیع اقسام سخن را درکمالِ خوبی بکرسی نشاندہ[۳]"

افضل خان سرخوش لکھتے ہیں :-

" شاعرعمدہ پایۂ تخت، قدرت معنی یاب، تاریخ گو، درجمیع فنونِ سخن سنجی وسخنوری طاق ودرہمہ کمالاتِ خوش گوی ونکتہ وری شہرہ آفاق بودہ[۴]"

کلیم کے متعلق تذکرۂ یدِ بیضا میں یہ عبارت ملتی ہے :-

" عمدۂ سخن سنجانِ بلاغت نظام وقدوۂ زبان آورانِ براعت انتظام بودہ زادۂ طبع روشنش یدِ بیضاست وخامۂ سحرشکنش ہمدست عصا درجمیع اسالیب نظم یدِ طولے دارد، ہرجا دادِ سخنوری میدہد[۵]"

کشن چند اخلاص مدح کلیم میں یُوں گویا ہیں :-

" شاعرِ اعجاز رقم میتوان گفت ہرچہ گفتہ ہمہ متین و دلنشین عبارتش روشن ومعنیش رنگین[۶]"

صاحب بہارستان سخن، کلیم کے متعلق اس طرح اظہارِ خیال کرتے ہیں :-

" بہ صفائی ذہن وذکائی طبع وفطرتِ رسا واستعداد بلند اقرانِ رجحان داشت۔ اُورا خلاق المعانی ثانی گفتہ اند[۷]"

معاصر مورخ محمد امین قزوینی کلیم کے مرتبہ کو ان الفاظ میں معراج کمال پر پہنچاتے ہیں :-

" الحق شاعریست جادو فن ونکتہ پردازی، شیرین سخن کہ رنگینیٔ جواہر الفاظش دلِ جگر گوشگانِ

۱۔ عمل صالح، جلد سوم، ص : ۴۰۲
۲۔ نتائج الافکار، ص : ۳۶۷
۳۔ خزانہ عامرہ، ص : ۳۹۱
۴۔ کلمات الشعراء، ص : ۴۲
۵۔ یدِ بیضا، ص : ۲۰۶
۶۔ ہمیشہ بہار، ص : ۲۶۸
۷۔ بہارستان سخن، ص : ۲۱۵

Marfat.com
Marfat.com

معدن دکان خون کردہ وسیرابی لالی معانیش آب مروارید عمانی بردہ ...... دریں عصر مثل ایں دو (حاجی محمد جان قدسی وکلیم) شاعر در جہان نایابست[1]"

مندرجہ بالا بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادبا و شعرا کی نظروں میں کلیم کو کسقدر اعلیٰ مرتبہ حاصل تھا۔ گو مرور زمانہ سے اس کا نام تاریکیوں میں جا پڑا تھا لیکن اس کے آثار میں اتنی جان تھی کہ وہ شاہ شمع کی طرح اپنے معاصرین میں سب سے زیادہ منور ہوا اور کلیم کے محاسنِ کلام نے شاہ "لک بخش" و "ستارہ حشمت" کو اتنا متاثر کیا کہ اس نے کلیم کو ملک الشعرا کے عہدہ پر فائزہ کیا اور وہ عہدِ شاہجہانی کا گُلِ سرسبد سمجھا جانے لگا۔

معاصرینِ دکن

سنجر:-

بہ ترتیب زمانی معاصر شعرا میں سب سے پہلا نام میر سنجر کاشی کا آتا ہے۔

محمد ہاشم سنجر ۹۸۰ بمقام کاشان پیدا ہوئے۔ ۹۹۸ وہاں سے اصفہان آئے اور دو سال بعد ہندوستان روانہ ہوئے۔ سندھ میں کچھ دن قیام کیا۔ ۱۰۰۶ دربار اکبری[1] میں بار پایا اور ۱۰۱۱ تک وہاں رہے۔ دربار اکبری سے احکامات نافذ ہوئے کہ انہیں گجرات میں قید کر دیا جائے اتفاق کی بات ہے کہ ایک سال بعد ہی رہائی مل گئی اور وہ ۱۰۱۲ کے قریب بیجاپور پہنچے اور عادلشاہی حکمران ابراہیم عادلشاہ ثانی کے دامن عاطفت میں پناہ لی۔ ۱۰۲۱ میں وفات پائی۔ "افگند بادشاہِ سخن میر سنجری" سے تاریخ کا استخراج کیا گیا ہے مگر ۲ عدد کا تعمیہ ہے[2]۔ اور تا حیات یہیں مقیم رہے۔

ملک قمی:

ملا ملک قمی کی قم میں ولادت ہوئی۔ صغیر سنی ہی سے مشق سخن کرنی شروع کی۔ قم سے کاشان آئے اور وہاں محفل شعر و سخن آراستہ کی بعد ازاں قزوین چلے آئے اور چار سال تک شعرائے نامور کی مصاحبت کا شرف حاصل کیا۔ آخر کار رمضان ۹۸۷ قزوین سے دکن کا رُخ کیا اور مرتضیٰ نظام شاہ والی احمدنگر اور ان کے بعد برہان نظام شاہ کے دربار سے منسلک ہو گئے[3] یہاں سے ملک [illegible] عادل شاہ ثانی کے چرچے سُنکر وارد بیجاپور ہوئے اور دربار سے توسل حاصل کیا۔ کلیم جس وقت شاہنواز خان سے فیض یاب ہونے کیلئے بیجاپور پہنچا تھا ملک قمی کا وہاں رنگ جما ہوا تھا اور اس استادِ سخن کے آگے کسی کی نہیں چلتی تھی۔ ۱۰۲۵ میں انتقال کیا۔ کلیم نے ان کی تاریخ وفات ایک

---

1. بادشاہ نامہ قزوینی، ورق: ۱۷۶ (ب)
2. مآثر الکرام ص ۲۶۱
3. مآثر الکرام ص ۲۶۱
4. مآثر الکرام ص ۲۱۰

Marfat.com
Marfat.com

قطعہ میں نکالی ہے ؎ بگفتا "اُو سرِ اہلِ سخن بود" (۱۰۲۵ھ) سے تاریخ کا استخراج کیا ہے۔

ظہوری:

نورالدین ظہوری کی ترشیز میں ولادت ہوئی۔ علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد شعر و سخن کی طرف مائل ہوئے۔ اور اتنی مشق بہم پہونچائی کہ معاصرین ان کے کلام کی داد دینے لگے۔ صائب ان کے کلام سے فیضیابی کا اعتراف اس شعر میں کرتے ہیں ؎

صائب نداشتیم سر و برگِ ایں غزل ۔۔۔ ایں فیض از کلامِ ظہوری بما رسید

انہیں مُلا وحشی یزدی سے تلمذ حاصل تھا۔ ہندوستان آئے تو پہلے احمدنگر پہنچے۔ ملک قمی سے ان کی ملاقات یہیں ہوئی اور یہ تعلقات اس حد تک بڑھے کہ ملک قمی نے اپنی لڑکی ظہوری سے بیاہ کر رشتۂ مصاہرت قایم کر لیا۔ یہ دونوں شاعر بیجاپور پہنچے اور عادلشاہی دربار میں بہت قدر و منزلت حاصل کی۔

ظہوری کی تصانیف میں سرمایۂ شعر کے سوا "خوانِ خلیل دگلزار ابراہیم" بھی مشہور ہوئیں اور سب سے زیادہ ابراہیم عادلشاہ ثانی کی کتاب "نورس" پر لکھا ہوا مقدمہ مشہور ہوا جو سبکِ ہندی کا بہترین نمونہ شمار کیا جاتا ہے۔ ظہوری نے ایک "ساقی نامہ" برہان نظام شاہ بحری کے نام معنون کیا ہے۔ قدما سے اس وقت تک جتنے ساقی نامے سپردِ قلم ہوئے تھے ان میں سے اکثر ظہوری کے مقابلہ میں پورے نہ اُتر سکے۔

ظہوری نے ملک قمی کی وفات کے چند ماہ بعد ۱۰۲۵ھ[1] ہی میں وفات پائی۔

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق ۶۹ ب — Zahuri, Life + Works P. 295 of

Marfat.com
Marfat.com

بَابُ سُوم

شاہنامۂ ابوطالبِ کلیم

Marfat.com
Marfat.com

شاہنامۂ ابو طالب کلیم اور اسکی اہمیت

صنفِ مثنوی کی ابتدا اور ارتقاء فارسی شاعری کے لیۓ طرۂ امتیاز ہے۔ یُوں تو ابتدا ہی سے زبانِ فارسی میں بہت مثنویاں لکھی گئیں۔ بعض رزم کے ہولناک مناظر اور شمشیروں کی جھنکار سے معمور ہیں، بعض محفلِ رقص و سرود کی کیفیات سے مملو، بعض میں الٰہیات کے اہم اور بلند مضامین پنہاں ہیں اور بعض سے شاہانِ سلف کی عظمتِ رفتہ ہویدا ہے۔

شہنشاہِ شاہجہان کے حکم سے پیشِ نظر عہد میں بھی دو مثنویاں تصنیف ہوئیں[1]۔ ایک کو محمد جان قدسی نے سپردِ قلم کیا اور دوسری کو ابوطالب کلیم ہمدانی نے لکھا۔ قدسی کی وفات کی وجہ سے اس کی مثنوی نامکمل رہ گئی[2] اور کلیم اپنی مثنوی کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکا۔ جس میں عہدِ شاہجہانی کے ابتدائی دس سالہ واقعات قلمبند ہیں۔ دونوں مثنویوں کا نام، محمد امین قزوینی "پادشاہ نامہ" لکھتے ہیں[3] لیکن فہرست نگار قدسی کی مثنوی کو "ظفر نامہ" کے نام سے موسوم کرتے ہیں[4] اور خود قدسی نے بھی اُس کو ظفر نامہ ہی لکھا ہے[5]

---

[1] پادشاہ نامہ قزوینی، ورق ۷۷۶ ا

[2] Catal Brit. Mus. per. MSS., Vol. II., P. 685.
"The poem was left unfinished. The present copy contains a confused sereies of detached fragments."

[3] پادشاہ نامہ قزوینی، ورق: ۷۷۶ ا
"و وادقات او وکلیم، نیز لالی مضمون صدق مشحون "پادشاہ نامہ" را برشتۂ نظم می کشند وایں دو کتاب کہ او و محمد جان قدسی نظم می کنند بعد از تمام مقبولِ خاص و عام خواہند بود۔"
مذکورہ بالا حوالہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ محمد امین قزوینی نے مثنویوں کے نام اس وقت لکھے تھے جب کہ وہ لکھی جا رہی تھیں۔ سلیئے اُن کے اصلی نام جو غالباً بعد تکمیل رکھے گئے تھے، محمد امین اُن کا ذکر نہ کر سکے۔ اس موضوع کے متعلق ہم آیندہ صفحات میں بحث کریںگے

[4] Catal. Bankipore lib. Per. MSS. Vol. III. P. 77

Marfat.com
Marfat.com

قلم چوں "ظفرنامہ" را تازہ کرد   عروسِ سخن را چنیں غازہ کرد[1]

اور کلیم نے بھی قدسی کی مثنوی کا نام اس شعر میں ظفرنامہ ہی لکھا ہے ؎

موافق بقولی کہ کرد م رقم   بود در کتاب "ظفرنامہ" ہم[2]

قدسی اور اس کے ہمعصر شاعر کلیم کے اشعار کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ قدسی کی مثنوی کا نام "ظفرنامہ" ہے نہ کہ "پادشاہ نامہ" جیسا کہ محمد امین قزوینی نے لکھا ہے۔

عہدِ شاہجہانی کی دوسری مثنوی کلیم کی تخلیق ہے۔ اس مثنوی کے نام کے متعلق فہرست نگاروں میں اختلاف ہے۔ اسپرنگر، برٹش میوزیم، انڈیا آفس اور بانکی پور کی فہرستوں میں اس کے مختلف نام ملتے ہیں[3]۔ مثلاً "شاہنشاہ نامہ"، "پادشاہ نامہ"، "پادشاہ نامہ" اور "پادشاہ نامہ"۔ لیکن مثنوی کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلیم نے اشعار میں بعض جگہ مثنوی کا نام "شہنامہ" تحریر کیا ہے۔ حسبِ ذیل اشعار اس کے مظہر ہیں ؎

شوم روشنی بخشِ ہنگامہ اش   دہم رُست از یادِ "شہنامہ" اش[4]

ولے باندی آخر ازیں خاکسار   نہ "شہنامہ" غمنامہ یادگار[5]

دریں راہ گر بیشتر می روم   ز "شہنامہ" گفتن بدر می روم[6]

بگفتن در آمد بفرضِ محال   شود "شاہنامہ" کتابِ رجال[7]

مندرجہ بالا اشعار کے سوا کلیم نے ایک قطعہ اور نظم کیا ہے۔ جس کے مطلع میں اس نے مثنوی کا نام "شاہنامہ" باندھا ہے ؎

---

[1] کلیاتِ قدسی، ورق: ۱۲۵ الف   [2] شاہنامہ کلیم، ورق: ۴۸ الف

[3] Catal. India off. Lib. Per. Mss., Vol. I No:, 1570
The "پادشاہنامہ" (as it is styled on fol. 1a) also called شاہنامہ or [illegible]. The Imperial Book; also see, Bankipore. Lib. Catal, Vol. III p. 97; Catal. Brit. Mus. Per. Mss. vol. II. col. 686;
Catal. Per. Mss, Sprenger. Vol. I. P. 464.

[4] شاہنامہ کلیم، ورق: ۹۱ الف   [5] شاہنامہ کلیم، ورق: ۷۷ الف

[6] " " " ": ۱۳۵ الف   [7] " " " ": ۱۱۴ الف

Marfat.com
Marfat.com

بچشمِ ہوش دریں جلدِ "شاہنامہ" نگر   کہ بزم و رزمش سرمشقِ پادشاہانست [1]

کلیاتِ کلیم کے تمام مخطوطات میں مذکورہ شعر میں "پادشاہنامہ" درج ہے یعنی ؎

بچشمِ ہوش دریں "پادشاہنامہ" نگر [2]

دونوں مصرعوں کی تقطیع کرنے سے وزن میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مفاعلن، فعلاتن، مفاعلن، فعلن، کی بحر پر دونوں شعر کی تقطیع ہوتی ہے اور خود مثنوی کے چار شعر اس کا ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ شاعر نے کہیں "شہنامہ"، اور کہیں "شاہنامہ" "شہنامہ" لکھا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ضرورتِ شعری کی وجہ سے لکھا گیا ہے۔ لہٰذا موزوں لفظ "شاہنامہ" ہی ہے۔ بنا بریں کلیم کی مثنوی کا نام "شاہنامہ" ہی ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے آیندہ سے ہم اسی نام سے اس کا ذکر کریں گے۔

شاہنامہ کا تجزیہ

شاہنامہ کلیم [3] دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصۂ اول کا حجم ورق: ا ب تا ۷۵ ب ہے اور حصۂ دوم ورق ۷۶ الف تا ۲۲۰ الف اور تعداد اشعار ۱۴۸۴۰ ہے۔

بحر: فعولن، فعولن، فعولن، فعول (بحر متقارب مثمن سالم مقصور)

حصۂ اول شاہنامہ

شاہنامۂ کلیم کا آغاز حمد سے ہوتا ہے جس کا مطلع ہے ؎

بنام خدای کہ از شوقِ جود   دو عالم عطا کرد و سایل بنود

حکیمی کہ شمع زباں در دہن   فروزاں نماید بہ یادِ سخن

شاعر نے حمد، نعت اور تعریف سخن کے بعد ورق ۹ الف تا ۳۶ ب شاہانِ مغلیہ کی عظمتوں کو اُجاگر کرنے کے لیئے بابر، ہمایوں، اکبر و جہانگیر کے حالات تفصیل سے تحریر کئے ہیں اور تمام واقعاتِ تاریخی بڑی احتیاط سے قلمبند کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور اس میں بڑی حد تک کامیاب بھی ہوا ہے۔ ورق: ۳۶ و تا ۷۵ ب

---

[1] دیوانِ کلیم، نسخہ جامعہ عثمانیہ، نمبر ۱۸۳ ق۔ ورق: ۱۵۳ و — [2] کلیاتِ کلیم نسخہ ا، ب، ج، ع

[3] یہ نسخہ ۶ × ۱۰ سائز کے (۲۲۰) اوراق پر مشتمل ہے۔ کتابت کی تقطیع ۴ ۱/۲ × ۶ ۱/۲ ہے۔ سطر: ۱۷، اور ہر سطر میں دو شعر (چار مصرعے)، کتابت خوش خط نستعلیق ہے۔ متنِ کتاب سیاہی اور عنوانات سُرخ روشنائی سے لکھے ہوئے ہیں۔ ہر مصرعہ طلائی لکیر سے جدا ہوتا ہے اور آخر میں حاشیہ کے اطراف شنگرفی لکیر ہے۔ نسخہ کرم خوردہ و آب رسیدہ ہے، اس لیے اس پر شفون چڑھا دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے استفادہ میں دقت ہوتی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

ولادت شاہجہان، اس کی تربیت، شہزادگی کے زمانے کی فتوحات، شادی، ولادتِ شاہزادگان اور اسکے تخت نشین ہونے تک کے واقعات نہایت تفصیل سے نظم کئے ہیں اور اس شعر پر مثنوی کے حصۂ اول کا اختتام ہوتا ہے ؎

باین لطف اُمیدوارم کلیم   کہ ناقص نزیبد کرم از کریم

حصّہ دوم

شاہنامہ کے دوسرے حصہ کی ابتداء واقعاتِ جلوس شاہجہان سے ہوتی ہے جس کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے ؎

سخن آں شہنشاہِ فرماں روا   کہ نہ تختِ چرخش بود زیر پا
بہ تخت زماں آمدہ جلوہ گر   سرآید ز اسرارِ غیب ایں خبر

اس کے بعد مسلسل تاریخی واقعات اور اہم تفصیلات ملتے ہیں۔ اور آخر میں ظفر خان کے کشمیر پر تقرر اور اُس کی مُہم تبت پر روانگی کا حال لکھ کر اس شعر پر مثنوی کو ختم کیا ہے ؎

چو اقبالِ آں شاہِ گردوں سریر   نہ بیند دگر در جہان قلعہ گیر

اور مثنوی کی کتابت کا اختتام اس عبارت پر ہوا ہے۔

"تمت تمام شد بعون اللہ تعالیٰ شاہجہان نامہ از تصنیفاتِ مرزا طالبا کلیم بتاریخ دوازدہم شہر شوال المکرم ۱۲۵۵ھ مطابق بیست و یکم ماہِ ڈسمبر ۱۸۳۹ء موافق سنہ ۲ جلوسِ میمنت حضرت ابوظفر سراج الدین علی بہادر شاہ غازی خلداللہ ملکہ وسلطانہٗ، بروز جشنِ مبارک حضورِ انور وقت بیکپاسِ روز برآمدہ بروز پنجشنبہ زیور اتمام دپیرایہ اختتام پوشید"

شاہنامہ کا تجزیہ نامکمل رہ جائے گا اگر تاریخی تفصیلات بصورت عنوانات و تعداد اشعار پیش نہ کئے جائیں۔

عنوان	تعدادِ اشعار
حمد	۸۳
نعت حضرت سید المرسلینؐ	۴۶
در صفت شب معراج حضرت سید کائنات	۱۰۵
در مدح حضرت پادشاہ	۶۳

Marfat.com
Marfat.com

عنوان	تعداد اشعار
خطاب پادشاہ فلک قدر جم جاہ	۵۳
در تعریف سخن	۱۳۳
آغاز داستان و گذارشِ احوال حضرت صاحب قران	۷۶۰
فوت شدن بادشاہ خلد آرامگاہ گیتی ستان حضرت بابر بادشاہ	۱۸۲
جلوسِ میمنت مانوس پادشاہ حضرت ہمایوں پادشاہ	۲۱۷
رسیدن خبر سعادت شدن حضرت جہان بانی ہمایوں پادشاہ	۶۰۶
در جلوس جلال الدین اکبر بادشاہ	۸۵
ولادت پادشاہ عالم شاہجہان بادشاہ	۲۵۸
بمکتب دادن شاہ بلند اقبال را	۵۷
برادران شاہ صاحب قران	۷۴
در بیان جشن کدخدائی شاہ صاحبقران	۹۴
در بیان شیر بہ شمشیر زدن صاحبقران در شکار بازی	۴۷۷
رفتن شاہ جنت مکان بہ اجمیر و فرستادن بلند اقبال بہ تسخیر دکن	۲۱۲
آغاز سال نہم جہانگیری وا ذن یافتن جشن نوروزی شاہ بلند اقبال در ولایت رانا	۲۲
ولادت نواب مہد علیا بیگم صاحب	۶۰
در ولادت شاہزادہ بلند اقبال داراشکوہ	۲۷
در ولادت شاہزادہ شاہ شجاع	۱۱۷
رفتن شاہ بلند اقبال بہ فتح دکن	۱۹۱
رفتن حضرت جنت مکان و فتح جام دبادہ باقبال صاحبقران	۶۶
فتح قلعہ نگرکوٹ و تنبیہہ سورج مل	۱۱۶
ولادت شاہزادہ اورنگ زیب	۴۱
رفتن شاہزادہ صاحبقران نوبت دوم بدکن	۵۵۱
در بیان توبہ شاہنشہ توفیق بار	۹۱
ولادت شاہزادہ عالمیان سلطان مراد بخش	

Marfat.com
Marfat.com

عنوان	تعداد اشعار
بیان رحلت شاہ جنت مکان و دیگر سوانح	۱۳۶

حصۂ دوم

ابتدا رجلد ثانی جلوس مبارک اعلحضرت خلافت پناہی ظلِ الٰہی بر تخت شاہنشاہی	۱۹۷
آمدن شاہزادہائے عظام باصف خان از لاہور و ملازمت نمودن اعلحضرت	۹۷
تعریف جشن نوروز کہ بعہد جلوس مبارک بر تخت شاہنشاہی عالم افروزی نمود	۲۵۵
تعریف دار الخلافہ آگرہ	۱۱۹
لشکر کشیدن نذر محمد خان بہ تسخیر کابل و بانجام برگشتنِ او ازان	۲۶۲
گریختن جُجہار سنگھ بندیلہ از درگاہِ معلی و سزا یافتنِ او	۱۹۷
آمدن رسول شاہ عباس والی ایران بدرگاہ خلایق پناہ	۶۹
فرار نمودن خان جہاں لودی از درگاہ معلی	۹۶۰
توجہ رایات اقبال صاحبقرانی بدکن و تنبیہہ یافتن نظام	۸۷
جشنِ نوروز سوم از جلوس مبارک بر تخت شاہنشاہی	۱۴۶
رسیدن جادو نرائے حرام نمک بہ تیغ انتقام علی نظام	۸۶
توجہ لشکر منصور از ہر طرف بہ تنبیہہ مخالفان	۷۵
تعین شدن یمین الدولہ آصف خان بسرداری لشکر دکن	۲۱۴
رفتن دریا و پیرا از ملک علی نظام بجانب مالوہ و قتل دریا	۲۵۸
کیفیت کشتہ شدن پیرا و بیان عاقبت حالِ او	۱۸۹
تعریف قحط دکن	۱۲۱
آغاز سالِ چہارم از دورِ اول جلوس و آمدن بہارِ عالم	۱۰۰
فتح قلعہ قندھار	۱۱۷
فوت ممتاز محل و بنائے عمارت مقبرہ موی الیہا	۱۵۶
بیان عاقبت کار بے نظام	۵۷
رفتن یمین الدولہ آصف خان خانخاناں بہ تادیب بیجاپوریان	۲۸۷

Marfat.com
Marfat.com

عنوان	تعداد اشعار
آغاز سالِ پنجم از دورِ اول بہار عالم افروز	۲۹
مراجعت نمودن شہنشاہِ گیتی شان از دکن بمستقر اکبرآباد	۱۰۵
فتح بندر ہگلی	۱۴۱
جشنِ وزن اعلحضرت ظلِ الٰہی	۴۱
فتح قلعہ کانسر	۴۵
تمہید کدخدائی شاہزادہ عالی قدر	۶۵
جشنِ دامادی شاہزادہ دارالشکوہ	۲۰۵
تمہید کدخدائی شاہزادہ شاہ شجاع	۵۲
آغاز سالِ ششم از جلوس ہمایوں	۷۵
در تعریف رزم آوری شاہزادہ اورنگ زیب با فیل	۸۸
رفتن صفدر خان برسالت جانب ایران	۲۹
فتح قلعہ دولت آباد	۲۵۹
توجہ رایات جہانکشا بہ دارالخلافہ اکبرآباد بصوب دارالخلافہ لاہور	۸۰
آغاز سالِ ہفتم از جلوس میمنت اثر ظل اللہ بر تختِ شاہنشاہی	۲۲۵
در تعریفِ کشمیر	۲۱۱
تعریف فرح بخش و فیض بخش کشمیر	۱۸۰
ظہور کرامت اعلیٰ حضرت شاہنشاہی	۱۷
توجہ رایات حضرت شاہنشاہی بجانب ہندوستان	۴۵۷
توجہ رایات کشورکشا بسوی دارالخلافہ اکبرآباد	۲۸۵
آغاز سالِ ہشتم	۱۷۰
بغی ورزیدن ججہار سنگھ بندیلہ	۱۳۱
توجہ رایات شاہنشاہی بصوب دکن	۲۹
فتح سایر قلاع ججہار سنگھ	۳۵۵
تتمہ حال خسران مآل ججہار سنگھ	۱۷۹

Marfat.com
Marfat.com

عنوان	تعداد اشعار
فرستادن رسولان نزد سلاطین دکن	۱۰۱
فرستادن افواج کینہ خواہ بتادیب ساہو و تخریب ملک عادل خان	۱۰۹
آمدن بہار عالم افروز آغاز سال نہم ز جلوس مبارک	۹۲۵
مراجعت نمودن رایات اقبال شاہنشاہی بمستقر دولت	۱۲۵
سزا یافتن بایسقر جعلی بہ تیغ سیاست	۲۸۳
دگر بعض از فتوحات خان دوران بعد از تسخیر اودگیر داریسہ	۴۱۳
آمدن شاہزادہ عالمیان اورنگ زیب بدرگاہ معلی	۴۳
در بیان کتخدائی شاہزادہ اورنگ زیب	۲۶۴
فتح ملک تبت باقبال شاہنشاہی از حسن سعی مرزبان	۱۵۴

دیگر نسخہ ہائے شاہنامۂ کلیم

1. Catal. of the ara, Per & Hin, Sprenger. Vol. I. No: 305

شاہنشاہنامہ کلیم

The Imperial Book, by Kalym, being an epic poem on the exploits of Shahjahan.

Beg: بنام خدائیکہ از شوق جود ٭ دو عالم عطا کرد و سائل نبود

2. The British Museum Catal. of the persian Mss: Vol. II.

Col. 686. "پادشاہ نامہ"

Two fragments of a poetical record of the life of Shajahan, by Kalim as follows:-

I) Early life of Shahjahan, concluding with the death of Jahangir, Fol. 1.

II) Part of the prologue, and account of the Emperor's fore fathers from Timur to Humayun, fol. 48a.

Marfat.com
Marfat.com

iii) Early part of Shahjahan's reign, from his accession to Zafar khan's expedition to Tibet (A.H. 1046-7) fol. 72[a].

iv) Another part of the introduction, beginning with the Miraj, and ending with the birth of Shahjahan, fol. 198.

v) Description of kashmir, fol. 205.

The same work is mentioned in the Oudu cot, P. 454, under the title of شاہنشاہنامہ

3. Catal. of Persian Mss. in the library of the India office vol. 1. No. 1570.

Two Mathnawis by Kalim.

Both these Mathnawis celebrate the exploits of the Emporer Shahjahan and are very likely parts of one and the same epic poem, viz. the پادشاہنامہ (as it is styled on fol. 1.), also called شہنشاہنامہ or شاہنامہ, the imperial book, the first beineains, ~~fol~~ fol. 1[b]

بنام خدائی که از شوق جود ✻ دو عالم عطا کرد و سایل نبود

The second, with the special heding, as it seems, of اقبال شاہجہان (see fol. 118[b].), begins on fol. 105[b]: سخن ان شہنشاہ فرمانروا ✻ که تخت چرخش بود زیر پا

The poets takhallus Kalim appears severel times, for instance, on fol. 104[a], marjin colmn, l. 15,

بایں لطف امید وارم کلیم

and on fol. 113[a], 104:

کلیم ارچه قادر .... الخ

According to the colophon, on fol, 104[a].

نقل خط مرزا کلیم که بدست خود نوشته بودند نموده شد۔

This copy appears to have been mude from the poets autograph, the first seven leaves seem to be supplied by auther hand.

Marfat.com
Marfat.com

4) Catal. of the Ara & Per. Mss. in the Oriental public library at Bankipore. Vol. III. No: 316.

Padshah namah پادشاہنامہ

A poetical account of Shahjahan's reign, by Talib Kalim. The title padishah namah is given in the colophon. It is also called Shahnamah, شاہنامہ, or Shah in Shahnamah.

Beg: بنام خدائی کہ از شوق جود ❊ دو عالم عطا کرد و سایل نبود

It contains the account of Shahjahan's ancestors from Timur to Humayun; his accession to the throne down to the tenth year of his reign and ends with the account of Zafar Khan's expedition to Tibet (A.H. 1046-7 = A.D. 1636-7)

The concluding verse runs thus:-

چو اقبال این شاہ گردون سریر ❊ ببیند دگر در جہاں قلعہ گیر

The colophon runs thus:-

تمت الکتاب پادشاہ نامہ من مصنفات طالب کلیم رحمۃ اللہ روحہ" فی تاریخ ۹ رشہر ربیع الاول سنہ الف و مائۃ و تسعہ

That is, the 9th of Rabi. I A.H. 1109 for other copies of padishahnamah see, Sprenger. P. 454.

Another copy of the same پادشاہنامہ beginning as above with a slight alteration. بنام کریمی کہ از فرط جود ❊ دو عالم عطا کرد و سایل نبود

On comparing with the preceding copy it is found that this copy wants thirty six lines after the initial line, while the third and fourth verses of this copy are not found in the preceding one. Again, the last three verses of the preceding

Marfat.com
Marfat.com

copy are wanting here, and it breaks up with the following line:-

ظفرخان زفتح وظفر شادمان بکشمیر ازان مملکت شد روان

fol. 1, supplied in a later hand, contains the signature of Sir Gore Ouseley.

Written in an ordinary Nastaliq, not dated, apparently 17th century.

شاہنامہ کی ادبی اہمیت

مذکورہ بالا تفصیلات مثنوی شاہنامہ کی ہیئت سے متعلق تھیں۔ اب ہم اس کے مواد سے متعلق بحث کرینگے چونکہ یہ مثنوی بحکم شاہی سے تصنیف ہوئی تھی اور اس میں اس عہد کے تاریخی حالات قلمبند کئے گئے ہیں، اس لیئے اسکی تاریخی اہمیت، معنوی خوبیوں پر غالب نظر آتی ہے۔ مگر ادبی حیثیت سے اس کو نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا لہٰذا ہم یہاں اجمالاً اس پر پہلے روشنی ڈالتے ہیں اور بعد ازاں تاریخی اہمیت تفصیلی طور پر بیان کرینگے۔

ادبی خصوصیات

تاریخی مثنویوں میں رزم کا عنصر سلاجقہ سے قبل اپنے پورے عروج پر تھا۔ نظامی گنجوی نے بزمیہ مثنویاں تحریر کرکے تلوار کی جھنکار کو نغمۂ چنگ و نے میں بدل دیا۔ اس بتکدہ کے پہلے آذر نظامی ہی تھے اور یہ رنگ گہرا ہوتے ہوتے شاہانِ مغلیہ کے عہد تک اس منزل پر پہنچ گیا تھا کہ میدانِ کارزار کی ہولناک صدائیں بزم سرود کی موسیقی میں مبدل ہو کر رہ گئی تھیں۔ کہاں فردوسی کی وہ گھن گرج للکار ؎

اگر جز بکام من آمد جواب ‏ ‏ ‏ من و گرز و میدان و افراسیاب

اور کہاں کلیم کا نرم و نازک لہجہ ؎

دو دستی شکستی نگرز گراں ‏ ‏ ‏ حمیت نہ دید آں کشیدی کمان[1]

---

[1] شاہنامہ کلیم، ورق: ۵۹۶

Marfat.com
Marfat.com

زخورشید جوشن و لبس تاب دید	زچار آئینہ عکس بیرون دویدہ[1]
سپاہ مخالف بہ راہِ فرار	چناں رفت کز پیشش صرصر غبار

شاعر اپنے وقت کی آواز ہوتا ہے۔ اس میں صرف کلیم ہی کا کیا دوش تھا۔ اس نے اپنے عہد کے تقاضوں کو پورا کیا اور اُسے کرنا بھی یہی چاہیئے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مثنوی کی زبان اتنی ادق نہیں ہے کہ خاقانی و انوری کے قصاید کی طرح اس کی شرحیں لکھی جائیں۔ درباری نازک مزاجیوں کے باوجود اس میں سادگی پائی جاتی ہے۔ البتہ اس نے اپنے اشہبِ قلم کو حسنِ تعلیل و تشبیہہ، استعارہ اور مضمون آفرینی کے میدان میں بے دریغ دوڑایا۔ صنائع بدائع جو شاعری کی جان تصور کئے جاتے ہیں مثنوی میں ہر جگہ دستیاب ہوتے ہیں۔

بہاریہ انداز:

مثنوی میں مختلف موسموں میں مناظرِ کشمیر کی جو عکاسی کی گئی ہے۔ وہ یہاں درج کی جاتی ہے تاکہ اس خصوصیت کا اندازہ بخوبی ہو سکے ؎

عملداری لشکرِ نوبہار	گرفت از ریاحین نرگس قرار
برقصد گر از شوقِ نرگس بجاست	دفِ عیشِ او خیزش از کلن طلاست
بنفشہ سر افگندہ ز اندازہ بیش	چو شاعر کہ از فکر پیچد بخویش
شگوفہ چناں شد ز تاکِ آب	کہ چوں برف گشت آب از آفتاب[1]

بہار آمد و یک چمن شد جہاں | زمیں نسخہ شد ز حالِ زماں
چو پیرا بن شمع گل بر شجر | بیک نسبت آمد ز پا تا بسر
تو گوئی عروسِ نہال از حنا | بپا در نہاں گشتہ تا پشت پا
بخاکِ چمن گل فشاندہ ورق | در آئینہ افتادہ عکسِ شفق
بصحنِ گلستان شگوفہ ز نسیم | پریشان شدہ از بادِ رستہ نسیم[2]

زابرے بہارے جہاں تازہ شد | زبذلِ شہنشاہ جاں تازہ شد

---

[1] شاہنامہ کلیم۔ ورق: ۱۱۶ ب
[2] " " " : ۱۳۶ الف
[3] شاہنامہ کلیم۔ ورق: ۹۰ الف

Marfat.com
Marfat.com

چہ حاجت بگفتن کہ در نوبہار | شگوفہ چہ آورد بہر درسے کار
کول اُن دویم پنجۂ آفتاب | بر آوردہ یک طشتِ آتش ز آب
بجوششِ کولبا چو کشتی رسید | ہلالے بود در شفق ناپدید[1]

تشبیہ و استعارہ:

کلیم کے یہاں استعارہ و تشبیہیں بعید از فہم نہیں ہیں اور اکثر جگہ نادر اور اچھوتی ہیں۔ "نئے" کی تشبیہ مختلف شعراء نے مختلف انداز میں دی ہے مگر کلیم نے "نئے نیزہ" کہہ کر ایک ندرت پیدا کی ہے ؎

چو تادیب این چرخ گمرہ کند | نئے نیزہ در ناخن مہ کند[2]

"دستِ اہلِ ہنر" کی تنگی کی شکایت تو ہر ایک کرتا ہے لیکن کلیم نے جس طرز سے کی ہے وہ قابلِ دید ہے ؎

رہی تنگ چوں دستِ اہلِ ہنر | نرفتہ دو کس پہلوئے یک دگر[3]

سپاہی کے شوقِ شہادت و اخلاص کو تشبیہ کے پردے میں کتنے اچھے پیرایہ میں بیان کیا ہے ؎

بشوقی کہ او داد ز اخلاص جان | کسی گل بمعشوق ندہد چنان[4]
نرفتی ز جا طبع رزم آوران | چو عاشق ز حرفِ نصیحت گران[5]
بجولان گہ نہ فلک تاختہ | سبک خیز چوں آہِ دل باختہ[6]

تجنیس:

دو متجانس الفاظ جو حروف و حرکات میں تو یکساں ہوں لیکن معنی میں مختلف ہوں تو یہ صنعتِ تجنیس تام کہلاتی ہے۔ کلیم صنعتِ تجنیس کو اس خوبی سے اشعار میں سموتا ہے کہ حسن میں نام کا نام اور حسن کا حسن برقرار رہتا ہے۔ شعر اول میں مصرعہ اول کا لفظ "خرم نام" کے لیئے اور مصرعہ ثانی کا "خرم" خوشی کے معنوں میں مشتمل ہے۔ شعر دوم میں مصرعہ اول میں لفظ "مراد" بطور صفت اور مصرعہ ثانی میں بطور نام لایا گیا ہے۔

چو خرم شدش نام از آسمان | از و خرم آباد شد این جہان[8] (تام)

---

[1] شاہنامۂ کلیم ورق ۱۰۱ الف
[2] شاہنامۂ کلیم، ورق ۵ ب
[3] " " " ۱۴۷ ب
[4] " " " ۱۹۶ الف
[5] " " " ۱۲۳ ب
[6] " " " ۴۲ الف
[7] " " " ۲۸ الف

مُرادِ دلِ شاہ والا نژاد — مسمّیٰ شد از شہ بہ سلطان مرادؔ[1] (تمام)

حُسنِ تعلیل، ایہام، تضاد، تنسیق، الصفات وغیرہ کے بہترین اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں تاکہ مثنوی کی ادبی حیثیت کا علم ہو سکے۔

حُسنِ تعلیل:

کسی چیز کی علت دوسری ہو لیکن شاعر کوئی حسین سی علت نکالے تو وہ صنعت حُسنِ تعلیل کہلاتی ہے۔ چنانچہ یہاں بھی ماہِ نو اپنی فطری گردش کی وجہ سے نہیں بلکہ غیرت کی وجہ سے گھٹا ہوا دکھلایا گیا ہے ؎

کہ برتن ز رآن دیگر آراستہ — کہ ماہِ نو از غیرتش کاستہ

ایہام:-

وہم سے مشتق ہے۔ معنی قریب و معنی بعید میں قاری کا ذہن معنی قریب کی طرف رجوع کرتا ہے اور مرادِ شاعر بعید سے ہوتی ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار میں آب سے مُراد ابرو، چمک اور بادم وجام اسم مقام ہے۔

دُرِ اشک را آبِ اقبال داد — بماہِ سحرگہ پر و بال داد[2]

باو آبِ شمشیر را سر دہیم — وجودش بہ بادِ فنا در دہیم[3]

سوئی بادہ و جام لشکر کشید — رُخِ فتح شد ز آبِ تیغش پدید[4]

تضاد:

دو متضاد معنی الفاظ ایک جملہ یا شعر میں جمع کرنے کو صنعتِ تضاد کہتے ہیں۔ اشعارِ ذیل میں اس کی مثالیں موجود ہیں ؎

ازیں بزمِ مستان چہ ہشیار رفت — بخوابِ عدم بخت بیدار رفت[5]

چنان فقر را از قناعت نواخت — کہ شہ را بہ درویشی مختص ساخت[6]

---

[1] شاہنامہ کلیم، ورق: ۲۷ الف

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ : ۱ ب

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ : ۲۲

[4] شاہنامہ کلیم ورق: ۱۰۳ ب

[5] ؍؍ ؍؍ ؍؍ : ۱۰۸ الف

[6] ؍؍ ؍؍ ؍؍ : ۱۲ الف

Marfat.com
Marfat.com

بود نسبتِ شمشیرِ صاحب قران | روا نسبت دہ شاہ کفر از جہان[1]
ازیں راہ عیب و ہنر باہمت | کہ در خانہ ہم سود و ہم ماتمت[2]

کلیم اتنا قادر الکلام تھا کہ جو تاریخی قطعہ لکھتا تھا اگر اس کے کچھ اشعار کہیں دوسری جگہ لانا ہوتا تو ایک نئے انداز کے ساتھ اُنہیں وہاں سموتا تھا۔ چنانچہ ۱۰۴۲ھ میں شہزادہ دارالشکوہ کی رسمِ شادی پر جو قطعہ مُبارکباد کے لیئے عرض کیا تھا اس کو اس مثنوی میں اِسطرح ضبطِ تحریر میں لایا ہے ؎

درآں وقت ایں بندۂ جانثار | شد از بہرِ تاریخ قطعہ بکار
بیاں کرد از بہرِ تاریخ سال | "قراں کردہ سعدین برجِ جلال" ۱۰۴۲ھ
چو ایں قطعہ در بزمِ اقدس گذشت | بہ تحسین و احسان سرافراز گشت[3]

شاہنامہ کی تاریخی اہمیت

عہدِ شاہجہان میں بہت سے مصنفین و شعراء نے کتبِ تواریخ اور تاریخی مثنویاں قصاید و قطعات وغیرہ لکھے ہیں جن سے ہمیں اس عہد کے واقعات ملتے ہیں مگر بجز شاہنامہ کے کوئی ایسی منظوم تاریخ ہمدست نہیں ہوتی جس میں اتنا تسلسل و تفصیلات درج ہوں۔

اب ہم شاہنامہ کلیم کی تاریخی اہمیت واضح کرنے کے لیئے اس کا مقابلہ اس عہد کی کتبِ تواریخ مثلاً عملِ صالح کنبوٗ اور "پادشاہنامہ عبدالحمید لاہوری" سے کریں گے۔

کلیم نے سنین وزن و قافیہ کی دشواریوں کے باوجود نہایت واضح اور تفصیلی طور پر نظم کئے ہیں۔ اس بیان کی تائید کے لیئے چند مثالیں درجِ ذیل کی جاتی ہیں مثلاً بابر کی تاریخ وفات کلیم نے اِسطرح تحریر کی ہے۔

شہنشاہ در نہصد و سی و ہفت | بہ داراِیٔ عالمِ قدس رفت
ز سال آنچہ بر عقدِ نہصد فزود | ہماں مدتِ بادشاہیش بود
بہ ہندوستان کس مبادا زوال | بہ شاہی بسر برد تا پنج سال
ز سالِ حیاتش چو دُر سفتہ اند | ز پنجاہ یک سال کم گفتہ اند[4]

---

[1] شاہنامۂ کلیم، ورق: ۱۳۰ ا
[2] ״ ״ ״ : ۱۳۳ب
[3] شاہنامۂ کلیم، ورق: ۱۴۰ب
[4] ״ ״ ״ : ۲۲ب

Marfat.com
Marfat.com

اس سانحہ کے متعلق صاحبِ عملِ صالح یہ عبارت لکھتے ہیں:

"ارتحال آں برگزیدۂ رحمت در روز دو شنبہ ششم جمادی الاول نہصد و سی و ہفت روی داد" [1]

کلیم نے اکبر کی تاریخ وفات کو اسطرح قلمبند کیا ہے ؎

بیفزود چوں چار دہ بر ھزار — فتاد آں مہ چار دہ از مدار

چو پنجاہ و یکسال فرمان براند — بدار البقا رخش ہمت جہاند

سنینِ حیات شہِ نامدار — بگذشت از سرِ سال شصت و چہار [2]

عملِ صالح سے اس کی تصدیق اِن الفاظ میں ہوتی ہے۔

"چوں سن آں والاجاہ بہ شصت و چار سال و یازدہ ماہ و ہفت روز قمری و شصت و سہ سال شمسی رسید۔ از شب چہار شنبہ جمادی الثانیہ سنہ ہزار و چاردہ مطابق دوم آبان گشتہ ازیں وحشت سرائی بسیر سرابستان ریاض قدس .... آہنگ فرمود" [3]

کلیم نے تاریخ ولادت شاہجہان مندرجہ ذیل اشعار میں کس قدر تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے۔

ز تاریخ ہجری گذشتہ ھزار — کہ شد عالم افروزیش آشکار

شبِ آخریں بُود ز اوّل ربیع — کہ شد پایۂ دولت از وی رفیع

جہاں تازہ تر بُود از نو بہار — ز دورانِ اکبر شہِ کامگار [4]

مندرجہ بالا تفصیلات کی عملِ صالح کی اس عبارت سے تصدیق ہوتی ہے۔

"ولادتِ شاہجہان از شب پنجشنبہ سلخ ربیع الاول از شہور سنہ ہزار ہجری در دار السلطنت لاہور وقوع یافت" [5]

جب شہنشاہ جہانگیر شہزادہ شاہجہان کو امر سنگھ کی سرکوبی کے لیئے روانہ کرتا ہے تو اس واقعہ کی واضح وقطعی تاریخ کلیم اِن اشعار میں نظم کرتا ہے ؎

ز ہجرت ہزار و دو و بیست بود — کہ آہنگ تادیب رانا نمود

شدہ سال ہشتم کہ جنت مکاں — گرفتہ بر اورنگ دولت مکان

---

۱ عملِ صالح جلد اول، ص ۱۲

۲ شاہنامہ کلیم، ورق: ۳۱ ب

۳ ,, ,, ,, ص: ۱۵

۴ شاہنامہ کلیم، ورق: ۳۲ و

۵ ,, ,, ,, ص: ۸

Marfat.com
Marfat.com

ششم بود از دی کہ آں سرفراز　　ز اقبال گردید دشمن گداز
ز ذیقعدہ یک دستہ بد چار[1] دہ　　کہ صاحب قرآن برد بیروں سپہ[1]

ولادت شہزادہ دارا شکوہ[2]۔ ولادت شہزادہ شجاع[3]۔ اورنگ زیب[4]۔ وفات جہانگیر[5] و ممتاز محل[6] وغیرہ میں بمقابلہ دیگر کتب تواریخ ذرا سا بھی اختلاف نہیں ہے۔

۱۰۳۷ تا ۱۰۴۷ جو واقعات ملتے ہیں وہ کہیں بھی تاریخی معلومات سے مختلف نہیں ہیں۔ ۱۰۴۷ میں ظفر خان کو کشمیر کا گورنر بنانے اور مہم تبت پر روانہ کرنے کا ذکر بہت تفصیل سے مندرج ہے اور آخر میں یہ دس سالہ حالات کی حامل مثنوی درج ذیل شعر پر ختم ہوتی ہے ؎

چو اقبال آں شاہ گردوں سریر　　نہ بیند دگر در جہاں قلعہ گیر

---

[1] شاہنامہ کلیم، ورق: ۴۸ ا

[2] " " " : ۵۲ ب

ولادت دارا شکوہ کی تاریخ ان اشعار میں ملتی ہے ؎

چنیں گفت خاقان دریا شکوہ　　کہ زیبد برو نام دارا شکوہ
چو بگذشت بر سال ہجرت ہزار　　بران بیست افزود بر بیست چار (۱۰۲۴)
شد ایں تازہ در زیب ملک وجود　　درو زینت تاج شاہی فزود

[3] شاہنامہ کلیم، ورق: ۵۲ ب

ولادت شجاع کی تاریخ یہ ہے ؎

بیک سال بعد از نخستیں پسر　　شد اقبال مسندی دگر جلوہ گر
ازاں بادشاہ فلک ارتفاع　　مقرر شدش نام سلطان شجاع

[4] شاہنامہ کلیم، ورق: ۵۹ ب

ولادت اورنگ زیب کی تفصیلات یہ ہیں ؎

ز بانوے ممتاز دولت سرا　　جہاں تاب شد گوہری بے بہا
دل و دیدہ را روشنائی فزود　　ز شہزادۂ زیب بخت وجود

[5] شاہنامہ کلیم، ورق: ۱۳۶ ا

وفات جہانگیر ان اشعار میں مندرج ہے ؎

(باقی ص پر)

Marfat.com
Marfat.com

شاہنامہ کلیم و ظفرنامہ قدسی کا مقابلہ

تاریخ ادبیات کے مطالعہ سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتداً تاریخ سے آج تک بہت سے عہد ایسے گذرے ہیں جن کا ریکارڈ نظم کی شکل میں دستیاب ہوا ہے اور اُن مثنویوں میں مستند واقعات تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔ شاہنامہ فردوسی اس کی ابتدا ہے پتہ نہیں انتہا کس کتاب پر ہو۔

بعض بادشاہوں کے عہد میں "شاہنامہ" اور بعض ادوار میں "ظفرنامہ" نظم ہوئے تھے، جیسے ایلخانی و تیموری دور کی دو[2] تین[3] منظوم تاریخیں دستیاب ہوتی ہیں جنہیں لوگ "ظفرنامہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں، مثلاً ظفرنامۂ حمد اللہ مستوفی جو ایلخانی عہد کے آخری فرمانروا ابوسعید ایلخانی (۱۳۱۷ء تا ۱۳۳۴ء) کے دورِ حکومت میں ۷۳۵ھ مطابق ۱۳۳۳ء) میں تالیف ہوا[1]۔

اس کے بعد ۸۰۶ھ م ۱۴۰۴ء شاہ تیمور (۱۳۶۰ء تا ۱۴۰۴ء) کے حکم سے ایک "ظفرنامہ" تصنیف ہوا۔ جس کا مصنف نظامی شامی تھا[2]۔

تیسرا ظفرنامہ شرف الدین علی یزدی ۸۲۸ھ م ۱۴۲۴ء ہے جو تیمور اور شاہ رخ (۱۴۰۴ء تا ۱۴۴۷ء) کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۶)

سفر کرد ازیں دام پُر خطر | بماہ صفر ہم بوقت سفر
بسی ہفت افزود وسی بر ہزار | کہ رفت از جہاں آں شہ نامدار
برادرنگ شاہی دو و بیست سال | بسر برد بی ہیچ جنگ و جدال
چو سال حیات شہ نامدار | در آورد خامہ بہ ضبط شمار
کم از شصت آمد و بی چند روز | کہ آں شمع شد [illegible]

۵ شاہنامہ کلیم، ورق: ۱۷۷ اب (وفات ممتاز محل اس طرح سپرد قلم کی گئی ہے)

بہ ذیقعدہ سال ہزار و چہل | شد ایں واقعہ آفت صبر و دل
ز شانزدہ روز بگذشتہ بود | شب ہفدہم ایں قضا رو نمود

1. A literary History of persia, Vol. iii. P. 95.
2. " " " " " " P. 183, 301.

Marfat.com
Marfat.com

عہد میں نظم کیا گیا۔[1]

اسی طرح عہدِ شاہ جہان میں ایک "ظفرنامہ" کا ذکر دیکھ کر قاری کے ذہن میں یہ خیال مستحکم ہونے لگتا ہے کہ غالباً یہ "ظفرنامہ" بھی مذکورہ بالا ظفرناموں کی تقلید میں لکھا گیا ہوگا۔ "ظفرنامہ قدسی" کے نام وغیرہ کے متعلق گذشتہ صفحات میں تفصیلات لکھی جا چکی ہیں۔

"ظفرنامہ قدسی" اور "شاہنامہ کلیم" کے مقابلہ کے لیے افسوس ہے کہ ظفرنامہ مکمل صورت میں دستیاب نہ ہوسکا سنٹرل ریکارڈ آفس حیدرآباد میں "ظفرنامہ قدسی" کا ایک نسخہ ہدست تو ہوا ہے، مگر وہ ناقص الاول ہے اور اس کے ابتدائی (۳۷) اوراق امتدادِ زمانہ کی نذر ہو چکے ہیں۔

دوسرا نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے لیکن وہ برٹش میوزیم کے نسخہ کی طرح منتشر و چیدہ چیدہ حالات پر مشتمل ہے۔ اس لیئے ہمیں مجبوراً فہرست بانکی پور لائبریری کے نسخے سے استفادہ کرنا پڑ رہا ہے اور آئندہ کی ساری بحث اسی نسخہ کی روشنی میں کی جائے گی۔

فہرست بانکی پور میں ریاض الشعراء و مخزن الغرائب کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ "قدسی نے ظفرنامہ کو نامکمل چھوڑا تھا اور ابو طالب کلیم نے اس کی تکمیل کی تھی۔"[2]

والہ داغستانی (متوفی ۱۱۶۹) کے جس متن سے یہ حوالہ لیا گیا ہے وہ درج ذیل کیا جاتا ہے تاکہ اس کی روشنی میں مدلل طریقہ پر بحث کی جاسکے۔

"خلاصہ آن کہ (قدسی) ۔ ہندوستان آمدہ از مقربانِ درگاہ شاہجہان پادشاہ گردیدہ، بملک الشعرائی سرفراز گردید و شاہنامہ بجہتہ پادشاہ مذکور گفتہ ناتمام ماندہ است، بعد از فوتِ وی ابو طالب کلیم ملک الشعراء گردیدہ شاہنامہ را خود گفتہ با تمام رسانید۔"[3]

والہ داغستانی کے بیان میں دو نقاط بحث طلب ہیں۔

۱۔ ایک تو یہ کہ قدسی ہندوستان آیا، ملک الشعرائی کے عہدے سے سرفراز ہوا اور اس کی وفات کے بعد کلیم ملک الشعراء ہوا۔

معاصر مورخ محمد صالح کنبوہ "عملِ صالح" میں کلیم کے ملک الشعراء ہونے کے متعلق لکھتے ہیں:۔

---

1. A literary History of Persia., Vol III. P. 362, 383.

2. Catal. Bankipore lib. Per. Mss., Vol. III. P. 77.

3. ریاض الشعراء، ص: ۶۱۹

Marfat.com
Marfat.com

"(کلیم) بخطاب ملک الشعرائی امتیاز یافت۔ اگرچہ استحقاق آں منصب جلیل القدر حاجی محمد جان قدسی داشت، اما ازیں روکہ پیشیں از رسیدن حاجی او (کلیم) بایں خطاب سرفرازی یافتہ بود۔ تادم آخر برو بحال ماند و تغیری بدان راہ نیافت[۵]"

عمل صالح کے مذکورہ بالا تراشے سے یہ مترشح ہے کہ کلیم، قدسی کی آمد سے قبل ہی ملک الشعراء ہو چکا تھا اور تادم زیست اس پر فائز رہا۔ ایسی صورت میں قدسی کے ملک الشعراء ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ قدسی نے ۱۰۵۶ میں وفات پائی اور کلیم نے ۱۰۶۱ میں۔ اور اس کے علاوہ ہر معاصر مورخ و تذکرہ نگار کلیم ہی کو ملک الشعراء لکھتا ہے۔ لہٰذا ان ہی مستند بیانات کو سامنے رکھ کر ہم یہ کہنے کے موقف میں ہیں کہ قدسی کی وفات کے بعد نہیں بلکہ قدسی کی آمد سے قبل ہی کلیم ملک الشعراء کی خلعت سے سرفراز ہو چکا تھا اور زندگی کی آخری سانسوں تک اس عہدہ پر مامور رہا۔

۲۔ دوسرا نقطہ یہ ہے کہ "شاہنامہ" کو پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی بجائے خود مکمل ہے کسی مثنوی کا تتمہ نہیں ہے اور نہ کلیم نے کہیں اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ ظفر نامہ قدسی کا تتمہ ہے نہ کسی معاصر تذکرہ نگار نے اس کا ذکر کیا ہے اور نہ شاہنامہ کلیم اور موجودہ ظفر نامہ قدسی کے مقابلہ سے کوئی حصۂ کلام مشترک معلوم ہوتا ہے جس سے یہ گمان ہو کہ ظفر نامہ کا کوئی جزو شاہنامہ کلیم میں شامل ہے۔ لہٰذا خارجی شہادت و داخلی مواد کی رو سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ریاض الشعراء کا بیان صحیح نہیں ہے۔

اب چونکہ شاہنامہ کلیم کے متعلق صاف و صریح معلومات حاصل ہو چکے ہیں اس لیے ہم آیندہ صفحات میں ان کے مقابلہ کی طرف رجوع کریں گے۔ فہرست بانکی پور میں "ظفر نامہ قدسی" کے متعلق جو تفصیلات دی گئی ہیں وہ سرخیوں کی شکل میں ہیں جن کا مقابلہ شاہنامہ کی سرخیوں سے کیا جاتا ہے۔

۱۔ شاہنامہ کلیم میں سرخیوں کی تعداد ۸۰ ہے۔

۱۔ ظفر نامہ قدسی میں ۱۵ سرخیاں ہیں۔

۲۔ شاہنامہ کا آغاز حمد و نعت سے ہوتا ہے۔ بعد ازاں تعریف سخن ہے اور ورق: ۹الف سے شاہجہان کے اجداد کا نسب نامہ شروع ہوتا ہے جو ورق: ۳۶الف پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں مغل حکمرانوں کی عظمتوں کی تفصیلات درج ہیں۔ ورق: ۳۷الف تا ۶۷الف زمانہ شہزادگی کے حالات ہیں۔

۲۔ ظفر نامہ کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے ؎

بحمد خدائی زبانم کشود | کہ شد مظہر در وجودش وجود

اور پھر دوسری سرخی ہے تولد شاہجہان ورق: ۶الف۔ نسب نامہ شاہجہان ورق: ۹ب پر بالکل مختصراً شاہان سلف کا بیان درج ہے۔ ورق ۹ب تا ۴۵ب شاہجہان کی شہزادگی کے زمانے کی تفصیلات ہیں۔

---

[۵] عمل صالح، جلد سوم، ص: ۴۰۲

Marfat.com
Marfat.com

۳۔ ورق ۷۶ الف سے ۲۲۰ ا تک جلوس شاہجہان و فتوحات وغیرہ اور دس سالہ دورِ حکمرانی کے تفصیلی حالات نظم ہیں۔ اس کی مزید تفصیلات تکرار کا باعث ہونگی۔

۴ جلوسِ شاہجہانی کا ذکر ظفر نامہ کے ورق: ۵۹ ا پر قلمبند ہے پھر اس عہد کے چیدہ چیدہ واقعات مثلاً فتحِ قندھارک، مردن ممتاز محل۔ دامادی دارالشکوہ و سلطان شجاع۔ جنگ اورنگ زیب با فیل۔ گرفتن قلعہ دولت آباد باغی شدن ججھار سنگھ بندیلہ اور آخر میں مختلف عمارات کی تعریف میں مثنویاں ملتی ہیں اور پھر ورق: ۱۹۲ ب سے قصاید کا آغاز ہوتا ہے۔ ورق: ۲۷۵ ب پر ترجیع بند ہے۔ ورق: ۲۸۱ ا تا ۲۸۷ ب قطعات اور ورق: ۲۸۷ ب تا ۳۲۳ ب غزلیات رقم ہیں۔ رباعیات پر کلیاتِ قدسی کا اختتام ہوا ہے۔

نقایصِ ظفر نامہ[1]

ریو نے برٹش میوزیم کیٹلاگ میں ظفر نامہ قدسی کے نامکمل ہونے کا ذکر یوں کیا ہے کہ ظفر نامہ قدسی نامکمل اور چند منتشر واقعات کے حامل قطعات کا مجموعہ ہے[2]۔

اس کے ناقص اور منتشر ہونے کی مزید توثیق یوں بھی ہوتی ہے کہ اس میں اس عہد کے بعض اہم واقعات کے متعلق کچھ بھی مواد نہیں ملتا مثلاً خان جہان لودی کی بغاوت کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ اس کے برخلاف شاہنامہ کلیم میں ورق ۹۳ ب سے خان جہان کا ذکر شروع ہو کر ورق: ۱۱۲ ب پر ختم ہوا ہے[3]۔ اور اس کے قتل تک کے واقعات مکمل درج ہیں

لہ اصولاً محاسن ظفر نامہ پہلے ہونا چاہیئے تھا لیکن چونکہ مقابلہ کا ربط و سلسلہ ٹوٹ رہا ہے اسلئے ترتیب الٹ دیگئی ہے۔

2. Catal. Brit. Mus. Per. Mss., Vol. II. P. 685.
"The poem was left unfinished. The present copy contains a confused series of detached fragments..... even thrice over with some varitions."

۳ شاہنامہ کلیم، ورق: ۹۳ ب تا ۱۱۲ الف

چنیں می نگارد بکلکِ بیان ۔۔۔ پی ہر کہ عبرت بگیرد ازان
در احوالِ خانِ جہان فکر کن ۔۔۔ کہ روشن شود بر تو صدقِ سخن
بوقتی کہ دریای شوریدہ بخت ۔۔۔ ز اقلیمِ ہستی برون برد رخت
سرِ پیشِ شہ او بدرگہ رسید ۔۔۔ در آن دم بعرض شہنشہ رسید

Marfat.com
Marfat.com

لیکن ظفرنامہ قدسی میں فتح قندھار، مردنِ ممتاز محل، فتح بندر ہوگلی کی تفصیلات تو ہیں، ججھار، خان جہان کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شاعر کے نزدیک اس بغاوت کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی، بلکہ ظفرنامہ کے نامکمل ہونے کی وجہ سے وہ حصہ بھی کہیں گم ہو گیا ہوگا۔ قدسی کی زندگی میں تو اس کا سارا کلام غالباً مدون نہیں ہوا تھا[1] اس لیے اس واقعہ کا کاتب یا مدون کرنے والے کی عدم توجہ کا شکار ہونے کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔

اس انتشار کے متعلق ریو کا مزید بیان ہے کہ ججھار سنگھ کے واقعہ پر جو اشعار ظفرنامہ میں درج ہیں وہ قدسی کے نہیں کلیم کے ہیں اور کلیم کے دیوان میں دستیاب ہوتے ہیں[1]۔ لیکن کتب خانہ آصفیہ کے "ظفرنامہ قدسی" میں جو اشعار ججھار سنگھ سے متعلق ملے ہیں ان کا مقابلہ میں نے کلیاتِ کلیم کے اشعار سے کیا تو یہ صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ اشعار کلیم کے نہیں ہیں کیونکہ نہ طرزِ کلام میں مشابہت ہے نہ بحرِ شعر ہم وزن ہے۔ مزید توثیق کے لیے قدسی کے اشعار اور ساتھ ہی کلیم کے اشعار کلیات اور شاہنامہ دونوں سے نقل کیے جاتے ہیں ؎

ظفرنامۂ قدسی:-

قلم چوں ظفرنامہ را تازہ کرد　　عروسِ سخن را چنیں غازہ کرد
کہ صاحبقرانِ سپہر اقتدار　　چو آہنگِ بندیلہ کرد آشکار
گروہی بہ تادیبِ آں کفرکیش　　ز شیرانِ جنگی فرستاد پیش
ازاں ملک ججھار ناچار رفت　　بہ بلبل بگو کز چمن خار رفت
ز سردار لشکر مظفر بود　　بلی مرد را عقل در سر بود
رسیدند تا حد آں مرز و بوم　　کہ آنجا وطن داشت ججھار شوم
باقبالِ خاقانِ گردوں شکوہ　　یکی زندہ بیروں نشد زاں گروہ
بریدند ججھار را سر ز تن　　تہی گشت آں بیشہ از اہرمن
پسر ہم بہ تکلیفِ تیغِ دو سر　　براہِ سفر شد رفیقِ پدر[2] (فعولن فعولن فعولن فعول)

---

1. Catal. Brit. Mus. Per. Mss., Vol. II., P. 686.
"The longest, however, fol. 48b, 51b, and 21a, 26b, relating to the flight and death of Raja Jajhar Singh (A.H. 1044) is not by Kudsi, but by Kalim, and is found in the Divan of later."

۲ ظفرنامہ قدسی، ورق: ۱۲۲ ب، ۱۲۶ الف۔

Marfat.com
Marfat.com

شاہنامۂ کلیم :- (فعولن، فعولن، فعولن، فعول)

مرا شاہ مدف را بے مثال | بود حال جھجار اں خسران مآل
سر ہر دو سرمایۂ فتنہ ندا | بگفتا کرسا زند از تن جدا
بریدند از تن سر ہر دو را | گرفتند انگشتر ہر دو را
بدرگاہِ ثانی صاحب قران | بہ تعجیل کرد اندو سر را روان[۱]

کلیاتِ کلیم :- (مفاعیلن، مفاعیلن، فعولن)

بگوییم قصۂ جھجار مردود | کہ آغازش بہ وانجام چوں بود
ہمیں مدبر کہ بختش پشت دادہ | چو دُود از آتش بر سنگ زادہ
ہمہ اہلِ عیال و مال یکسر | بدرگاہ آمدو سر نیز بر سر[۲]

ایک ہی واقعہ کو دو مختلف شعرائے قلمبند کیا ہے۔ ہر دو کا کلام جُدا گانہ ہے، اس لیئے ریو کا بیان صداقت پر مبنی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ممکن ہے کہ ریو کو جو ظفرنامہ قدسی ملا تھا اس میں کسی کاتب نے کلیم کے اشعار ہی درج کر دیئے ہوں۔ کیونکہ موصوف نے لکھا ہے کہ:

"اکثر جگہ واقعات کی تکرار بھی پائی گئی ہے۔"

لہٰذا اس کا الزام قدسی کی ذات پر رکھنا یقیناً نامناسب ہوگا۔

محاسنِ ظفرنامہ

ہر چیز کے دو رُخ ہوتے ہیں۔ جہاں "ظفرنامہ" میں نقایص ہیں وہاں چند خوبیاں بھی ہیں۔ یعنی ظفرنامہ اتفاقات زمانہ سے نامکمل رہ گیا لیکن اس میں ایک خوبی زبان کی روانی، سلاست و فصاحت کی ہے جسے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ چند اشعار اس خوبی کے اظہار کے لیئے پیش کیئے جاتے ہیں ؎

ز اولاد و اتباعِ اُو کس نماند | دراں بوستاں ریشۂ خس نماند
کسے راکہ برگشت ازیں آستان | برافتادہ بہ تخمِ اُو از جہان
پس از فتح کردن سرانِ سپاہ | جبیں ہا پُر از سجدۂ پادشاہ
قلم چوں ظفرنامہ را تازہ کرد | عروسِ سخن را چنیں غازہ کرد

---

[۱] شاہنامہ کلیم، ورق: ۱۶۹ ا، ۱۸۰ ب

[۲] کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۰۴ ب، ۱۱۲

Marfat.com
Marfat.com

برید ند جبار را سر ز تن   تہی گشت آں بیشہ از اہرمن[1]

دوسرے یہ کہ قدسی نے ہمیشہ اپنے ممدوح کو عرش کی بلندیوں پر پہنچایا ہے اور بڑے بڑے خطرناک موڑ پر بھی اُسے بے قصور ثابت کیا ہے۔ دُنیا جانتی ہے کہ یمین الدولہ آصف خان نے بلاقی، طہورث، شہریار کو صرف شاہجہان کا میدان صاف کرنے کے لیے موت کے گھاٹ اُتارا تھا، مگر قدسی نے اس کی توجیہہ یوں کی ہے

"کہ ویران شود ملک از رخنہ گر"

شاہنامہ کلیم میں اس واقعہ کو بالکل معروضی انداز میں بیان کیا گیا ہے گویہ طریقہ تاریخ کے لیے موزوں ہوتا ہے اس میں وہ زورِ کلام، جوش اور تائید نہیں جو ظفرنامہ قدسی میں ہے۔ قدسی کے ہاں شاعری اور کلیم کے ہاں واقعہ نگاری ملتی ہے۔ ظفرنامہ کے چند اشعار مذکورہ بالا بیان کی توضیح کے لیے پیش کیے جاتے ہیں ۔

عیاں است بر واقفِ خیر و شر   کہ ویراں شود ملک از رخنہ گر
سرِ مفسدِ ملک در خاک بہ   ز اخلاطِ فاسد بدن پاک بہ
ز تن ہر چہ روید نباشد بجائے   بود چیدنی ناخن از دست و پائے
نکوئی دہد میوہ نخل مراد   بزند اگر شاخ و برگ زیاد
بہ تیغ دو سر آں سر افگندہ بہ   کہ در کارِ ملک افتد از وی گرہ
چو شاہین زد امروز از بیضہ سر   کند رغبتِ صید روزی دگر
بلاقی و طہورث و شہریار   نان ہر سہ ہوشنگ و گرشاسپ یار
بلاہور بودند ہر پنج شان   یمین دولہ افگندہ در رنج شان
کہ در قتل شان خان خدمت پرست   در آمد بلاہور فرماں بدست
در اجرای فرماں سگالندہ مرد   چہ دانم کہ دانی ؛ چگویم چہ کرد ؟
بلی نیست پنہان طبعِ سلیم   کہ در پادشاہی نشاید سہیم
بنزدِ خرد ور نباشد روا   شریکِ جہاں چوں شریکِ خدا
چہ گوی تو شد پادشہ ظلِ حق   نباشد یکی را دو سایہ ز پے
شدش لوح خاطر ز اندیشہ پاک   کہ از زادۂ شیر شد بیشہ پاک

حاصلِ کلام یہ کہ شاہنامہ کلیم اور ظفرنامہ قدسی کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

---

[1] کلیاتِ قدسی ؛ ورق ؛ ۱۲۵ ر

Marfat.com
Marfat.com

موجودہ ظفرنامہ قدسی کی حیثیت مثنوی سے زیادہ کلیات کی ہے کیونکہ اس میں مثنویاں، قصاید، غزلیات و رباعیات وغیرہ بھی شامل ہیں، اس لیئے ہم نے دونوں کا مقابلہ و مقالسہ صرف مثنوی کے حصہ تک ہی کیا ہے اور شاہنامۂ کلیم ایک مکمل مثنوی ہے۔ اس کی ہیئت کلیات کی طرح نہیں جو مختلف اصنافِ سخن پر مشتمل ہو، اور نہ وہ کسی مثنوی کا تتمہ معلوم ہوتی ہے بلکہ شہنشاہ شاہجہان کے عہدِ زرین کے ابتدائی دس سال میں ظہور پذیر ہونے والے شاندار کارناموں کی مفصل تصویر و مستند منظوم ریکارڈ ہے جو تاریخ ادب میں رہتی دُنیا تک باقی رہے گا اور جس کی وجہ سے کلیم کو اپنے ہمعصر شعراء پر فوقیت حاصل رہے گی۔

Marfat.com
Marfat.com

باب چہارم

کلامِ کلیم کا تنقیدی و تحسینی مطالعہ

Marfat.com
Marfat.com

شاعری کا شمار فنونِ لطیفہ میں اس لیئے کیا جاتا ہے کہ اس کے ارتقائی منازل تدریجی طور پر لطافت پذیر ہوتے ہیں۔ صنعت اپنے کمال پر پہنچ کر صناعت کی منزل میں داخل ہوتی ہے۔ ابتدائے آفرینش کے وقت انسان کو سر چھپانے کے لیئے پناہ گاہ بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی اور تمدن کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ان ہی انسانی ہاتھوں نے ایک منزل پہ پہنچ کر تاج محل کی تخلیق کی۔ اسی طرح اشاروں اور مختلف آوازوں کے ذریعہ مافی الضمیر کا اظہار کرنے والے انسانوں نے زبان کی ابتدائی اور ان کی سعیٔ مسلسل نے درجہ کمال پر پہنچ کر شعر کی تخلیق کی جسے الفاظ کے ذریعہ ساحری کرنا کہا جا سکتا ہے۔

رقص، تعمیر، مصوری، بُت سازی، موسیقی اور شعر میں بُنیادی طور پر تو کوئی فرق نہیں ہوتا البتہ ذریعہ اظہار مختلف ہوتا ہے اور انہیں ذریعہ اظہار کا حسین، لطیف، بلند و وسیع، پُر معنی و اثر انگیز استعمال ہی فنکاری تصور کیا جاتا ہے فنکاری میں صرف مواد و ہیئت ہی کو اہمیت حاصل نہیں ہے بلکہ القائے، تصور، اور شاعر کا تجربہ بھی اہم ہوتا ہے جس سے مواد و ہیئت میں جان پڑتی ہے۔ کلاکار کی شخصیت جتنی جاندار و لطیف ہوگی، جذبات میں جتنا گداز اور تخیل میں جتنی گہرائی و پرواز ہوگی شعر اتنا ہی لطیف، ارفع و اعلیٰ، درخشاں و تاباں ہوگا کیونکہ اس کی نمو، اس کی تعمیر و تشکیل، رنگینی و اثر انگیزی کے لیئے خونِ جگر دینا ہوتا ہے اور ایسی شخصیتیں فلک کج رفتار کے ہزاروں سال کے ریاض کے بعد وجود میں آتی ہیں۔ ان میں سے ایک کلیم بھی ہے۔ جیسے مولانا شبلی نے "صحیفۂ غزل کا آخری ورق" کہا ہے۔

حیاتِ کلیم کی ابتدائی تفصیلات سے اس امر پر روشنی نہیں پڑتی کہ اس کے اسلاف کون تھے۔ اس نے کن کن سے فیض حاصل کیا تھا۔ ذوقِ شعری اسے ورثہ میں ملا تھا یا اس کے ریاض کا نتیجہ تھا۔ البتہ مدینۃ العلم شیراز کی بلند قدر ہستیوں کے پرتو علم نے کلیم میں وہ تابانی پیدا کر دی تھی کہ اس نے ان ہی صلاحیتوں اور سعیٔ مسلسل کے ذریعہ ملک الشعرائی کا بلند مرتبہ حاصل کیا ہے

پختہ سازد صحبتش ہر خام را
تازہ غوغائے دہد ایام را

بعض شاعر ایسے ہوتے ہیں جو اسلاف کے راستے ہی پر چل پڑنے کو عین سعادت مندی تصور کرتے ہیں، بعض ان

Marfat.com
Marfat.com

ہی راہوں کو شاہراہوں میں تبدیل کرتے ہیں اور اُن کے نام رہتی دُنیا تک سرِفہرست نظر آتے ہیں۔ کلیم نے متقدمین کے سرمایۂ شعر و سخن کو مشعلِ راہ بنا کر ان میں بعض جدّتیں پیدا کیں۔ شاعری کے وہ جوہر دکھائے اور اپنے ہمعصروں میں وہ امتیاز حاصل کیا کہ اُسے "خلاق المعانی ثانی" کے لقب سے موسُوم کیا جانے لگا۔

قصیدہ کا رنگ متاخرین تک پہنچتے پہنچتے پھیکا ہو چکا تھا۔ عرفی نے کہا ہے ؎

قصیدہ کارِ ہوس پیشگان بود عرفی ⁂ تو از قبیلۂ عشقی وظیفہ ات غزل است

کم تر قصیدہ اظہارِ علمیت کے لیے اور زیادہ تر صلہ کی تمنا میں لکھے جاتے تھے کیونکہ دوزخِ شکم کے لیے ایندھن ضروری تھا اور اربابِ ہنر کو اپنی ناگزیر احتیاجات پوری کرنے کے لیے دربدر کی ٹھوکریں کھانی پڑتی تھیں، وطن کا عیش، عزیز و اقارب کی محبت تج کر پردیس کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی تھیں تب کہیں جا کر گوہرِ مراد حاصل ہوتا اور کشتِ امید سرسبز ہوتا تھا چنانچہ کلیمِ حقایق بار قلم سے یہ شعر تراوش ہوا ہے ؎

چون گہرِ غربت ما بہ ز وطن خواہد بود ⁂ دربدر گو نفگن گردشِ دوران ما را

اور اکثر اوقات سفر کو حضر پر ترجیح دینے کے باوجود امن و آسایش نصیب نہیں ہوتا تھا ؎

رفت عمرم در سفر چوں موج و نتوانم کلیم ⁂ گوشۂ امنی درین دریائے بے حاصل گرفت

یا تو امراء و روساء کے آستانوں پر جبین سائی کرنی پڑتی تھی اور ان ہی کی رقیبانہ چشمکوں، تشویق و تحریص کی وجہ سے ادب کو فروغ ہوتا تھا۔ شعراء "چشمِ سخنور" کی صلاحیتوں، پرکھ اور قدردانیوں کے مطابق ریاضت کرتے اور اسی فکر و فن کے نتیجہ میں ادب کے شہکار وجود میں آتے۔ ؎

چشمِ سخنورِ ترا تا بنظر نیاوَرد ⁂ طبعِ کلیم ہیچ گہ فکرِ سخن نمی کند

شاعر اور مفکر اپنے دور کے خارجی اثرات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا جب تک، وہ نئی راہوں کو نہ اپنائے، نئے دور کی عکاسی نہ کرے، اس کے کلام میں رُوحِ عصر رچی ہوئی نہ ہو، نبض کی دھڑکنوں کی آواز سمائی ہوئی نہ ہو تو وہ کلام لافانی ادب کا مظہر کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ کلیم کے اشعار میں اس عہد کی کساد بازاریٔ سخن اور پھر اپنے شہبِ سخن کو شاہراہ پر چلا کر اپنی چشمِ خریدار بنانے کا تذکرہ ملتا ہے ؎

گر متاعِ سخن امروز کساد است کلیم ⁂ تازہ کن طرز کہ در چشمِ خریدار آید

رنگینی و اغلاقِ سخن کو سادگی میں تبدیل کرنے کا اعتراف کرتا ہے ؎

کلیم از شعرِ رنگین نیست بیت سادہ می گوید ⁂ عروسِ تنگدستان بیش ازین زیور نمی دارد

وہ آرٹ کی نوخونِ جگر سے کرنے کا قائل ہے ؎

بی سینۂ روشن رخِ معنی ننماید ⁂ آئینہ ہمین است عروسانِ سخن را

Marfat.com
Marfat.com

متقدمین سے متاخرین تک ہر شاعر و فنکار نے اپنے کو ارباب ہنر سے متعلق کیا ہے، جس سے اس امر کا انکشاف ہوتا ہے کہ اس طبقے میں مصور، موسیقار، دانشور، دستکار سب شامل تھے۔ علماء وادباء کے لیئے کوئی علیحدہ اصطلاح یا درجہ متعین نہیں تھا۔ جاگیرداری سماج میں تمام صنعتوں، فنِ تعمیر، فنونِ لطیفہ ہر چیز کی تخلیق و ارتقاء کے لیئے امراء و جاگیردار اہلِ ہنر کی سرپرستی کرتے، پھر درمیانی طبقہ ہوتا اس کے نیچے محنت کش عوام کی اکثریت ہوتی اور اسی اکثریت سے اکثر اہلِ ہنر اُٹھتے تھے۔ محنت ان میں خود اعتمادی اور شخصی آزادی کا جذبہ پیدا کرتی اور امراء کی سختیاں، ان کے فن سے غلط استفادہ کرنے کا ماحول انہیں حساس بنا دیتا تھا جس کی وجہ سے تنگ آکر وہ صدائے احتجاج بلند کرتے۔ "دُنیا" سے مراد "مستبد و جابر حکام" ہوتی اور ان کا قلم چیخ اُٹھتا کہ دنیا نے بالکل اسی طرح "اہلِ سخن" پر کار و بارِ حیات تنگ کر رکھا ہے جسطرح کے خوش الحان پرندے کو آہنی قفس میں بند کیا جاتا ہے ؎

کار بر اہلِ سخن دہر زبس سخت گرفت قفسِ طوطی خوش لہجہ ز آہن باشد

سماج کے عام بنتے، بگڑتے حالات اور نظم و نسق کے انتشار یا امن و ضبط کے ساتھ ساتھ ان پر عرصۂ حیات تنگ و فراغ ہوتا ہے، مگر اہلِ ہنر تنگدستی ہی میں رہتے ہیں اس لیئے اس کا اظہار ان کی زبان سے ہو ہی جاتا ہے ؎

ہمیشہ اہلِ ہنر را زمانہ عریاں داشت فسانہ ایست کہ خم جامۂ فلاطون بود

ذوق نے بھی کہا ہے ؎

یوں پھریں اہلِ کمال آشفتہ حال افسوس ہے اے کمال افسوس ہے تجھ پر کمال افسوس ہے

ارباب ہنر کا سب سے گراں قدر سرمایہ اُن کا ہنر ہے۔ زمانہ کی ناقدری کی وجہ سے ان "مفلسوں" کو اپنے اس قیمتی سرمایہ کو ارزاں فروخت کرنا پڑتا ہے اور شاعر تڑپ کر کہتا ہے کہ "تہی دستیِ دوراں" کی وجہ سے ان کو قیمت گرانی پڑتی ہے ؎

مفلس از جنسِ خود ارزاں نفروشد چکند کم بہا کرد تہی دستیِ دوران ما را

گاہکوں کی کمی کی وجہ سے جنسِ سخن اپنی اصلی قدر و منزلت نہیں کھوتی مگر گراں قدر تحفہ کسادبازاری کی وجہ سے ارزاں بکتا ہے اور یہ فنکار کی توہین ہے جسے کلیم برداشت کرنے تیار نہیں ؎

از کمیٔ مشتری جنسِ سخن خوار نیست تحفہ گراں قیمت است جوشِ خریدار نیست

اور جب شاعر نے اپنے ماحول میں ناقدری کی انتہا دیکھی تو بے نیاز ہو گیا اس لیئے وہ اپنے آپ کو تسکین دیتا ہے کہ "قدرِ سخن" نہ بھی ہو تب بھی کونسا مقام شکوہ و شکایت ہے۔ اس "بازارِ جہاں" میں "آبِ حیواں" کی کون قیمت ادا کر سکتا ہے جو جنسِ سخن کی کرے گا ؎

نہ از خواری است گر قدرِ سخن را کس نمی داند بہ بازارِ جہاں قیمت کہ داند آبِ حیواں را

کلیم بھی حالات کے اقتضاء سے مجبور تھا اس نے اپنے عہد کے تقریباً ہر اہم واقعہ پر قصیدہ، مثنوی یا قطعہ لکھا اور اس کے صلہ ہی کے سہارے اپنی زندگی کے دن گزارتا رہا۔ اس کا کلام شاہد ہے کہ شاعر صرف آسمان سے من و سلویٰ

Marfat.com
Marfat.com

اُترنے کا منتظر نہیں رہتا بلکہ اپنی کاوش اور سعیِ مسلسل سے ایک خوددار اور غیرت مند فنکار کی طرح زمین اور زمین والوں سے اپنی محنت کا معاوضہ طلب کرتا ہے ؎

کدام گنج کہ در کُنجِ خاکساری نیست — تو از زمیں بہ طلب ہرچہ آسماں نہ دہد

چرخِ جفاکار اور ناقدر شناسانِ سخن کے حوصلہ شکن سلوک سے فنکار کا دل بجھ جاتا ہے اور اس کے قلم سے اس طرح خیالات کا ترشح ہوتا ہے ؎

ہنرم را ثمری چرخِ جفاکار نداد — دیدۂ قدر شناسی بہ خریدار نہ داد

مولانا شبلی کا خیال ہے کہ !

"کلیم نے عرفی اور نظیری کی پیچدار اور مشکل بندشیں صاف کر کے مبالغہ اور حُسنِ تعلیل کو وسعت دی لیکن اس کے ساتھ قصیدہ کا زور اور اس کی متانت اور بلندی کم ہو گئی اور تغزلیت کا رنگ غالب آ گیا۔"

اور ایک جگہ خود اعتراف کرتے ہیں :

"لیکن درحقیقت یہ عہد غزل کی ترقی کا عہد ہے۔"

کلیم نے جو مدحیہ قصیدے، قطعات اور مثنویاں لکھیں اس سے حصولِ معاش اور اظہارِ علمیت دونوں مقصود تھے اس کے بعض قصیدے یقیناً نہایت شاندار ہیں اور شاہجہان کی سخن سنجی و داد و دہش خود اسکی شاہد ہے۔

قدما کی طرح کلیم کے قصاید میں بھی تمہید اکثر بہاریہ انداز میں ہوتی ہے اور اس میں معنوی و صُوری خوبیاں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں ؎

چمن تمام فرح شد ز انبساطِ بہار — چہ بادہ در سرِ و چہ گُل بگوشۂ دستار
رطوبتست ہوا راکہ بر نمی آید — ز زیرِ شبنم نرگس چو چشم عینک دار
کشید وسمہ برابروی موجہ سبزۂ تر — نہادہ پرتوِ گُلہا حنا بدستِ چنار

***

چناں ز مقدمِ نوروز شد طراوتِ عام — کہ سبز گشت ہم از آبِ تیغ جوہرِ نام
زمانہ از رقمِ سبزہ بر صحیفۂ خاک — سند نوشتہ کہ از ابر می ستاند دام
شگوفہ پیرہنِ تر بشاخ اگر چہ فگند — ندید پرتوِ خورشید را دریں ایام
زحُسنِ تربیتِ بر شگال نیست عجب — کہ خار پشت شود ہمچو گُلِ حریر اندام

***

دگر بہار جہاں راچناں گلستاں کرد — کہ شوقِ سیرِ چمن سرو را خراماں کرد

Marfat.com
Marfat.com

چو وام دار تہی دست از خجالتِ ابر ۔۔۔ بزیر سبزہ زمیں روی خویش پنہاں کرد
بخطِ سبزۂ نورستہ باز دستِ بہار ۔۔۔ نوشتہ متنِ دقیقی کہ شرح نتواں کرد

* * *

کلیم موسم کی عکاسی، منظر نگاری میں جزئیات کو اس تفصیل سے قلمبند کرتا ہے کہ ایک مصور کا موقلم اشعار کی رہنمائی میں خوبصورت اور مکمل تصویر بنا لے اور تخیل کا آب و رنگ سامعین کے چشمِ تصور میں اس مقام کو جنت نظیر بنا کر پیش کرے۔

زمین کی زرخیزی اور قوتِ نمو کا نقشہ اِن الفاظ میں کھینچا ہے ؎

عُروجِ نشو و نما بیں کہ ہمچو سبزۂ خط ۔۔۔ بہ رُخ از آبِ عرق سبز گشت دانۂ خال
نموِ سبزۂ تہ ہمچو آبِ فوارہ است ۔۔۔ کہ تا ز صحنِ چمن سرزدہ است کشتہ نہال
شگوفہ سیم فشاں بی نسیم تحریکی ۔۔۔ کرم نگہیست کہ بخشند پیشتر ز سوال
دریں بہار گنہہ گر فرشتہ بہ نویسد ۔۔۔ نم ہوایش بشوید ز نامۂ اعمال

آخر الذکر شعر میں تو مضمون آفرینی کی معراج ہے اس کا قلم شاعری نہیں ساحری کر رہا ہے۔ بہار کا موسم ہے، عطر بیز ہوائیں چل رہی ہیں، سارے سامانِ عیش مُہیا ہیں موسم کے اثر سے یقیناً انسان سے گُنہ سرزد ہو رہے ہیں لیکن شاعر یہ کہہ کر ان کے خوفِ عقوبت کو کم کرتا ہے کہ فضا میں اتنی خنکی اور نمی ہے کہ اگر فرشتہ ہمارے گُناہ لکھ بھی لے تو ہوا کی نمی اس کو نامۂ اعمال سے دھو ڈالے گی اور جب کوئی ریکارڈ ہی نہیں رہے گا تو احتساب کس چیز کا ہوگا۔

کلیم کی نُدرتِ خیال اور جدت آفرینی سے کوئی ناقد انکار نہیں کر سکتا۔ مولانا شبلی اس جگہ اس کا لوہا مانتے ہیں "اسکی (کلیم) جدت آفرینیاں استعجاب کے قابل ہیں"۔

ایک قصیدہ میں اپنے ممدوح کے انتظامِ سلطنت کو اتنا سراہا ہے کہ جدتِ خیال مبالغہ و غلو کی سرحدوں تک پہنچ گئی ہے ؎

بعہدش آں چناں در خواب امن است ۔۔۔ کہ باید پاسبانی پاسباں را
بملکش راہ زن مانندِ جادہ ۔۔۔ بمنزل می رساند کارواں را
بعہدِ عدلِ اُو واپس ستاند ۔۔۔ چمن از خاک زرہائے خزاں را
کفش پرداخت کانِ گوہر و زر ۔۔۔ فلک برچید آخر ایں دکاں را

یہ دیکھئے ممدوح کی صفت عطا کو کس شان سے سراہا ہے ؎

اگر ز کوہ وقارش بہ بحر سایہ فتد ۔۔۔ عجب کہ موج در آید ز جا ز جنبشِ باد
عطاش مستحق و غیر مستحق نشناخت ۔۔۔ بنزدِ ابرچہ ویراں چہ منزلِ آباد

Marfat.com
Marfat.com

ممدوح کو سراہنا ہر مادح کا فرض ہوتا ہے۔ بے پناہ نوازشوں کو کتنے موثر اور حسین انداز میں سراہا ہے ابر کا کام برسنا ہے خواہ بستی ہو یا ویرانہ وہ یکساں نوازتا ہے اسی طرح اس کا ممدوح بھی نہال کرتا ہے۔ اہل کو تو ہر ایک دیتا ہے نااہل کو دینا غیر معمولی جذبۂ سخا کے حامل شخص ہی کا دل ہوتا ہے۔

صنفِ غزل عہدِ متاخرین میں جو لانگہ قلم بنی ہوئی تھی۔ اس میدان میں شعرائے نے جو جدت آفرینیاں کی تھیں وہ واقعی استعجاب کے قابل ہیں۔

اختر اورینوی کہتے ہیں:

"ایک غزل قیمتی موتیوں کا ہار ہے، وہ تاج محل نہ سہی، اعلیٰ غزلوں میں نیم وحشیانہ ابتری نہیں ہوتی بلکہ رُوحانی ربودگی پائی جاتی ہے۔"

مشاہدہ، تصور یا خیال، احساسات، جذبات، تخیلات، وارداتِ داخلی کی منزلوں سے گزر کر شاعرانہ تجربہ کی نئی منزل میں داخل ہوتا ہے تو شعر کی صورت اختیار کرتا ہے۔ کلیم کی فنکاری میں ہمیں جذب و سوز، خیال کی پرواز قوتِ ادراک، حُسنِ وجدان، یاس و امید کی کشمکش، درد و گداز، طنز و جدت اور تازہ خیالی کی جھلکیاں نظر آتی ہیں اسکے یہاں واقعیت کا حُسن بھی ہے اور مثالیت کا جمال بھی۔ مضمون آفرینی کی کثرت بھی ہے اور بلاغت و فصاحت کا امتزاج بھی۔ وہ ایک طرف نقاشی و بت سازی کرتا ہے جس کی رہنمائی میں ایک مصور کا موقلم حسین تصویر بنا سکتا ہے تو دوسری طرف اشاریت و ایمائیت کے جلوے ملتے ہیں۔ اس کے فن میں لطافت، عمق، رفعت و وسعت بھی ملتی ہے۔

مضمون آفرینی کی مختصر تعریف ان الفاظ میں کی جا سکتی ہے کہ وہ نیا استعارہ، یا تشبیہ، انوکھا مبالغہ یا حسن تعلیل کا مجموعہ ہوتا ہے۔ نادر تشبیہیں اور پُر معنی استعارات حُسنِ انتخاب و ترکیب کے امتزاج سے پیدا کیے جاتے ہیں اس تخلیق میں کلیم کے تخیل کو بڑا دخل ہے۔ لب و لہجہ، تیور، طرز، آہنگ اور صوت کی تاثیر سے وہ بخوبی واقف ہے۔

تشبیہ حیا ایک حسین ادا ہے بزبان غالب "ادائے ناز" ہے اور اس موضوع پر تقریباً ہر شاعر نے طبع آزمائی کی ہے۔ تشبیہیں اختراع کی ہیں، نادر، اچھوتی، نرالی تشبیہیں۔ مگر کلیم کی لاجواب تشبیہ ملاحظہ فرمایئے کہ وہ حیا کو محبوب کی مست آنکھوں کے گوشوں میں اسطرح سموئے ہوئے دیکھتا ہے جیسا ... ہا د زاہد بزم شراب میں اغیار سے ڈرتے، معترضین سے خائف ہوتے اور دوستوں سے ہچکچاتے ہوئے داخل ہوتا ہے ؎

حیا بگوشۂ آں چشم مست جا کردہ ۔۔۔ چُو زاہدی کہ بہ بزمِ شراب می آید

کلیم کو اپنی گرفتاری دل پر ہنسی آتی ہے اور دیوانہ وار ہنسی۔ کیونکہ عشق ابھی خام ہے اور غالب اس منزل سے ایک قدم آگے ہو گئے تھے اس لیئے ان کے پاس ہنسی کا تصور بھی مفقود ہو گیا تھا[1] ؎

بر گرفتاری دل خندہ زنان می گذرم ۔۔۔ ہمچو دیوانہ کہ از پیشِ دبستاں گذرد

---

[1] غالب: آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی ؛ اب کسی بات پر نہیں آتی

Marfat.com
Marfat.com

مسرت کے لمحات بہت جلد بیت جاتے ہیں " حنائی عیش " کی ترکیب باندھنے سے خود ناپائداری جھلک رہی تھی، اس پر شفق سے تشبیہ دے کر بے ثباتی عیش کو انتہا پر پہنچا دیا ہے ؎

حنائے عیشِ جہاں چوں شفق نمی ماند دلا زدست مدہ اشکِ ارغوانی را

یوں تو بہت سے شعرا نے محبوب کی تنگ دہنی کی تشبیہ مختلف خوبصورت چیزوں سے دی ہے اس لیے کہ دہنِ تنگ لوازمۂ حسن میں شمار ہوتا ہے۔ مگر کلیم نے بندوق کی نالیوں کی تنگی کو دہنِ محبوب سے تشبیہ دیکر جدت پیدا کردی ہے۔ ان اشعار میں یہ خیال بھی پایا جاتا ہے کہ چونکہ محبوب بغیر تیغ و تفنگ کے جان لیتا ہے اور پھر بھی اس میں تیغ کی سی اثر آفرینی اور قہر ہوتا ہے اس لیئے شاہ کی تفنگ ایک تنگ دہن محبوب ہے کہ اس کی زد میں آیا ہوا کوئی ذی روح اپنی جان اور سر سلامت نہیں لے جا سکتا ؎

تفنگِ شاہجہان دلبریست تنگ دہان کہ کس دریغ از و جان و سر نمی دارد
بلب قراولِ زیباش دلنشیں جائیست کہ دیدہ بانش از چشم بر نمی دارد

غمِ دہر اگر زیادہ ہو جائے تو غمِ جاناں بھی انسان بھول بیٹھتا ہے۔ فراغت کے اسباب مہیا ہونے پر عیش و نشاط نغمہ و سُرود یاد آتے ہیں۔ جب معاشی و معاشرتی حالات دگرگوں رہے تو عشق بھی گلدستہ طاقِ نسیاں ہو جاتا ہے۔ نہ عید، نہ شب برات۔ شاعر کہتا ہے کہ غمِ دوراں نے مجھے اتنا گھیر رکھا تھا کہ یں اسی میں اتنا غرق تھا کہ شباب کے عیش سے ایسے آگاہ نہ ہو سکا جیسے عید قیدیوں پر سے گزر جائے اور وہ اس سے لطف اندوز نہ ہو سکیں، نہایت نادر اور اچھوتی تشبیہ پیش کی ہے ؎

آگہہ از عیشِ جوانی نشدم در غمِ دہر ہمچو آں عید کہ بر مردمِ زنداں گزرد

وہ نگہ جو بظاہر نگاہ سے کم ہوتی ہے اگر بہ تغافل بھی دل پر سے گزر جائے تو سیخِ مژگان، کبابِ دل کو ایسا بنا دیتی ہے جیسے سیخ آہنی لحم کو برماتی گزرتی ہے ؎

اگر ز دل بہ تغافل گذشتہ مژگانش چناں گذشتہ کہ سیخ از کباب می گزرد
دخلِ بیجا ہمہ جا در سخنم می آید ایں مگس لازمِ شیرینیٔ گفتارِ من است

تشبیہ قابلِ ستائش و لائق داد ہے۔ بیجا مداخلت کو مکھی سے اور اپنے کلام کو شیرینی سے تشبیہ دی ہے اسلوبِ بیان سے جو ندرت پیدا ہو گئی ہے وہ بجائے خود ایک جدت ہے اور شاعر کی جودتِ طبع کی دلیل۔

عہدِ پیری آچکا ہے اور نظر میں فتور آگیا ہے۔ کہتا ہے کہ ضعفِ نظر کی وجہ سے عینک لگ گئی ہے اس خمیدہ کمری میں " فکرِ دل" عیش و نشاط، تمنائے نائے و نوش ہی ختم ہو جانی چاہیئے۔ ہنگامِ جوانی اس کے لیے موزوں ہوتا ہے۔ ضعیفی میں یہ خیال بھی ہوس ہوتا ہے ؎

Marfat.com
Marfat.com

باریک بنیت چو ز پہلوئے مینک است — باید ز فکرِ دل بر لاغر میان گذشت

حافظ نے بھی اس مضمون کو باندھا ہے ؎

چوں پیر شدی حافظ از میکدہ بیروں شو — رندی و ہوس ناکی در عہدِ شباب اَولی

مگر کلیم کے بیان میں جو متانت و اچھوتا پن ہے وہ حافظ کے ہاں نہیں ؎

صوتِ بلبل جائے قلقل گشت از مینا بلند — چوں ز تاب بادہ ساقی چہرہ را گُل ریز کرد

مینا سے شراب ساغر میں انڈیلتے وقت جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کو اصطلاح میں "قلقلِ مینا" کہا جاتا ہے۔ کلیم نے اس سے یہ فائدہ اٹھایا ہے کہ جب آب و تابِ شراب اور حدت سے ساقی کا چہرہ خود گُل ریز یعنی عارض و رخسار پھول کی طرح سُرخ سُرخ ہو گئے تو مینا سے آوازہ بادہ کی جگہ بلبل کی صدا بلند ہونے لگی۔

جلیل مرحوم کا ایک شعر ہے ؎

آنکھوں میں کون آ کے الٰہی نکل گیا — کس کی تلاش میں مرے اشکِ رواں چلے

محبوب محفل سے اٹھ کر چلا گیا۔ محفل سونی ہو گئی۔ ہجر میں جو اضطراب تھا اور حضوری کی وجہ سے جو قدرے تسکین ہوئی تھی وہ بھی ختم ہو گئی حتیٰ کہ دامنِ صبر بھی چھوٹ گیا اور بے اختیار آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا۔ ایسے ہی جیسے کسی کی تلاش میں اشکِ رواں کا کارواں روانہ ہوا ہو یا سلطان کی جستجو میں لشکرِ سپاہ چل پڑتا ہے۔ عرضِ حال بھی کس شان اور شدت سے کیا ہے کہ جانے والا بھی پلٹ آیا ہوگا ؎

رفتی و مضطرب ز قفایت دو دیدہ اشک — چوں لشکرے کہ از پئے سلطاں بر آمدہ

حبیب کو اپنی آتش بیانی و آتش زبانی پر ناز تھا لیکن رعبِ حسن نے عرضِ حال کا موقع نہ دیا اور حبیب منتظر ہے کہ آنسوؤں کا چشمہ آنکھوں سے بہنے لگے تاکہ توجہ محبوب کا باعث بنے اور حالِ دل بیان کرنے کا بہانہ ہاتھ آئے ؎

ہمچو شمع آتش زبانم لیک وقتِ عرضِ حال — می نشینم منتظر تا گریہ را ہے وا کند

حسنِ تعلیل کون نہیں جانتا کہ انسان مر کر پھر زندہ نہیں ہوتا مگر شاعر کا خیال ہے کہ زمانہ دوبارہ دیکھنے کے قابل نہیں ہے اس لیے کوئی واپس نہیں آتا ؎

وضعِ زمانہ لایقِ دیدن دوبارہ نیست — رو پس نکرد ہر کہ ازیں خاکدان گذشت

شفق پھولنے کی توجیہہ کلیم نے اس طرح کی ہے کہ ہر شام سپہر اپنے سرور کے اقتضا سے "حنائی عید" اُفق پر لگاتا ہے اور پتہ نہیں کب تک لگاتار ہے گا ؎

ہمیشہ تا کہ سپہر از شفق ہمی بندد — حنائے عید بہ ہر شام ز اقتضائے سرور[1]

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق ۱۸۵

Marfat.com
Marfat.com

سبزہ خود رو ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ سبزہ اُگنے لگے تو زمین چھپ جاتی ہے مگر شاعر کا دستہ لال ہے کہ وہ ابر کی خجالت سے ایک تہیدست قرضدار کی طرح اپنا منہ چھپائے ہوئے ہے ؎

چو وام دار تہیدست از خجالت ابر   بزیر سبزہ زمیں روی خویش پنہاں کرد[۱]

یہ قانونِ فطرت ہے کہ پھول اپنے وقت پہ کھلتا ہے اور مرجھا جاتا ہے مگر کلیم کو اس کی علت کچھ اور نظر آتی ہے وہ کہتا ہے کہ گُل "ترنمِ بلبل" کی وجہ سے نہیں کھلتا بلکہ "غنچہ کسبِ ہوا" کے لیئے سینہ وا کرتا ہے ؎

نہ از ترنمِ بلبل شگفتہ گل در باغ   کہ بہر کسبِ ہوا غنچہ سینہ وا کردہ است[۲]

محبوب کا حسن قیامت جگاتا رہتا ہے۔ جب وہ بزم میں آتا ہے تو بقول میر اس کے بعد چراغوں میں روشنی باقی نہیں رہتی۔ تابندگی و درخشانی کا یہ عالم اور قامتِ فتنہ زا کا وہ عالم کہ جب وہ اُٹھتا ہے تو مخلوقِ خدا دل تھامے بیٹھ جاتی ہے۔ لہٰذا شمع سے یہ برداشت نہ ہو سکا اور شرم سے پگھل کر وہ ختم ہوگئی۔ عام آدمی کی سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ حدتِ شعلہ سے شمع کی موم پگھل گئی ہوگی لیکن شاعر کا بلند پرواز تخیل اس کا ایک حسین سبب ڈھونڈ لیتا ہے ؎

شمع بگداخت سراپا و شد از شرم خلاص   تا بکی خجلت از آن قامت و رخسار کشید[۳]

فتح کی خوشیاں ہیں، ماحول پر سرور نشاط چھایا ہوا ہے، شاعر کے تصور میں یہ خیال اُبھرنے لگتا ہے کہ گردوں بھی از دیارِ مسرت سے طفلِ سرکش کی طرح مچل رہا ہے اور اس عالمِ مدہوشی میں کواکب کی انگوٹھیاں اُتاری جاتی ہیں ؎

گردوں نشاطِ کودکی از سر چنان گرفت   کانگشتر کواکبش از سر تواں گرفت[۴]

"جورِ مہرویان" مشرقی محبوب کی خالص ادا ہے اور اس کا شکوہ بھی یہاں کے حبیب کا خاص موضوع لیکن اس کو اسقدر انتہائی مبالغہ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ واقعی "خورشیدِ قیامت" کے رخساروں سے رنگ اُڑنے کا سماں آنکھوں کے آگے پھر جاتا ہے ؎

گر بحشر از جورِ مہرویان شکایت سر کنم   رنگ از رخسارِ خورشیدِ قیامت می رود[۵]

محبوب کے گیسوئے خمدار دراز ہو کر کمر تک پہنچے ہیں شاعر کا خیال ہے کہ یہ عمل درازی اس لیئے ہے کہ وہ کمر سے

۱۔ کلیاتِ کلیم، ورق
۲۔ " " "
۳۔ " " "
۴۔ کلیاتِ کلیم، ورق
۵۔ " " "

Marfat.com
Marfat.com

بل کھانا سیکھ رہے ہیں شاعر نے اپنے خیال کے مطابق ایک حسین علت نکال لی ہے ؎

رود بہ سوئے کہ قطرات بستر ہر دم　　برائے آں کہ از و کسبِ تپیج و تاب کند[۱]

پہلو میں دل کا بہت شور تھا مگر "سوزِ تبِ ہجر" سے خون اتنا خشک ہو گیا ہے کہ ایک آبلہ کو بھی "آب" نہیں مل سکی ؎

خونِ دل رُو بہ کمی کردہ ز سوزِ تبِ ہجر　　آنقدر نیست کہ یک آبلہ را آب دہد[۲]

اذیت پسندی اور جرات کا یہ عالم ہے کہ تیروں کی بارش ہوئی جا رہی ہے اور زخموں سے اتنا خون بھی ٹپک سکا کہ تشنگیٔ غم کم ہو سکے ؎

زیں ہمہ بارانِ پیکان زخم را لب تر نشد　　خشک سالِ عاقبت شد آب در آہن نماند[۳]

غالب نے شاید اسی خیال کو برنگِ دیگر باندھا ہے ؎

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک　　میرا سرِ دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

ہلال خود خمیدہ ہوتا ہے لیکن شاعر کا تخیل اسے "بارِ غم" کے تلے جھکا ہوا دیکھ رہا ہے ؎

ہلال از بارِ غم خود را کمان کرد[۴]

تضاد

محبوب کے لبِ خنداں کا خیال حبیب کے خاطرِ غمگین میں آبِ بقا کی طرح سمایا ہوا نظر آتا ہے ؎

خیالِ آں لبِ خنداں بہ خاطرِ غمگیں
بسانِ آبِ بقا در سرائے فانی بود[۵]

محبوب کے ظاہری ستم میں حبیب کو "لطفِ نہانی" پنہاں دکھائی دیتا ہے ؎

ستمِ ظاہر او لطفِ نہانی دارد　　صید را می کشد آں شوخ کہ لاغر نشود[۶]

کلیم کو "ویرانۂ جنون" کی دلکشی "قصرِ غنی" اور "کلبۂ فقیر" سے زیادہ اپنی طرف کھینچتی ہے ؎

دیدم کلیم قصرِ غنی، کلبۂ فقیر　　ویرانۂ جنون ز ہمہ دلکشا تر است[۷]

شاعر کا کلام اپنے عہد کی تاریخ ہوتا ہے۔ عوام الناس کی بدحالی اس سے دیکھی نہ گئی۔ انفرادی غم کے ... میں اس نے سارے معاشرے کی حالت کا اظہار کیا ہے۔ کاروبار کی بے رونقی سے ظاہر ہے کہ ملک میں کوئی چیز کشادہ

---

[۱] کلیاتِ کلیم، ورق: ۲۰۸ و
[۲] " " : ۱۷۱ ب
[۳] " " : ۲۲۹ ب
[۴] " " : ۱۶۲ و
[۵] کلیاتِ کلیم، ورق، ۲۰۹ ب
[۶] " " : ۹۳ ب
[۷] " " : ۲۰۰ ر

Marfat.com
Marfat.com

نہ سکتی ہے تو وہ دستِ سائل ہی ہوگا ؂

از بستگیِ کار دریں روزگارِ تنگ — چیزی اگر کشادہ بود دستِ سائل است[1]

استحصال کرنے والا طبقہ حریص ہوگیا ہے اور دستِ گدا سے کاسۂ گدائی تک چھین لینے کو ہے ایسے ماحول میں پتہ نہیں کہ عوام کا کیا حال ہو ؂

در حیرتم کہ حالِ فقیراں چہ می شود — حرصِ غنی چو کاسہ ز دستِ گدا گرفت[2]

شاعر انسان کو اس کی عظمتوں کا سبق اپنے انفرادی جذبات، احساسات کے اظہار سے دے رہا ہے کہ کائنات کے نشیب و فراز کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا خواہ خوشیوں کی زیادتی ہو یا غم کا ہجوم وہ ہر حالت میں خوش رہتا ہے ؂

از بد و نیکِ جہاں خرم و غمگیں نشوم — خار تا زانو و گل تا بگریباں آید[3]

جدتِ تخیل طرزِ ادا کی جدت اور ندرتِ خیال کو کلیم نے بے حد فروغ دیا۔ یہ اور بات ہے کہ مولانا شبلی کے سوا دیگر ناقدین نے اس کے بحرِ کلام میں غواصی کرکے دُرہائے شہوار کو ساحل پر لانے کی کوشش نہیں کی، یہاں اس کی ندرت و جدت کے چند نمونے ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔

شاعر شمع کو دیکھتا ہے اور ساتھ ہی انسان کے جذبۂ عروج کا خیال ذہن میں آجاتا ہے اور وہ سوچنے لگتا ہے کہ انسان کو سربلند "افسر" کی وجہ سے نہیں بلکہ اچھے کارناموں کے سبب ہونا چاہیے اگر تاج ہی سر پر رکھنا چاہے گا تو شمع کی طرح اُسے بھی "کاہشِ تن" برداشت کرنی ہوگی کیونکہ شمع بارِ افسر ہی سے گھلتی رہتی ہے ؂

بگذر از سودای افسر تا بمانی سربلند — شمع را این کاہشِ تن بارِ افسر میدہد

سوزِ ما رانیست پایانی خوشا احوالِ شمع — گر تبش در شام میگیرد سحر سر میدہد[4]

کلیم کو اپنے جذبۂ شوق پر اتنا بھروسہ ہے کہ بغیر رہبر وہ منزل تک چلے جانے کا قایل ہے۔ سیلاب کو کون بیاباں کا پتہ دیتا ہے۔ اسی طرح شوقِ کامل بھی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ رہنما تو اکثر رہزنی کرتے ہیں۔ عزم ہی کی رہبری انسان کو سیدھے راستے پر لاتی ہے ؂

بارہنما چہ کار اگر شوق کامل است — کس سیل را سراغِ بیاباں نمی دہد[5]

محبوب کے سر میں پھول لگے ہوئے دیکھ کر شاعر کو شمع کا گل یاد آجاتا ہے اور وہ سوچنے لگتا ہے کہ محبوب اضافۂ حسن

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۵۹ ب — [2] کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۹۳ ب

[3] " " : ۲۴۱ ب — [4] " " : ۲ ؤ

[5] " " :

Marfat.com
Marfat.com

کے لیئے پھول لگاتا ہے اور شمع، گُل اس لیئے جھڑ لیتا ہے کہ کہیں شرم سے پانی نہ ہو جائے ؎

تو گُل بسر زدی و شمع گُل ز ستر برداشت — زبیم آنکہ صبا واز شرم آب شود[1]

"کتابِ دل" سے "فالِ عافیت" کوئی نہیں لے سکتا کیونکہ وہ تو جنون کا تابع ہوتا ہے۔ اس لیئے انجام شیرازۂ ہستی کے انتشار کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا ؎

زدل ورق، ورقِ خویش پارہ پارہ کنم — کزیں کتاب کسی فالِ عافیت کم دید[2]

معاشرے میں باہمی تعاون اور ہمدردی، ارتباط جب تک نہ ہو تمدن ارتقاء پذیر نہیں ہو سکتا۔ انسانیت تہذیب تمدن کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتی۔ معاشی بدحالی، دوستوں کی سرد مہری اور بے اعتنائی کا باعث ہوتی ہے اور اس کیفیت کو کسقدر نادر پیرایہ میں باندھا ہے۔ ہجومِ غمگساران میں جلتے ہوئے دل کو اس سفینہ سے مشابہ بتاتا ہے، جو کثرتِ آب کے باوجود جل رہا ہو ؎

میانِ غمگساراں سوزم از غم — چوں آں کشتی کہ در دریا بسوزد[3]

اہلِ دنیا مطلبی ہیں، خواہ اُن کی کتنی ہی خوشامد کی جائے وہ وقت پڑنے پر کام نہیں دیتے کے مفہوم کو اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے ؎

دستِ ہر کس را بسانِ سبحہ بوسیدم چہ شود — ہیچ کس نکشود آخر عقدۂ کارِ مرا[4]

تخلیقِ کائنات کا مقصد آج تک کسی فلسفی نے نہیں بتایا۔ ہر ایک اس گتھی کو سلجھانے میں مصروف ہے۔ کسی نے کہا کہ کوئی نہیں جانتا کہ منزلِ گہِ مقصود کہاں ہے، صرف اتنا سُراغ ملتا ہے کہ ایک صدائے جرس سنائی دیتی ہے۔ کسی نے دنیا کو ایک کہنہ رباط سے تعبیر کیا، جن کے دو دروازے ہیں۔ ایک زندگی دوسرا موت۔ کلیم کے پاس کائنات ایک ایسی کتاب ہے جس کا آغاز و انجام کسی کو معلوم نہیں ہے یہ "کتابِ کہنہ" کا اول و آخر گر چکا ہے۔ یا پھر دنیا ایک ایسی کتاب ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ یا پھر دنیا ایک ایسی شکستہ کشتی ہے جو بحرِ حوادث میں ہچکولے کھاتے رہتی ہے اور اس میں کوئی آرام کا سانس نہیں لے سکتا اور آخر میں وہ دنیا کو خواب تصور کرتا ہے اور اس سے نجات کا طریقہ زندگی سے فرار ہے اور یہ یاس ہی زندگی کے لیئے زہر کا کام کرتی ہے ؎

ما ز آغاز و ز انجامِ جہاں بے خبریم — اول و آخرِ ایں کہنہ کتاب افتادہ است[5]

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق: ۲۰۷ ب
[2] کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۸۶ ا
[3] " " : ۲۲۰ ب
[4] " " "
[5] " " : ۱۵۶ ب

Marfat.com
Marfat.com

عالمی را کہ کتا بست بحق راہنما — کعبہ دارد ہوس و قبلہ نما می بیند[1]

دنیا شکستہ کشتی بحرِ حوادث است — در کشتیِ شکستہ کسی آرمیدہ نیست[2]

دنیا خیال و خواب است ویں خواب نزدِ دانا — آسایشی ندارد بہتر ز چشم بستن[3]

زندگی اور حوادثات کے تعلق کو کتنے بہتر طریقے سے بتایا ہے ؎

بحر یست زندگی کہ نہنگش حوادث است — تن کشتی است و مرگ بہ ساحل رسیدن است[4]

جبر و قدر کا مسئلہ ایسا پیچیدہ و نازک ہے کہ اس کو بڑے سے بڑا صوفی بھی نہیں سمجھا سکتا۔ بلند پایہ عالم بھی یہاں عاجز آجاتا ہے۔ مکتبِ قدریہ والے مختارِ محض اور مکتبِ جبریہ والے مجبورِ محض کہتے ہیں۔ فاعلِ حقیقی خدا ہی ہوتا ہے۔ "ناحق ہم مجبوروں" پر "مختاری" کی تہمت دی جاتی ہے۔ میر کی طرح کلیم بھی "توسنِ ارادہ" پر اپنے آپ کو ایسی حالت میں سوار تبلاتا ہے جس کے دستِ اختیار میں ٹوٹی ہوئی عنان ہو ؎

برتوسنِ ارادۂ خود کس سوار نیست — در دستِ اختیار عنان گسستہ است[5]

غالب می نوشی سے حصولِ نشاط نہیں بلکہ صرف بیخودی چاہتے ہیں اور کلیم می پرستی سے حب الوطنی کے بھڑکتے شعلوں کو اور بھڑکانا چاہتا ہے ؎

میخانہ نشستم نہ از بادہ پرستیست — کز دل نہ تواں کرد بروں حبِ وطن را[6]

ہر شخص اپنی فطرت، اپنی ساخت کے لحاظ سے جیسے الگ ہوتا ہے ویسے ہی اُس کی تقدیر بھی جُدا، جُدا ہوتی ہے یہ دیکھ کر شاعر کو شک سا ہونے لگتا ہے کہ جب کاتبِ تقدیر ایک ہے تو نوشتۂ تقدیر میں اسقدر فرق و اختلاف کیسے واقع ہوا ہے ؎

ایں قدر فرق میانِ خطِ یک کاتب چیست — سرنوشت ہمہ گر از قلمِ تقدیر است[7]

از دلِ روشنم اسرارِ دو عالم پیداست — حیف ازیں آئینہ کہ آرایشِ دیوارِ من است[8]

کلیم کہنا یہ چاہتا ہے کہ دنیا میری صلاحیتوں سے استفادہ نہیں کرتی۔ ناقدریِ عالم نے مجھے عزلت گزیں بنا دیا ہے ورنہ دیکھنے والوں کے لیئے دل کی روشنی سے دونوں عالم کے اسرار و رموز ظاہر ہو رہے ہیں۔ اپنے آئینۂ دل پر افسوس کرتا ہے جو صرف گھر کی دیوار کی آرایش بنا ہوا ہے ؎

---

۱ کلیاتِ کلیم، ورق : ۲۳۸ب
۲ " " : ۲۵۸ب
۳ " " : ۱۶۹ا
۴ " " : ۱۵۰ب
۵ کلیاتِ کلیم، ورق : ۱۹۲ب
۶ " " : ۱۵۴ب
۷ " " : ۱۱۹ب
۸ " " : ۱۵۳ا

Marfat.com
Marfat.com

ما اجر از عبادت ناکردہ می بریم　　ہر طاعتے کہ فوت شود بے ریا تر است[۱]

کلیم نے ریا کے لفظ سے استفادہ کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو عبادت کی ہی نہ گئی ہو اس کے دکھاوے کا یعنی اس میں ریاکاری کا سوال ہی کہاں پیدا ہو سکتا ہے۔ چونکہ بے ریا عمل مستوجب جزائے کثیر ہوتا ہے اس لیئے وہ ناکردہ اعمال جن میں ریا کا احتمال نہیں اس لیئے وہ اپنے لیئے قابلِ اجر سمجھ رہا ہے۔

نظیری نے اس خیال کو تغزل کے انداز میں بڑی خوبی سے پیش کیا ہے ؎

تا منفعل ز رنجش بے جا نہ بینمش　　می آرم اعتراف گناہِ نہ بودہ را

(ترجمہ) میں اپنے محبوب کو رنجشِ بیجا سے شرمندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ اس لیئے اس گناہ کا بھی اعتراف اور اقرار کر لیتا ہوں، جو مجھ سے سرزد ہی نہیں ہوا۔

بدنامی حیات دو روزہ بنود بیش　　آں ہم کلیم با تو بگویم چساں گزشت

یک روز صرفِ بستنِ دل شد باین و آں　　روزِ دگر بکندنِ دل زین وزاں گزشت[۲]

دنیا کی زندگی کو دو روزہ کہا جاتا ہے دو روز سے مراد یوم پیدایش و روزِ وفات ہے، درمیانی ایام شہور و سنین کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، کلیم اس کی توجیہہ کتنے اچھے طریقے سے کرتا ہے۔ دو روزہ حیاتِ انسانی کو اسطرح بدنام کیا گیا کہ پہلا دن اِن، اُن سے دل لگانے میں گزرا اور دوسرا دن دلی تعلقات توڑنے اور علایق سے گریز کرنے میں صرف ہوا ؎

این سطرہائے چین کہ ز پیری برُوئے ماست　　ہر یک جُدا جُدا خط معزولیِ قویٰ است[۳]

نشانِ پیری جھریوں کی شکل میں جسمِ انسانی پر نمودار ہوتے ہیں شاعر ان کو معزولیِ قویٰ کا پروانہ قرار دیتا ہے اُردو کے ایک شاعر رشید لکھنوی نے بھی اس خیال کو بہ پیرایہ دیگر بیان کیا ہے ؎

پیری نے حدیں ضعف کی قایم کی ہیں　　سب جھُریاں ہیں میرے تنِ لاغر پر

کلیم کو اپنی معنی آفرینی پر ناز ہے شاعرانہ تعلّی بڑے سے بڑے شاعر سے سرزد ہوئی ؎

صید معنی را کلیم از رشتۂ پر تابِ فکر　　ہیچ صیادِ سخن از بندہ محکم تر نہ بست[۴]

می شمارہ واخل رزقش سپہرِ خردہ بین　　گر کسی انگشتِ ندامت ... می بمد[۵]

۱؎ کلیاتِ کلیم، ورق : ۱۵۵ ب　　۴؎ کلیاتِ کلیم، ورق : ۱۲۱ ا

۲؎ 〃　〃 : ۱۲۵ ب　　۵؎ 〃　〃 : ۱۲۷ ا

۳؎ 〃　〃 : ۱۷۰ ا

Marfat.com
Marfat.com

کوئی شخص ندامت سے دانتوں میں انگلی کترتا ہے تو فلکِ خوردہ بیں لے بھی اس کے رزق میں داخل سمجھتا ہے چونکہ آسمان ہی کو شعراء نزولِ خیر و شر کا منبع سمجھتے ہیں تو آسمان کے روایتی ظلم اور ساتھ ہی اس کی کم ظرفی کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ندامت بھی اسی سے پہنچی ہے، وہ بھی داخلِ رزق ہے، آسمان اس کا بھی شمار کرتا ہے۔ مختصر سے شعر میں کتنی بلاغت سے مضمون سمویا ہے۔

قرض دارِ روزگارم، خاطرم زاں شاد نیست
چوں حباب از وامِ ہستی پس دہم خنداں شوم[1]

ناوکِ بیدادِ دوراں را نشاں باید شدن
آنچناں مگذارم اے غم از نظر پنہاں شوم

دونوں شعر بہ اعتبارِ معنی و مفہوم خوب ہیں۔ عام طور پر لوگ بیدردیِ روزگار کے شاکی اور اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر کلیم کس اولوالعزمی سے ثانی الذکر شعر میں کہتا ہے کہ اے غم مجھے اسطرح نہ چھوڑ کہ نظروں سے چھپ جاؤں مجھے زمانہ کی نظر میں ظاہر کرتا کہ ناوکِ بیدادِ دوراں کا نشانہ بن سکوں۔

دہقاں بہر زمین کہ نشاند نہالِ تاک
من ہم بخاکِ تخمِ کدوئے فرو کنم[2]

می خواری کا اشتیاق اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ دہقاں جس زمین پر انگور کی بیلیں لگاتا ہے میخوار بھی وہیں کدو کے بیج بوتا ہے تاکہ جب انگور پکیں اور اس سے شراب حاصل کی جائے تو کدو بھی سوکھ کر ظرفِ شراب کا کام دیں۔ مضمون آفرینی کی اس سے بہتر مثال شاید ہی ہو۔

سکندر نے آئینہ بنایا تھا اور آج تک دنیا اس کا احسان مانتی ہے۔ اس کا نام موجدین کی فہرست میں درج ہے لیکن شاعر اپنے آئینۂ دل کو اتنا مجلا و مصفا کر چکا ہے کہ اس میں عکسِ یار و محبوبِ حقیقی منعکس ہوتا رہتا ہے اگر وہ اپنے دل کو سکندر کے آئینہ کے مقابل کرے تو شاید سکندر بھی شرم سے پانی پانی ہو جائے ؎

گردد بزیرِ خاکِ سکندر ز شرم آب
دل را اگر بآئینہ اش روبرو کنم[3]

سرو برگِ جدلم نیست چو با خلق کلیم
نکنم گر بہ بد و نیک مدارا چکنم[4]

آسایشِ دو گیتی تفسیرِ ایں دو حرف است
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا
(حافظ)

حافظ دنیا و عقبیٰ کی آسایش ان دو حرفوں کی تفسیر میں مضمر سمجھتے ہیں کہ دوستوں سے لطف و مہربانی سے اور دشمنوں سے خاطر مدارات سے پیش آئیں۔ اس کے برعکس کلیم کے پاس چونکہ مخلوق سے لڑنے کا سامان نہیں ہے اس لیے بوجہ مجبوری مدارا کرتا ہے ؎

تا یافتم رسائی دستِ کشیدہ را
آوردہ ام بچنگ مرادِ رسیدہ را[5]

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۹۹ ب
[2] کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۹۸ ب
[3] " : ۱۹۸ ا
[4] " : ۲۰۰ ب
[5] " : ۲۰۰ ب

Marfat.com
Marfat.com

شاعر یہ بتانا چاہتا ہے کہ حبیب نے تنگ آکر ترک دنیا کر دی سارے علایق دنیوی سے دست بردار ہو گیا، مراد و خواہشات کو اپنے دل سے نکال پھینکا۔ مگر انسان تو تمناؤں میں اُلجھایا گیا ہے خلافِ فطرت کب تک رہ سکتا تھا، پھر سے خواہشات اُمنگوں نے سر اُٹھایا، اب شاعر نے "مراد رمیدہ" کو پھر سے قابو میں کر لینے کی ٹھانی تاکہ پھر سے "دست کشیدہ از دنیا" میں قوتِ رسائی آجائے۔

صید دام میں گرفتار ہے، صیاد نے گرفتاری کا طعنہ دیا لیکن غیرت طائر یہ برداشت نہیں کر سکتی۔ جواز نکالتا ہے کہ فریب دانہ سے وہ گرفتارِ دام نہیں ہوا ہے بلکہ وہ شکاری کے جال میں دانہ کو بے عزت ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکا۔ دانہ کی بے بسی نے اسے مجبور کر دیا کہ اسے دام سے نکال لائیے ؎

منکہ در دام آمدم، نہ از فریبِ دانہ بود — غیرتم نگذاشت در دام تو بینم دانہ را [1]

صوفیاء کے نزدیک تخلیق کائنات کا مقصد اور بار امانت کی توجیہہ عشق و محبت کہہ کر کی جاتی ہے۔ عشق و محبت کو کلیم کائنات کی اساس قرار دیتا ہے۔ عشق مجازی سے انسان کو معرفتِ حق حاصل ہوتی ہے اور انسانی عقل کی شمع منور ہوتی ہے، قلب مجلا اور روح تابناک ہوتی ہے جس طرح آفتاب طلوع نہ ہونے تک اندھیرے میں نظریں بھٹکتی ہیں اسی طرح آفتاب عشق کے پرتو ہی سے چراغِ عقل جگمگا اُٹھتا ہے اور اس کی رہبری میں انسان حقیقت کی منزل پر پہنچتا ہے ؎

چراغِ عقل دہد روشنی ز پرتوِ عشق — نظر نہ بیند تا آفتاب سر نزند [2]

عشق وہ بارِ امانت ہے جسے صرف انسان ہی نے قبول کیا۔ جب تک کہ انسان اپنے آپ کو اس کا اہل نہ بنائے، اس راستے میں اپنا سب کچھ نثار نہ کر دے سزاوار "افسر" نہیں ہوتا۔ اس تمثیل سے وہ انسانوں میں عملِ پیہم و سعیِ مسلسل کا جذبہ پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس کو اس کا صحیح مقام یاد دلاتا ہے ؎

دولت بملکِ عشق بہ ہر سر نمی رسد — سرتا بریدہ نیست بافسر نمی رسد [3]

عشق میں شرطِ اول پاکیزگی ہے حافظ نے اس کو "فنِ شریف" کہا ہے۔ ہوس کا جب تک اس میں دخل نہ ہو اس میں لطافت باقی رہتی ہے اور گریہ و زاری سے اس میں آب و تاب آتی ہے ؎

عشق از ہوس جدا کن و زاری شناس باش — در گریہ فسردہ دلان آ[illegible] [4]

لیکن ایک جگہ کلیم نے گریہ و زاری کے لئے بھی شرط لگائی ہے، وہ کہتا ہے عشق [illegible]

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق : ۱۲۲ ا
[2] " " : ۱۷۳ ا
[3] " " : ۱۴۰ ب
[4] کلیاتِ کلیم ورق : [illegible]
[illegible]
[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

علامت ہے کیونکہ عاشقِ دل باختہ کو تو پہلے اس مجمرِ عشق میں تپنا چاہیئے جب تک زخمِ عشق گہرے نہ ہوں خونِ دل کہاں سے رسے گا اور بغیر خونِ دل کے صرف آنسو بہانا تشہیرِ عشق کا باعث ہوگا اور ممکن ہے کہ اولین مراحل میں تشہیر کی وجہ سے فریقین دست بردار نہ ہو جائیں ۔

گریہ در اول عشقست نشانِ خامی ‌ ‌ ‌ زخمِ ما تا نشو کہنہ از او خوں نرود[1]

ابتدائے عشق میں جو کیفیت "نو واردانِ بساطِ ہوائے دل" کی ہوتی ہے اس کا نقشہ کھینچا ہے کہ نہ تابِ نظر ہوتی ہے اُن میں نہ ضبطِ نگاہ کر سکتے ہیں، آدابِ محفل کے خلاف بار بار ان کی نگاہ بہک جاتی ہے، بالکل اسی طرح کہ "رندِ تنک شراب" کو شراب کی حرص زیادہ ہوتی ہے حالانکہ اس کا ظرف اتنی مستی برداشت بھی نہیں کر سکتا ۔

تابِ نظر ندارم و ضبطِ نگہ نمی کنم ‌ ‌ ‌ بیشترست حرص می رندِ تنک شراب را[2]

دل وسر محبوب کی امانت ہوتا ہے حبیب کا فرض ہے کہ اس امانت کو آستانۂ محبوب پہ رکھ کر وہ واپس ہو جائے اپنے ساتھ نہ لے جائے کیونکہ وفاداری کا تقاضا یہی ہے کہ اپنا سارا سرمایۂ حیات محبوب کے سپرد کر دے ۔

در کوئ یار سر بنہ و خود برو کلیم ‌ ‌ ‌ باخود مبر امانتِ ایں آستانہ را[3]

حبیب کے لیئے کوئے فنا ہی کعبہ عشق ہوتا ہے کہ جہاں جانے کے لیئے تو راستہ ہوتا ہے لیکن وہاں سے واپس نہیں ہو سکتا ۔

کعبہ عشق تو پنداری سر کوئ فناست ‌ ‌ ‌ میتواں رفتن ولی در بازگشتن راہ نیست[4]

غم لازمۂ عشق ہے اس لیئے حبیب خانۂ دل میں غم کو مہمان بناتا ہے کیونکہ بغیر مہمان کے گھر کی آرائش نہیں ہوتی

گرفتہ دامنِ غم میکشم بخانۂ دل ‌ ‌ ‌ کہ جز بہ مہمان آرائشِ سرا نشود[5]

راہِ عشق میں حبیب میں افتادگی پائی جائے تو جذبۂ عروج پر پہنچتا ہے اور افتادگی منزل کی طرف رہبری کرتی ہے بظاہر اس کی حالت پیادہ یا افتادہ شخص کی ہوتی ہے لیکن اس کا تحکم و وقار سوار کی طرح ہوتا ہے ۔

براہ عشق کہ افتادگیست رہبرِ او ‌ ‌ ‌ پیادہ می رود اما سوار می ماند

جو شخص عشق کے سمندر میں محوط ہو جائے تو اسے خائف نہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ بحر آب زندگی کا حامل ہوتا ہے جو شخص اس میں غرق ہو اور کنارے پر پہنچ جاتا ہے اس کی زندگی ختم نہیں ہوتی بلکہ جاوداں ہوتی ہے ۔

محیطِ عشق ہمہ آبِ زندگیست مترس ‌ ‌ ‌ کسی امست غرقہ کہ او بر کنار می ماند

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق : ۱۷۷ ا
[2] کلیاتِ کلیم، ورق : ۲۵ ا
[3] " " " : ۱۲۶ ا
[4] " " " : ۴۰ ب
[5] " " " : ۱۰۰ ب

Marfat.com
Marfat.com

حافظ غمِ عشق کو ایک ہی نہج کے تصے سے تعبیر کرتے ہیں اور تعجب بھی کرتے ہیں جب ہر واقع نامکرر ہوتا ہے ویسے ہی کلیم بھی کبھی احاطۂ عشق میں آجانے والے کو مامون و محفوظ کہتا ہے اور کبھی عشق کی خونریزی سے گھبرا اٹھتا ہے ؎

باوجود خاکساری سخت خونریز است عشق یک حقیقت بیں کہ گاہی گرد و گاہی لشکر است

شاعر دونوں فریق سے وفاداری چاہتا ہے کیونکہ وفاداری اصل ایمان ہوتی ہے۔ حبیب سے کہتا ہے کہ میں تجھے اس روز سردارِ وفاکیشاں تصور کروں گا جب کہ تو راہِ وفا میں سر و سامان نثار کر دے ؎

کلیم آں روز سردارِ وفاکیشاں ترا دانم کہ در راہِ وفائے او نہ سر ماند نہ سامانت[1]

محبوب کی ستم کشی و جفاکاری کے تذکروں سے اکثر شعرار کا کلام مملو ملتا ہے، لیکن کہیں شاذ و نادر رنگِ وفا بھی جھلکتا ہے۔ پھول گلچیں کی چیرہ دستی کی وجہ سے باغ سے رخصت ہو رہا ہے اسوقت اس کے دل میں بلبل کی وفا کا تصور اُبھر آتا ہے اور وہ باغباں سے درخواست کرتا ہے کہ بلبل کے لوٹ آنے تک اس کے آشیانے کی حفاظت کرے ؎

چو گل رفت از چمن با باغباں گفت از وفاداری کہ تا بلبل بباغ آید نگہدار آشیانش را[2]

وارداتِ عشق کو کلیم نے جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہے، ہر مرحلہ پہ پیش ہونے والے حالات اس کے دیوان میں ملتے ہیں۔ محبوب، حسین ہے اور اپنے سنگھار اور مشاطگی سے لاپروا لیکن اس سادگی میں بھی وہ پُرکاری ہے کہ بہار کا خون ہوا جا رہا ہے ؎

حسنِ تو باہمہ بے پروائی در پئے خونِ بہار افتادست[3]

"باہمہ بے پروائی" کے ٹکڑے سے بیان میں جو تیکھا پن پیدا ہو گیا ہے یہی نہج لازمۂ تغزل ہے۔

محبوب اپنے آشفتہ حالوں کے گروہ میں داخل بھی کرنا نہیں چاہتا اور وہاں گنجائش بھی نہیں ہے لیکن ایک دفعہ اس نے استفسار کر لیا تھا کہ کون ہے یہی بات حبیب کے لیئے نشاطِ ابدی کا باعث ہو گی ؎

در خیلِ اسیرانِ تو ہر چند نگنجد خرسند کلیم از تو بہ پرسیدنِ نام است[4]

محبوب کی اداؤں سے دل پارہ پارہ ہو گیا، غمِ عشق کے پنہاں کرنے کو جگہ بھی نہ رہی تو حبیب نے اپنی بے بسی کا اظہار کر ہی دیا ؎

ز تیغش چاک شد دل چوں نہاں سازم غمِ او را گریباں پارہ شد گل را کہ پنہاں می کند بو را[5]

حبیب کا "حالِ درہم" شاعر کی نظر میں "آرائشِ [illegible]" اور "مجنوں کا [illegible]" [illegible]

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۰۲ الف
[2] " " ": ۱۱۲ و
[3] " " ": ۱۲۲ ل
[4] کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۳۲ ل
[5] " " ": ۱۱۵ و

Marfat.com
Marfat.com

؎ بود آرایشِ معشوق حالِ درہم عاشق   سیہ روزیٔ مجنوں سرمہ باشد چشمِ لیلیٰ را[1]

غالب کی طرح کلیم بھی اپنی ہستی کو "رونقِ عشق و محبت" کا باعث قرار دیتا ہے

کوئے محبوب سے حبیب چلا آرہا ہے خوشیوں کا اژدھام ساتھ ہے قدم لڑکھڑا رہے ہیں اور ہر قدم پر گرا جا رہا ہے اور خیالِ محبوب کی اتنی کشش ہو رہی ہے کہ سامنے کی بجائے رُخ پیچھے کی طرف کئے آگے بڑھ رہا ہے جذبۂ شوق اس کے راستے دیکھنے میں بھی حائل ہے۔ شعر محاکات کے درجہ پر پہنچ گیا ہے ؎

ز کوئیت چوں کلیم آمد چو مستاں ہر قدم افتد   نہ بیند پیش پا بے چارہ چوں رو بر قفا دارد[2]

شاعر سنگ دل محبوب کا نقشہ بھی پیش کرتا ہے کہ آنسوؤں کا خون بہایا ہے کہ سنگِ آستانہ ابھی تک رنگین ہے اور دھوئے سے بھی وہ دُور نہیں ہوتا اور یہ سوچ کر خوش ہوتا ہے کہ شاید مستقبل قریب میں یہی خُون محبوب کو اہلِ وفا کی طرف متوجہ کرے، اور اور وہ اپنے کئے پر پشیمان ہو ؎

خونم کہ از درِ تو بہ شستن نمی رود   خواہد ترا بجانبِ اہلِ وفا کشد[3]

محبوب خط پڑھ کر چاک کر دیتا ہے کوئی جواب نہیں دیتا مگر حبیب اپنے آپ کو یہ کہہ کر تسکین دے لیتا ہے کہ اس کا جواب بس یہی ہونا چاہیے تھا اور محبُوب کی زیادتی کو بھی محبت کے پردے میں چھپا لیتا ہے ؎

جوابِ نامہ ہمیں پارہ کردن است کلیم   مگو کہ قاصدِ من بے جواب می آید[4]

زمانہ کا ستایا ہوا حبیب اس کا متمنی ہے کہ محبوب کی ذرا سی چشمِ عنایت اس پر ہو جائے تاکہ محبوب کی پناہ میں رہ کر روزگار سے انتقام لے سکے ؎

کلیم گوشۂ چشمی ز یار می خواہد   کہ انتقام تواند ز روزگار کشید[5]

حبیب مہ و انجم سے بھی چھپ کر نالہ و زاری میں مشغول ہے لیکن ستم ظریفیٔ قدرت کہ اشکِ رواں رسوائی کا باعث ہو گئے ؎

اشک رسوا کرد مارا ورنہ دل   نالہ را از سینہ پنہاں می کشد[6]

حبیب اپنا خون آپ پوشیدہ پیتا ہے ایک حجاب حسن مانع آتا ہے دوسرے رسوائی کا ڈر ہے لیکن شوخ و بیباک محبُوب کا یہ عالم ہے کہ ساغر بکف محشر اُٹھاتا گذر جاتا ہے ؎

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق: ۲۵ ب
[2] کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۲۵ ب
[3] " ، " : ۱۴۵ ب
[4] " ، " : ۱۳۵ ب
[5] " ، " : ۱۳۶ ا
[6] " ، " : ۱۳۰ ا

Marfat.com
Marfat.com

خون، عاشق از حجابِ حسن پنہاں می خورد شوخِ بیباکی کہ ساغر در کفِ کشتہ زند[1]

عاشقِ بیتاب تغافل بھی نہیں کرسکتا، کیونکہ تشنہ پانی سے قطع نظر کرنا خلافِ فطرت امر ہے ؎

کی تغافل میتواند عاشقِ بیتاب کرد چوں تواں با تشنگی قطع نظر از آب کرد[2]

مکتوبِ محبوب کو شرحِ دردِ دل سے آشناگراں کرنا چاہتا ہے کہ سیلاب بھی نامہ بری کرے تب بھی وہ نہ لے جاسکے ؎

مکتوب راز دردِ دلِ او گراں کنم گر سیل نامہ بر شود آں را نمی برد[3]

کشتگانِ عشق جو قربان گاہ پر اپنی زندگیوں کی بھینٹ چڑھا چکے ہیں کسی شخص میں اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ ان شہیدوں کو اٹھا سکے یا اس کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کہ تجہیز و تکفین ہو بلکہ سیلابِ خوں خود انہیں میدان سے بہالے جاتا ہے اور دنیا اس زحمتِ بیجا سے بچ رہتی ہے ؎

برندارد کس شہیداں راز قرباں گاہِ عشق کشتہ را سیلابِ خوں ایں جا ز میداں می برد[4]

آسمان کے بے جا کرم یعنی ظلم کو تجاہلِ عارفانہ کے پردے میں بیان کرتا ہے کہ وہ تشنہ لب مستحقین کو تو قطرہ قطرہ حساب کرکے بخشتا ہے لیکن عاشقوں کو بے حساب اشک عنایت کرتا ہے ایسے لگتا ہے کہ ساری سخاوت یہیں آگئی ہے پتہ نہیں کہ اس عنایت میں کونسا راز پنہاں ہے ؟ ؎

فلک بہ تشنہ لباں قطرہ را شمردہ دہد بعاشقان کرم اشک بے حساب چرا ست[5]

تمنا ہے کہ محبوب پہلو میں ہو وہ وقت یقیناً خوش قسمتی و بیدار بختی کا ہوگا۔ وہ عشق جس میں حسیات و لذات نہ ہو افلاطونی عشق ہوکر رہ جاتا ہے لیکن ابتذال کی حد تک عیش پرستی پاکیزگی عشق کو مجروح و ناپاک کردیتی ہے ؎

کلیم بخت تو آں گاہ می شود بیدار کہ یار سر بہ کنارت نہادہ خواب کند[6]

غمِ حیاتِ عشاق کا جزو لاینفک ہوجاتا ہے مرنے کے بعد بھی اس سے غم وابستہ رہتا ہے شاعر کہتا ہے کہ قیامت تک تو خار غم جانِ عاشق سے وابستہ نہیں رہ سکتا، اگر زندگی میں دل سے نہیں نکل سکا تو نہ نکلے مرنے کے بعد خاکِ مزار سے ضرور نکل آئیگا ؎

تاقیامت خارِ غم در جاں نمی ماند کلیم گر ز دل بیروں نمی آید، بر آید از گلم[7]

معاملہ بندی کی ابتدا سعدیؒ، خسروؒ کے عہد میں ہوئی تھی ۔ حبیب و محبوب کے درمیان جو واردات عشق ... کیفیات عشق گزرتی ہیں وہ معاملہ بندی کہلاتی ہے ۔ ہر شاعر کے پاس کچھ نہ کچھ اشعار مل جاتے ہیں کلیم کے پاس بھی چند شعر ہیں اور اکثر

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق : ۱۳۱ ب
[2] ″ ″ ، ″ : ۱۴۲ ب
[3] ″ ″ ، ″ : ۱۳۶ الف
[4] ″ ″ ، ″ : ۲۰۲ ب
[5] کلیاتِ کلیم، ورق : ۱۳۱ ب
[6] ″ ″ ، ″ : ۱۴۵ ب
[7] ″ ″ ، ″ : ۱۴۶ الف

Marfat.com
Marfat.com

جاندار ہیں۔

بزمِ محبوب میں حبیب بیٹھا ہوا ہے۔ احباب کا ہجوم ہے، ہر ایک کی نظر نگاہِ حبیب پر لگی ہوئی ہے، باوجود ضبط کے محبوب سے نظریں دوچار ہو ہی جاتی ہیں۔ دل بہک رہا ہے، عقل روک رہی ہے کہ جب تو خود ہی ضبطِ نگہ نہیں کرسکتا تو احباب کو رسوائی سے کیسے منع کرسکتا ہے ؎

توکہ ضبطِ نگہِ خود نتوانی کردن　　منع رسوائی احباب چرا باید کرد[۱]

حبیبؔ محبوب کی ادا فہمی پر مرا جاتا ہے، کہتا ہے کہ قربان جاؤں اُن ادا فہم آنکھوں کے کہ جو بات ابھی دل سے زبان پر بھی نہ آئی تھی کہ محبوب تاڑ گیا ؎

ہلاکِ چشمِ ادا فہمیم کہ دریابد　　ہر آں سخن کہ ز دل بر زباں نمی آید[۲]

عرفیؔ نے اسی کیفیت کو بیان کیا ہے مگر بے پناہ ندرت ولطفِ زبان کے ساتھ ؎

نہ گفت ومن بشنودم ہر آنچہ گفتن داشت　　کہ در بیاں نکشِ کرد بر زباں تقدیم
زبان چو نوبتِ خود از نگاہ باز گرفت　　فتاد سامعہ در موجِ کوثر و تسنیم

لعلِ لبِ اُو نگینِ تنگ است　　افسوس کہ جائے نامِ من نیست[۳]

دہنِ تنگ لوازمۂ حسن میں شمار ہوتا ہے۔ کلیمؔ نے لبِ محبوب کو لعل سے تشبیہ دی ہے۔ کہتا ہے محبوب کا لبِ لعلیں ایک تنگ نگینہ ہے افسوس ہے کہ بوجہ تنگی اس نگینے پر میرے نام کی جگہ نہیں ہے۔

محبوب کے بھُول جانے اور بھولے سے بھی اپنا نام لب پر نہ لانے کا شکوہ جس پیرایہ میں کیا ہے وہ بہترین اسلوبِ بیان ہے اور شعرِ تغزل کی جان ہے ؎

بارے ز دستِ بوس مکن منع ما اگر　　تنگ است جائے بوسہ بکنجِ دہانِ تو[۴]

حبیب اپنی تمنا کو ادب ملحوظ رکھتے ہوئے بھی اظہار سے باز نہ رہ سکا۔ کہتا ہے کہ دہانِ تنگ پر اگر بوسہ کے لیے جگہ تنگ ہو تو دست بوسی سے تو منع نہ کر۔

محبوب کی پوشیدہ نگاہ حبیب کے لیے پیمانۂ محبت تھی مگر پلانے والے کا پنہاں طور پر پلانا اظہارِ مستی کو چھپا نہ سکا اس لیے کلیمؔ کہہ رہا ہے کہ تیری چھپی ہوئی نظر سے میں عالم میں رسوا ہوں۔ پنہاں می خواری کے باوجود مستی شرابِ محبت محجوب نہ رہ سکی ؎

می را نہفتہ خوردم و مستی نہاں نماند　　رسوائے عالمم ز نگاہِ نہانِ تو[۵]

---

[۱] کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۳۸ ب　　[۲] کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۳۸ ا
[۳] 〃 〃 〃: ۱۲۵ ب　　[۴] 〃 〃 〃: ۲۰۸ ا
[۵] 〃 〃 〃: ۲۰۸ ب

Marfat.com
Marfat.com

محبوب نے اپنی خمار آلود و ہوش ربا نظروں سے دیکھا کہ حبیب کے ہوش اُڑ گئے تاب نظر نہ رہی ۔ محبوب سے التجا کرنی شروع کر دی کہ اپنے عاشقِ زار پر رحم کر اور اپنی نظر کا رُخ بدل ڈال کہ اس سے زیادہ کی اس میں برداشت نہیں ؎

زخم از ہوش مکن مستم ازیں بیش کلیم ۔ چشم بردار ازاں چشم کہ از کار شدم[1]

سودا پر بھی شاید ایسی ہی کیفیت طاری ہوئی ہوگی ، کوئی ایسا ہی نازک لمحہ آیا ہوگا ، اسی لیے ان کے قلم سے بے اختیار نکل گیا ؎

کیفیتِ چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا ۔ ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

خلوتوں کی تنہائیاں ، قربِ محبوب ، کوئی رقیب پاس نہیں کہ مداخلت کرے ۔ سینکڑوں جلوے رُوبرو ، سامانِ عیش مُہیا لیکن رعبِ حُسن کا یہ عالم کہ زباں گنگ ، ہوش پراگندہ ، قلب کی دھڑکن ، ہاتھ کی لرزش اجازت ہی نہیں دیتی کہ حرکت ہو بے بس حبیب سوچنے لگتا ہے کہ اس لین دین سے کیا فائدہ کہ تنہائی میں محبوب نے شرفِ قرب تو بخشا لیکن قوتِ گفتار چھین لی بات ہی زبان سے نہیں نکلتی تو عرضِ حال کیونکر ہو ؎

سودِ ایں داد و ستد چیست کہ در خلوتِ قرب ۔ فرصتِ حرف دہد قوتِ گفتار برد[2]

تا چشمِ تو دیدیم ز دل دست کشیدیم ۔ ما طاقتِ تیمار دو بیمار نداریم[3]

محبوب کی آنکھ کو بیمار کہا جاتا ہے کلیم نے اس سے استفادہ کیا ہے ، کہتا ہے کہ جب سے حبیب نے محبوب کی چشمِ بیمار دیکھی ہے اپنے دل سے دستبردار ہوگیا ہے کیونکہ دو بیماروں کی تیمارداری کی طاقت نہیں رکھتا ۔

دل محبوب کے دام میں گرفتار ہو کر ہاتھوں سے جا چکا ہے اور اس کے ماتم میں حبیب کے ہاتھ سر پر ہیں ، فریاد کر رہا ہے کہ عشق کے ہاتھوں ، اپنے ہاتھ اور دل دونوں اپنی جگہ پر نہیں ہیں ، الفاظ کی بندش قابلِ داد ہے ؎

دلم بدستِ تو ، دستم بہ سر ز ماتمِ دل ۔ فغاں کہ دست و دل خود بجا نمی بینم[4]

محبوب کے رات دن ساتھ رہتے ہوئے بھی گریزاں رہنے کی جو تشبیہہ دی ہے وہ کلیم کے تخیل کی معراج ہے اس تشبیہہ حسّی میں جو لطافت ہے اس کو الفاظ کا جامہ پہنانا دشوار ہے اربابِ ذوق ہی اس سے لُطف اندوز ہو سکتے ہیں ؎

بامن آمیزشِ اُو الفتِ موج است و کنار ۔ روز و شب با من و پیوستہ گریزاں[5]

بہ تکلم ، بہ خموشی ، بہ تبسم ، بہ نگاہ ۔ می تواں بردبہ ہر شیوہ دل

محبوب کا سراپا ، ناز و انداز ، متانت و وقارِ حُسن ، ادائے دلبری ، فن دلستانی اور ایسے طریقہ سے کہ اے فن شریف

---

[1] کلیاتِ کلیم ، ورق : ۱۹۹ و

[2] " " " : ۱۹۰ ب

[3] " " " : ۲۰۱ و

[4] کلیاتِ کلیم ، ورق : ۱۵۵ ب

[5] " " " : ۲۰۱ و

Marfat.com
Marfat.com

بھی کہا جا سکتا ہے جس خوبی سے اس شعر میں سمویا ہے اس کے اظہار سے قلم قاصر ہے۔

غمزۂ محبوب کا مضمون بے حد پامال ہو چکا ہے اور ہر شاعر نے اپنی بضاعت کے مطابق محبوب کو "دعوتِ غمزہ" دی ہے۔ کلیم کہتا ہے کہ محبوب "بے برگ و نوا عاشق" ہی سے غمزہ کرے اس لیئے کہ وقت پڑنے پر دین و دل آسانی سے نثار ہو سکتے ہیں ؎

غمزۂ عاشقِ بے برگ و نوا خواھد ساخت سروساماں چو نباشد دل و دیں خواھد برد[1]

مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ زر کے سامنے محبت، فرض، خلوص، ہر چیز بے اثر ہو جاتی ہے۔ جیب اگر بختِ سکندر بھی رکھتا ہے تب بھی اس کی مفلسی دیوار بن کر حایل ہو جاتی ہے ؎

دامنش سدِ سکندر بود وصل شود عاشقِ بے زر اگر بختِ سکندر دارد[2]

قدرِ عنا کی تعریف میں یوں تو ہر شاعر نے خامہ فرسائی کی ہے مگر کلیم نے اس زمانہ کی اعزاداری کے طریقہ کو بھی اس میں بیان کیا ہے اس لیئے شعر کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ کہتا ہے کہ اس قدرِ رعنا کے شہید نے اپنے ہمدم کو یہ وصیت کی کہ نخلِ ماتم پر (آرائشِ مروجہ کے سوا) ایک نیزہ بھی (جو طول میں قامتِ محبوب کے برابر ہو) باندھ دیا جائے تا عزاداری میں رونے والے یہ سمجھ سکیں کہ صاحبِ تابوت کسی کے قدرِ عنا کا شہید ہے ؎

شہید آں قدرِ عنا وصیت کردہ ہمدم را کہ بندد نیزہ بالا در عزایش نخلِ ماتم را[3]

ایران میں یہ رواج تھا کہ عزاداری کے لیئے مُردوں کے تابُوت کو بیلوں اور پھولوں سے آراستہ کیا جاتا، اس آرایش کو اصطلاحاً "نخلِ ماتم" اور "نخلِ تابوت" بھی کہتے ہیں۔ ملا شانی تکلو کا شعر بطور سند پیش کیا جاتا ہے ؎

کشتۂ عشقم و آں نیست کہ در شہر کسے نخلِ تابُوتِ مرا بیند و شیون نکند

محبوب کی شوخی اور بے قراری کو بڑے حسین انداز میں قلمبند کیا ہے۔ کہتا ہے کہ تیری شوخی کا یہ عالم ہے کہ تجھے کسی جگہ قرار ہی نہیں لیکن جس کسی کے دل میں تُو نے جگہ پائی پھر وہاں سے باہر نکل نہ سکا ؎

زشوخی ارچہ بیک جا قرار نیست ترا بروں نمی روی از خاطری کہ جا کردی

کلیم نے جہاں محبوب کا سراپا بیان کیا ہے، کیفیات و وارداتِ عشق پر سیر حاصل معلومات بہم پہنچائے ہیں وہیں محبوب کی عمر کے متعلق بھی ایک نظریہ پیش کیا ہے۔ جاگیرداری نظام میں ہر شئے ملکیت ہوتی تھی حتیٰ کہ عورت بھی اور اس پر حکومت کرنا شانِ مردانگی تصور کی جاتی تھی۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے کہ محبوب کا خورد سال ہونا بہتر ہے کیونکہ اسی عمر میں وہ قید ضبط میں آسکتا ہے ورنہ ہوش و عقل والے محبوب پر حکمرانی کے داؤ نہیں چل سکتے وہ قابُو سے باہر ہو جاتا ہے۔

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق: ۴۵ ا
[2] ؍؍ ؍؍ ، ؍؍ : ۱۲۷ ا
[3] کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۳۲ ا

Marfat.com
Marfat.com

معشوقِ خورد سال درآید بہ قیدِ ضبط — سروے کہ قد کشیدہ زبستاں برآمدہ

کلیم اپنے سماج کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں عشق کی آسودگی چاہتا اور حُسن کی تلاش کرتا ہے۔ جذبہ محبت ہی انسان کو اخلاقی و رُوحانی حیثیت سے مسرت و نشاط بخشتا ہے اور ان کے تعلقات، خوش اخلاقی ہی کی وجہ سے راحت رساں ہوتے ہیں۔ انسانی رفاقت کو مستحکم کرتے ہیں۔ تارک الدنیا صوفی، لالچی علما، سخت گیر حکام اور بخیل رؤسا جو سخت گیری سے عوام کو قابو میں کرنا چاہتے ہیں اور انسانی خوشیوں پر پابندیاں عائد کرتے ہیں کلیم انہیں تمثیلی انداز میں روکتا ہے ؎

دنیا ز سخت گیری ہرگز بکس نیاید — ہر چند نیشتری مشت رنگ خنا نماند[1]

تلخ کامی سے سادہ لوح انسانوں کے دلوں کے توڑنے والے نقاد کو شیریں سخنی کی تلقین کرتا ہے اور احسان کرکے جتانے والے ممسک امراء کو پنکھے کی بے غرض خدمت کا واسطہ دیتا ہے ؎

مکن از تلخ کامی شکوہ گو شیریں سخن باشی — بہ عریانی بساز ار باہنر ہم پیرہن باشی
بخلق احسان کن و چشم از تلافی پوشش می باید — بکس راحت رسانی بے عوض چوں بادزن باشی[2]

جابر و سخت دل حکام کو اپنے قادرِ مطلق کے سامنے اپنی ناتوانی کا احساس دلا کر ناتوانوں کی تحقیر سے روکتا ہے اور دوسرے مصرعہ سے تو اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ محبت کے ایک رشتہ سے ان ناتوانوں میں بھی وہ قوت پیدا ہو سکتی ہے کہ گلدستہ کی طرح متحد ہو جائیں تو ممکن ہے کہ تیری ناتوان ہستی کا شیرازہ بکھیر دیں ؎

ناتوانی، ناتواناں را بچشم کم مبیں — یاری یک رشتہ جمعیت دہد گلدستہ را[3]

نوجوان امراء و بالا دست اہلِ دول کو نصیحت کرتا ہے کہ عالمِ شباب میں جب تک تمہارے ہاتھ پیر کام کرنے کے قابل ہوں کمزوروں اور عاجزوں کی مدد کرو تاکہ عہدِ پیری میں عصا کے محتاج نہ رہو ؎

زپا افتادگان را در جوانی دستگیری کن — بہ پیری گر نمی خواہی کہ محتاجِ عصا گردی[4]

ملت کو مختلف حصّوں میں منقسم کرنے والے مذہبی ٹھیکیداروں کو یاد دلاتا ہے کہ ہر فرقے کے نشان ہزار جدا ہوں قبلہ تو ایک ہی ہے پھر کیوں اپنی وحدت، اتحاد، مودت و رفاقت کے رشتوں کو بیکار کے اختلاف سے توڑتے ہو۔ امن و امان کی فضا کو کیوں منغص کرتے ہو ؎

گر نشان بے باشد نیست غیر یک مقصد — قبلہ جز یکے نبود گرچہ از محراب است[5]

---

[1] کلیات کلیم، ورق: ۱۳۵ الف
[2] " " ، " : ۲۰ ب
[3] " " ، " : ۱۳۶ ب
[4] کلیات کلیم، ورق: ۲۱۰ ب
[5] " " ، " : ۲۱۱ الف

Marfat.com
Marfat.com

حضرت صفی اورنگ آبادی نے اس خیال کو ایک دوسرے انداز میں پیش کیا ہے ؎

منزل پہ جب پہنچ گئے ہم اور شیخ جی　　آپس میں اختلافِ مسائل نہیں رہا

کلیم انسان کو سماج کا ایک ایسا فرد بنانا چاہتا ہے جس میں خود اعتمادی ہو، محبت، ربط کے باہمی رشتے استوار کرنے کی صلاحیتیں ہوں جو ہوش و حواس، عقل و احساسات کو یکجا کر کے کشمکشِ حیات سے عظمتِ کردار حاصل کرے ورنہ معاشرے کو نقصان پہنچاتے ہوئے رہنے سے تو بہتر ہے کہ وہ ترکِ معاشرہ کر دے تاکہ قوم کے لیئے باردوش نہ ہو جائے ؎

طبع بہم رساں کہ بسازی بہ عالمے　　یا ہمتی کہ از سرِ عالم تواں گذشت [۱]

معاشرے کے اخلاقی اقدار کو برقرار رکھنے کے لیئے ہر اچھائی کو اپنانا ایماندار آدمی کا فرض ہے۔ گناہ کا احساس ہوتے ہی بارگاہِ ایزدی میں اعترافِ گناہ کرنا اور آئندہ کے لیئے احتیاط کرنے کے عہد کو توبہ کہا جاتا ہے۔ اس عہد میں استحکام و استواری کی شرط ضروری ہوتی ہے لیکن ریاکار زاہد جب خلوتوں میں جاتے ہیں تو توبہ آسانی سے ٹوٹ جاتی ہے۔ جس عہد کو پتھر سے زیادہ مضبوط تصور کیا جاتا ہے وہ جامِ زجاجی کے شیشوں سے ٹکرا کر ٹوٹ جاتا ہے مگر کلیم کو ایسے موقع پر کشاکش لاحق ہوتی ہے کیونکہ دل شکنی سب سے بڑا گناہ ہے ایسے وقت میں جبکہ فصلِ گل کی معطر ہوائیں چل رہی ہوں، شباب اپنے بہار پر ہو، دوستوں کا جمگھٹا ہو تو میکدہ کے اس ہجوم میں تنہائیاں تو نہیں ہوتیں کہ "پنہاں" توبہ توڑ دی جائے سب کی نظریں تائب پر لگی رہتی ہیں۔ توبہ شکنی نہ ہو تو دوستوں کی دل شکنی ہوتی ہے اور خاطرِ حبیب ملحوظ ہو تو طعنہ زنوں کا خوف، اللہ سے زیادہ بندوں کی نکتہ چینی افراد کو مجبور کیئے رہتی ہے شاعر گومگو کے عالم میں ہے کہ توبہ توڑے تو مخالفتوں کی بھرمار اور نہ توڑے تو دوستوں کی دل شکنی، اس احساسِ کشمکش کو کس قدر خوبصورتی سے اس رباعی میں سمویا ہے؛ ؎

گویند کلیم توبہ آساں شکند　　در میکدہ آنگاہ نہ پنہاں شکند
فصلِ گل و خون گرم و حریفان بسیار　　تا توبہ بود خاطرِ یاراں شکند [۲]

حدیثِ شریف ہے "مدح کرنے والوں کے منہ میں خاک جھونکو"۔ تحسین و ستایش سے عجب و خود بینی کے پیدا ہونے کا قوی امکان رہتا ہے۔ جس شخص کے کردار میں استقامت ہوتی ہے وہ اپنی تعریف سے کبھی خوش نہیں ہوتا۔ خود پسند شخص اپنی بے وقوفی کی وجہ سے اپنی تعریف آپ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا ؎

خود شکن را خوش نیاید مدحِ خویش از دیگراں　　خود پسند از ابلہی خود می کند تحسینِ خویش [۳]

دنیا اہلِ زر کی پرستش کرتی ہے اور ان کے نزدیک کسبِ کمال کا واحد ذریعہ زر و دولت ہوتا ہے اور اس شخص کو وہ علامہ سمجھتے ہیں جو صاحبِ زر ہو، اس خیال کو بھرپور طنز کے ساتھ رقم کیا ہے ؎

۱؎ کلیاتِ کلیم، ورق : ۱۲۵ ا　　۲؎ کلیاتِ کلیم، ورق : ۱۴۰ ب
۳؎ 〃 〃 : ۱۶۵ ب

Marfat.com
Marfat.com

کسبِ کمالِ اہلِ جہاں کسبِ زر بُود　　علامہ آں بود کہ زرش بیشتر بود[1]

نخوت پرست حکام و اہلِ اقتدار کو تنبیہاً کہتا ہے کہ حالات کے ہاتھوں ستائے ہوئے بے کسوں اور بے سہاروں کو چشمِ حقارت سے مت دیکھ کہ جب وہ سر بلند ہوتے ہیں تو دل آسمان کا غبار ہو جاتے ہیں ان کے بے بس ہاتھوں میں جب توانائی آتی ہے تو کاخِ جم و کسریٰ کو ہلا دیتے ہیں ؎

افتادہ را بچشمِ حقارت مبیں کہ خاک　　گر سر کشد غبارِ دلِ آسماں شود[2]

جب سے معاشرے میں اونچ نیچ کا فرق، رنگ و نسل میں امتیاز، حسب و نسب کی تفریق کا احساس پیدا ہوا ہے لوگ اس مذموم روایت کے شکار ہو گئے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں تو اس کا بڑا زور تھا۔ عرب اپنی نسب و نسل پر فخر و ناز کرنا فرضِ اوّلین سمجھتے تھے۔ اسلام کا کاری وار اس رگِ گردن پر پڑا اور بزرگی کا معیار نسب و نسل نہیں بلکہ تقویٰ قرار دیا گیا۔ اس لیے شاعر اپنے کلام کو اپنی اولاد قرار دیتا ہے اور ان پر نازاں ہے۔ اسلاف پر فخر کرنے والے بے وقوفوں سے اپنے آپ کو ممیز کرتا ہے ؎

فرزند ماست شعر و بداں فخر می کنیم　　زاں ابلہاں نہ ایم کہ فخر از پدر کنند[3]

سماج اور خاندان میں باعزت رہنا ہی انسانی زندگی کی معراج ہے۔ غیر کے سہارے سے جنت بھی ملے تو سعدی علیہ الرحمہ اس سے تو جہنم میں جانے کو ترجیح دیتے ہیں، کلیم کہتا ہے کہ مخلوق کی روٹی توڑنے سے حرمت ختم ہو جاتی ہے بے عزتی بار آور ہوتی ہے وہ جس جگہ مہمان بنتا ہے عزت طفیلی ہو جاتی ہے بالفاظِ دیگر عزت و آبرو باقی نہیں رہتی ؎

کسرِ حرمت بار می آرد شکستن نانِ خلق　　عزتم گردد طفیلی ہر کجا مہمان شدم[4]

ہر عہد اور ہر سماج اس کا شاہد ہے کہ ریاکار زاہد و فقیہہ ہمیشہ اپنی عبادت اور نام نہاد زہد و ریاضت پہ نازاں رہتے ہیں دوسروں پر نکتہ چینی کرتے ہیں لیکن کلیم کو زاہد کی اطاعت میں بھی "وصالِ حور" کی تمنائیں جھلکتی نظر آتی ہیں۔ بے لوث عبادت وہ کرتے ہی نہیں اس لیے حور و قصور کی یہ تمنائیں لی ہوئی اطاعت جس میں مئے و انگبیں کی لاگ ہوتی ہے اسے آہِ بوالہوس کی طرح نارسا کہہ کر طنز کرتا ہے ؎

طاعتِ زاہد چو آہِ بوالہوس بالا نرفت　　زانکہ معراجِ امید او وصال[5]

شیخ جو بظاہر مسواک رگڑتا ہے شاعر کا خیال ہے کہ وہ یہ عمل حرص و طمع کے دانت تیز کرنے کے لیے کرتا ہے ورنہ اسے

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۴۳ الف　　[2] کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۶۵ ب

[3] 〃 〃 〃 : ۱۶۵ الف　　[4] 〃 〃 〃 : ۱۹۸ ب

[5] 〃 〃 〃 : ۱۵۲ الف

Marfat.com
Marfat.com

سنت کی پیروی مقصود نہیں اور اس پر مزید یہ کہ تسبیح بھی ہاتھ میں لٹکائے پھرتا ہے جو مکر کے بیج بوتے ہیں جس سے سادہ لوح عوام کو دھوکہ ہوتا ہے کیونکہ بقول اقبال "سلطانی بھی عیاری ہے درویشی بھی عیاری ہے"

شیخ از مسواک دندانِ طمع را تیز کرد سبحہ را ہم بہرِ تخم شیدِ دست آویز کرد [۱]

شیخ کے مکر و فریب پر سے ایک اور جگہ پردہ اُٹھاتا ہے کہ شیخ مکر و زرق کا خرقہ پہنے حرم میں جانے والوں کی رہبری کے بجائے رہزنی کرتا ہے تو کوئی اُس پر اعتراض نہیں کرتے اور میں رند مشرب آدمی جب میخانہ میں ساغر بکف نظر آتا ہوں تو بدنام ہوتا ہوں حالانکہ یہ میرا ذاتی عمل ہے اور شیخ جی تو سماج کی بنیادیں ہلا دیتے ہیں تب بھی قابلِ ستائش ہیں ۔ یہ رسم و رواجِ دنیا ہے اور یہ اقتدار و مذہب کا گٹھ جوڑ ہے

در لباسِ شید زاہد در حرم رہ می زند من درین میخانہ بدنامم کہ ساغر می زنم [۲]

شیخ دنیاداری میں پڑ کر خدا سے دور جا پڑا جس کی وجہ سے رشتۂ عبد و معبود گم ہو گیا ۔ شاعر اس کا مذاق اڑاتا ہے اور ساتھ ہی مشورہ دیتا ہے کہ اے شیخ محبوب کے زلفِ پاکیزہ سے ایک تار لیکر ایمان کی گردن میں باندھ دو تاکہ اس کے وسیلہ سے وہ رشتۂ گم گشتہ مل جائے ورنہ تمہاری عبادت و ریاضت میں تو اتنا جذب و اثر نہیں کو معبودِ حقیقی تک پہنچ سکے

تاری ز زلفِ آں صنم در گردنِ ایمان فگن اے شیخ تا پیدا کنی سر رشتۂ گم کردہ را [۳]

زاہد اپنے "عیشِ پنہاں" کی وجہ سے بے سرمایہ و مفلس ہو گیا ہے بظاہر مستغنی نظر آتا ہے لیکن اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے اس نے دین و ایمان کو سینکڑوں جگہ رہن کر دیا ہے ۔ دین بھی وہ جو دُنیا دار اہلِ حکم کے اشاروں پر چلتا ہے اور ایمان وہ جو ان کی شیطانی حرکات کے موافق ڈھلتا رہتا ہے ۔ "دینِ بدنیا دادہ" اور "ایمانِ شیطان بردہ" کی ترکیب نے معنی استہزا کو موثر اور شدید بنا دیا ہے

زاہد ز بی سرمایگی کردہ است در صد جا گرو دینِ بدنیا دادہ را ، ایمانِ شیطان بردہ را [۴]

زاہد کی پاکیزگی پر اس کو بھروسہ نہیں، وہ شراب سے منہ دھلوانا چاہتا ہے تاکہ شیخ اس کا نام لینے کے قابل ہو، اور طہارت کی منزل میں آئے

زاہد نبرد نام کلیم این ادبش بس اول اگر از بادہ نشست است دہن را [۵]

تارک الدنیا زاہد خود دوسروں کو بھی ترکِ دنیا و علائق کی تعلیم دیتے ہیں ، دنیا کی ساری خوشیوں کو خواہ مخواہ

---

[۱] کلیاتِ کلیم ، ورق : ۱۴۴ ب
[۲] " " : ۲۹ الف
[۳] " " : ۲۷ ب
[۴] کلیاتِ کلیم ، ورق : ۱۹۷ الف
[۵] " " : ۲۹ ب

Marfat.com
Marfat.com

اپنے اُوپر حرام کرکے اس کا نام "مجاہدہ" رکھتے ہیں۔ خود بھی نعمت ہائے خداوندی سے تمتع حاصل نہیں کرتے اور معمولی خوشیوں پر خوش ہونے والے عوام کو بھی اس سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ کلیم ان سے پُوچھتا ہے کہ بغیر دیکھے بھالے جب راستہ نہیں چل سکتے تو دنیا سے آنکھیں بند کر کے اس سے کس طرح گزر کر سکیں گے، خوب معنی آفرینی کی ہے ؎

بے دیدہ راہ گر نتواں رفت پس چرا — چشم از جہاں چو بستی ازو می تواں گذشت[۱]

صوفیا تجرد کی تعلیم دیتے ہیں شاعر ان کے نظریۂ تجرد پر معترض ہے کہ انسان تو انسان ہی ہے جس کے لیے یہ ساری کائنات سرگرم ہے۔ ہنگامے جاری و ساری ہیں۔ عنقا کا تجرد بھی ہمارے پاس مکمل نہیں کیونکہ وہ جانور معدوم الجسم ضرور ہے مگر معروف الاسم تو ہے گو وہ نشان سے گزر چکا ہے اس کا مقام ٹھکانہ کچھ بھی معلوم نہیں لیکن نام کی قید میں ہے۔ نشان کی طرح اگر نام بھی کالعدم ہوتا تو ہم اس کے تجرد کو کامل سمجھتے۔ ایسے حالات میں انسان کا تجرد جو جسم و جان کے ساتھ اس کائنات میں موجود ہے کیسے کامل ہو سکتا ہے ؎

در کیشِ ما تجردِ عنقا تمام نیست — در قیدِ نام ماند اگر از نشاں گذشت[۲]

زاہد خود بین میں تو اپنے عیب دیکھنے کی توفیق بھی نہیں ہوتی صرف اپنے زہد و تقویٰ پر نازاں ہوتا ہے شاعر اسے ایک اخلاقی نکتہ سمجھاتا ہے کہ اپنے عیوب کو دیکھنے اور سمجھنے کی توفیق جس کو نصیب ہوتی ہے وہ اپنے آپ کو ان عیوب سے پاک کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کی رُوحانی عظمت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اس کے مرنے کے بعد کور باطن بھی اس کے مزار کی زیارت سے اہلِ نظر ہو جاتے ہیں۔ نام نہاد تقویٰ کے دعوؤں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، انسان کے لیے شدید غرض خواہ دنیاوی ہو یا سچی دوسروں کی عیب جوئی کرنے کے بجائے اپنا احتساب کرنا بہتر ہوتا ہے کیونکہ غیر کا احتساب اپنی بہ نسبت زیادہ دشوار ہوتا ہے ؎

ہر کرا توفیقِ عیب خویش بینی دادہ اند
بعد مُردن بر مزارش کور بینا می شود[۳]

---

۱ کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۷۲ ا
۲ ،، ،، ،، : ۱۷۴ ب
۳ کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۷۳ ا

Marfat.com
Marfat.com

تمثیلی شاعری

تمثیلی شاعری کا سہرا ناقدین صائب کے سر باندھتے ہیں۔ حالانکہ یہ صنف متقدمین کے ہاں خال خال پائی جاتی ہے۔ چنانچہ سعدیؒ، خسروؒ وغیرہ کے پاس تمثیلی شاعری کے چیدہ، چیدہ اشعار دستیاب ہوتے ہیں۔ کلیم صائب و سلیم نے اس کو ایک مستقل صنف کی شکل میں فروغ دیا۔ کلام صائب اس لیئے منصۂ شہود پر ظہور پذیر ہو کر جگمگا اٹھا کہ وہ زبان زدِ خلایق ہو گیا ہے۔ کلیم نے اس صنف کے جسد میں نئی رُوح پھونکی اور اس کو عُروج پر پہنچایا۔ اشعارِ کلیم کا معتدبہ حصہ تمثیلی شاعری سے مملُو ہے۔

ہر شخص آپ مختار ہے، کسی پر نکتہ چینی کرنے، معترض ہونے کے لیئے معقول اسباب ہونا چاہیئے۔ ہر شخص نہ قاضی ہوتا ہے نہ فقیہہ کہ بے جا مداخلت کا حق اسے مل سکے۔ کلیم کہتا ہے کہ بیجا مداخلت سے بجز شرمندگی و پشیمانی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ تیر انداز اگر ٹیڑھا تیر چلائے تو ظاہر ہے اس کی نشان اندازی پر حرف آئے گا ؎

دخلِ بیجا ندہد غیر خجالت اثری　　تیرِ کج باعثِ رسوائی تیر انداز است[۱]

جب برتن خالی ہوتا ہے تو بجتا رہتا ہے لیکن بھرا ہوا ہو تو خاموش ہوتا ہے۔ اسی طرح دلِ پُر درد سے شکوے کم نکلتے ہیں کیونکہ درد جتنا شدید ہوگا، ضبط جتنا زیادہ ہوگا آہیں کم ہی نکلیں گی۔ اس خیال کو تمثیل سے واضح کیا ہے ؎

جام چُوں لبریز شد دیگر نمی دارد صدا　　با دلِ پُر درد حرفِ شکوہ کمتر می زنم[۲]

محبُوب کے پہلو سے چلے جانے کے بعد شاعر اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں میں خوار محسوس کرتا ہے اس کی تمثیل نہایت اچھوتے طریقے سے دی ہے ؎

تا تو رفتی زکنارم بہ نظر ہا خوارم　　بشکند قیمتِ خاتم چو نگین برخیزد[۳]

گریۂ بے اختیار کو "طفلِ شوخ طبع" قرار دیتا ہے جو ہمیشہ گھر سے نکل بھاگتا ہے ؎

در دیدہ و دلم نبود اشک را قرار　　طفلی کہ شوخ طبع بود خانہ دشمن است[۴]

---

۱ کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۶۵ ا
۲ ،، ، ،، : ۲۳۱ ا
۳ کلیاتِ کلیم، ورق: ۲۶۶ ا
۴ ،، ، ،، : ۱۸۹ ب

Marfat.com
Marfat.com

بلاہم پا بیفشارد چو پیش سخت جاں آید   کہ پیکاں بر نیاید زود چوں بر استخواں آید[1]

اذیت پسندوں، بلاکشوں پر جب مصائب پڑتے ہیں تو جلد دفع نہیں ہوتے کیونکہ قوتِ برداشت وظرف کے لحاظ سے ہر چیز ملتی ہے۔ جسطرح ہڈی میں تیر چبھ جائے تو جلد نہیں نکلتا اسی طرح سخت جان سے بلائیں نہیں چھوٹتیں۔ کتنی جاندار تمثیل دی ہے۔

ہر چیز کا ایک محل اور مقام ہوتا ہے چاہے وہ اچھی رہے یا بُری۔ اس لیئے ظلم کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے — "وَضْعُ الشَّیِٔ فِیْ غَیْرِ مَحَلِّہٖ ظُلْمٌ" (یعنی) کسی شئے کا بے جگہ رکھا جانا ہی ظلم ہے۔ کوئی شئے کتنی ہی بُری سہی اگر وہ اپنی مقررہ جگہ پر ہو تو ہنر سے کم نہیں ہوتا اور دلیل یہ ہے کہ تنگ چشمی عیب ضرور ہے لیکن سوزن (سوئی) کے لیئے نہیں۔ اس کا تنگ چشم ہونا ہی اس کے لیئے حُسن ہے ۔

حدیثِ نبویؐ ہے۔ مَنْ سَکَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجٰی۔ (ترجمہ) جس نے خاموشی اختیار کی سلامتی پائی، اور جس نے سلامتی پائی اس کو نجات ملی۔

کلیم کہتا ہے کہ انسان کو خاموش رہنا چاہیئے۔ قلم کا حشر اس کے سامنے ہے کہ زبانِ قلم سے تحریر نکلتی ہے اس لیئے اس کا سر کاٹ دیئے جانے کا ہمیشہ خطرہ ہوتا ہے ۔

بے زباں باش نہ بینی کہ قلم   ❊   با زبان ست و سرش در خطرست[3]

سماج میں ظاہری شان وشوکت اور طمطراق کو اہمیت حاصل ہے ایسے ظاہر پرستوں کی نفسیات بچوں کی سی ہوتی ہے، جو زرق برق پر مچل جاتے ہیں ایسے طفلانہ صفت لوگوں کے لیئے شراب سے مینا ہی بہتر ہوتی ہے ۔

باشد برائے طفلاں مینا ز بادہ بہتر   در چشم اہلِ دنیا جاں قدرِ تن نہ دارد[4]

پرانی دیوار گرتی ہے تو نئی تعمیر ہوتی ہے۔ ایک کی موت ہوتی ہے تو دوسرے کا گھر بستا ہے ۔

افتادنِ دیوار کہن نو شدنِ اوست   جز مرگ کسی در پئے آبادی من نیست[5]

نیچی ذہنیت اور گہری فطرت کے لوگ گوشۂ عزلت میں نہیں رہ سکتے انہیں تو فقیر کی طرح کا[illegible] پھرنے سے خوشی ہوتی ہے ۔

پست فطرت ہوسِ گوشۂ عزلت نکند   تا گدا بر سر رہ نیست دلش خرم نیست[6]

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق: ۲۳۰ ب   [2] کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۲۵ ا

[3] " " " : ۱۲۷ ب   [4] " " " : ۱۵۱ ا

[5] " " " : ۱۲۸ ا   [6] " " " : ۲۰۰ ا

Marfat.com
Marfat.com

"قربِ بزرگان" "کمینہ خصلت کے لیۓ باعثِ کسب شرف نہیں ہوسکتا۔ اس کا ثبوت اس شعر میں ملتا ہے ؎

سفلہ از قربِ بزرگاں نکند کسب شرف　　　رشتہ برقیمت اند آمیزشِ گوھر نشود[1]

کم ظرف کو اگر دولت و زر مِل جائے تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے، خدائی کے دعوے کرنے لگتا ہے۔ اپنا ماضی بھول کر فرعونِ بے ساماں ہو جاتا ہے اس کے برخلاف کوئی بلند کردار شخص ایسی حرکت نہیں کر سکتا ؎

بوقتِ گرسنگی نفسِ دُوں گدائی کرد　　　چو یافت یک لبِ نان دعوئے خدائی کرد[2]

حبیب نے بہت وفا کی لیکن اُسے بجز ناکامیوں کے کچھ نہ مِلا تو وہ اپنے آپ کو سیہ بخت تصور کرتا ہے اور کہتا ہے کہ داغِ وفا سیہ بختوں کے زیادہ زیب دیتا ہے کیونکہ جب تک رات تاریک نہ ہو چراغوں کا لُطف نہیں آتا۔ داغِ وفا کو چراغ سے تعبیر کرتا ہے ؎

بر سیہ بختاں بود داغِ وفا زیبندہ تر　　　شب چو تاریکست از بہرِ چراغاں بہتر است[3]

ہر کہ خود بین و خود آرا ز ہُنر محروم است　　　ہیچو طاؤس کہ پر زینت و کم پرواز است[4]

جو شخص خود بینی، خود پسندی اور خود آرائی کا شکار رہتا ہے وہ اپنے آپ ہی میں غرق ہوتا ہے اس کو دوسروں کی اچھائیوں پر نظر کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی اسلیئے ہر قسم کے ہُنر سے محرُوم ہو جاتا ہے بالکل اس مور کی طرح جو اپنے پروں کی خوبصُورتی کی وجہ سے مقبولِ عوام ہے لیکن پرواز کے معاملہ میں ایک معمولی چڑیا سے بدتر۔

فلک کبھی ظالم و جابر حکمرانوں کے ساتھ بُرا سلوک نہیں کرتا ان کے گھر ہر روز عید و ہر شب، شب برات ہوتی ہے، اور مظلوم و مجبور انسان ان کے استحصال کا شکار رہتے ہیں ؎

با ستمگاران گیتی بد نمی گردد سپہر　　　عید قربانست دایم خانۂ قصاب را[5]

کلیم کہتا ہے کہ درِ اُمید کی کشادگی "کلیدِ تدبیر" کی گمشدگی پر منحصر ہے ؎

کلیدِ چارہ و تدبیر تا نگردد گم　　　دری کہ بستہ بروی اُمید وا نشود[6]

عشق کا ماحصل وصال ضروری ہے ورنہ وہ عشق نہیں ذہنی ریاکاری ہو جاتا ہے خود فیصلۂ خداوندی زلیخا و یوسف کے وصال کا باعث ہوا۔ نام نہاد معاشرے کے قوانین سازوں نے اُلٹے سیدھے قوانین گھڑ لیئے چنانچہ کلیم تیر و کمان کے اتصال کی مثال دیکر تمثیل کو موثر و موثق بنا رہا ہے ؎

۱؎ کلیاتِ کلیم، ورق : ۲۰۰ الف　　　۲؎ کلیاتِ کلیم، ورق :

۳؎ " ، " : ۱۶۰ الف　　　۴؎ " ، " : ۱۶۵ الف

۵؎ " ، " : ۶۰ ب　　　۶؎ " ، " : ۱۰۰ الف

Marfat.com
Marfat.com

عاشق و معشوق بی آمیزش ہم نا قصند   شاہد این مدعی بہ از کمان و تیر نیست [1]

محبوب کی محبت کے ساتھ صبر و عقل ایک دل میں نہیں سما سکتا ظاہر ہے کہ سیلاب آئے تو کوئی کیسے گھر میں قیام کر سکتا ہے سیلابِ عشق کے آگے صبر و عقل کہاں ٹھیر سکتے ہیں یہ جذبۂ بے اختیار ہے جس میں ہوش و حواس گُم ہو جاتے ہیں ؎

صبر و خرد بیک دل با شوقِ او نگنجد   چوں سیل میہمان شد کس در سرا نماند [2]

---

[1] کلیات کلیم ، ورق ۱۰۸ ب   [2] کلیات کلیم ، ورق ۱۳۵ ب

Marfat.com
Marfat.com

روزمرّہ و محاورہ

مولانا شبلی فرماتے ہیں :-

"اس زمانہ میں اگرچہ مضمون آفرینی اور خیال بندی کی استیلاً نے زبان اور محاورہ بندی کی طرف سے شعراً کو غافل کر دیا تھا چنانچہ ناصر علی۔ غنی اور بیدل وغیرہ اسی چکر میں پڑ کر لطف زبان سے بیگانہ ہو گئے لیکن کلیم باوجود انتہا درجہ کی نازک خیالی کے یہ سررشتہ ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ وہ ہر طرف نئے مضامین پیدا کرنے کی فکر میں مصروف رہتا ہے لیکن یہ نہیں بھولتا کہ وہ ایرانی ہے، ہندی نہیں ہے۔ اس لیئے روزمرّہ کے علاوہ اکثر ٹھیٹ محاورے برتتا ہے جن کو عام آدمی فرہنگ کے بغیر سمجھ نہیں سکتے"[1]

مندرجہ بالا حوالہ کی روشنی میں کلیم کے اشعار کا تجزیہ کیا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ زندگی کے آخری دنوں تک اُس کو اپنے اہلِ زبان ہونے کا احساس تھا اور اس نے زبان کا تحفظ بھی کیا تھا جن کی چند مثالیں درج ذیل ہیں ؎

درچشمِ کلیم از اثر گریہ "گُل افتاد" : خوش آن خلوت سرا گر اتحادِ حُسن و عشق انجا	"گل افتادن" آنکھوں میں پھولا پڑنا۔
توازمی مست میگشتی و من "از کار می رفتم" :	"از کار رفتہ" بیکار ہو جانا
زرقصِ شادی "آتش بزیرپا" داریم :	"آتش زیرپا" بےچین ہونا
با عارضِ تو "چہرہ شدن" "حدِ شمع نیست" :	"چہرہ شدن" مقابل ہونا۔ "حدنیست" مجال نہیں۔
گریاں ز بزم رفت و "سر خویشتن گرفت" :	"سر خویشتن گرفت" اپنی راہ لی۔
از دبستان برد ہر کہ "سبق روشن کرد" :	"سبق روشن کرد" سبق یاد کر لیا
دشمنِ خود را چراکس اینقدر "پہلو دہد" :	"پہلو دادن" پہلو بچانا

---

[1] شعر العجم، جلد سوم، ص: ۲۲۸

Marfat.com
Marfat.com

ایں شربت کم "بھر" دو بیمار نباشد : "بھر" حصہ۔
کہ گاہ ہم "طرفِ کہربا نمی گیرد" : "طرف کے گرفتن" کسی کی جانبداری کرنا۔
"بچشم روشنی" داغہائے کہنہ روم : "چشم روشن" مبارکباد۔
بزیر سبزہ زمین "روی خویش پنہاں کرد" : "روے کسے پنہاں کردن" مُنہ چُھپانا۔
چوں حباب از "وام ہستی پس دہم" خندان شوم : "وام پس دادن" قرض ادا کر دینا۔

دلیری، شجاعت وغیرہ
بن" مراد ہوگی۔

Marfat.com
Marfat.com

ہندی الفاظ کا استعمال

تاریخ ادبیات فارسی میں امیر خسرو اور فیضی کا کلام ہندی الفاظ سے پُر ملے تو یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں کیونکہ انہوں نے ہندوستان ہی میں جنم لیا تھا اور ہندی الفاظ کا استعمال ان کا فطری حق تھا، اضطراری حرکت تھی مگر جب کوئی ایرانی شاعر واردِ ہند ہو کر یہاں کے مقامی الفاظ، مقامی ماحول، مناظر، نہریں، درخت، پہاڑ، پیشے، پھل اور پھول وغیرہ کو اپنے کلام میں داخل کر لے تو وہ اہلِ علم و محبِ وطن کی نگاہ میں یقیناً قابلِ ستائش ہوگا۔ عرفی نے عمر بھر شاعری کی اور اس ضخیم سرمایۂ حیات میں ایک ہندی لفظ "جگر" دستیاب ہوتا ہے اور وہ بھی بشکلِ مفرس ؎

در چاشت گہ از شبنم گل گرد فشان است — آں بادکہ در ہند گر آید "جگر" آید[1]

طالب آملی نے مندرجہ ذیل شعر میں "بادۂ شبانہ" کے بجائے "رام رنگی" استعمال کیا تو لوگ تعجب بھری نظروں سے دیکھنے لگے تھے ؎

نیم منکر صہبا و لیک می گویم — کہ "رام رنگی" ما نشۂ دیگر دارد[2]

یہ کلیم ہی کی خصوصیت تھی کہ اس نے باوجود ایرانی النسل ہونے کے بہت سے ہندی الفاظ استعمال کئے ہیں نہ انہیں مفرس بنایا نہ ان کی ہیئت بدلی بلکہ ان کی اصلی شکل میں ایک ہندوستانی کی طرح اُن ہی معنوں میں استعمال کیا اور کہیں بھی کلام کی روانی میں فرق نہیں آیا۔ اس لیئے ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کلیم کے کلام کی ممتاز خصوصیت ہے۔

تمام شعرا دوکاندار کے لیئے تاجر استعمال کرتے آئے ہیں لیکن کلیم نے اپنی مثنوی میں خالص ہندی لفظ "مہاجن" استعمال کیا ہے ؎

فتادہ در دکانِ یک مہاجن — ہمہ سرمایۂ دریا و معدن[3]

---

[1] دیوانِ عرفی، "از قصیدہ در وصف کشمیر (جگر بمعنی جھکڑ استعمال کیا گیا ہے)

[2] Mughal Poetry, P. 8. [3] کلیاتِ کلیم، ورق ۲۰۳ ب

وہ ہر جگہ پان کو پان ہی لکھتا ہے "تنبول" نہیں لکھتا ؎

ببین، ببین چہ گلِ عیش میتواں چیدن | ازاں حدیقہ کہ یک برگِ سبز اُو پان[۱] ست
ز رنگِ پان چو منقارِ طوطیان سرخست | ہمیشہ ایں لبِ سبزاں کہ راحت جانست
ز تنبولی دلی دارم ہمہ ریشں | زغم پیچیدہ ہمچون ہر زۂ خویشں[۲]
لبِ معشوق مستِ پان خوردہ | بایں شوخی دل از مردم[۳] نبردہ

دھوبی کے لیئے فارسی میں یوں معین لفظ "گازر و دُلاب" موجود ہیں اور کلیم نے لفظ "دھوبی" اپنی صحیح و سالم شکل میں استعمال کیا ہے ؎

زحُسنِ شُستۂ "دھوبی" چہ گویم | ازاں بے پردہ محبوبے چہ گویم[۴]

ہندوستان کی مختلف قوموں کے نام پوری بے تکلفی سے باندھا ہے ؎

بتانِ راجپوت و شیخ زادہ | شکیبِ عاشقاں بر باد دادہ[۵]
غرورِ حُسن با جہلِ پٹھانے | چو گردد جمع نہ تواں زندگانی

فارسی شاعری میں اتنے پھولوں، پھلوں اور درختوں کے نام اُن کے اصلی ماحول میں استقدر خوبی سے شاید ہی کسی ہندوستانی شاعر نے پیش کیا ہو ؎

چہ چنپہ شعلۂ شمیست بے دُود | کہ آتش می زند در خرمنِ عود[۶]
ز موزونان نظر دریوزہ دارم | کہ وصفِ مولسری را می نگارم[۷]
برائے شاہدانِ ایں گلستاں | بدست "کیوڑہ" بین "بیڑہ" پان[۸]
چو پانی دست صنعش "بیڑہ" بستہ | دماغ از نکہتش در گل نشستہ
گلِ "گڈہل" نہ فہمیدست موسم | شگفتہ چوں رُخِ یارست دایم

۱؎ کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۵۶ الف ۲؎ کلیاتِ کلیم، ورق: ۷۳ ب

۳؎ " " ، : ۹۹ ب

۴؎ شاعر نے "دھوبی" کا لفظ استعمال کیا ہے، لیکن اگر اس سے مذکر مراد ہوتا تو اس کے حُسن کے بجائے دلیری، شجاعت وغیرہ کی تعریف کرتا اور دوسری چیز یہ کہ دھوبی تو بے پردہ ہوتا ہی ہے۔ بے پردہ محبوب لکھنے سے "دھوبن" مُراد ہوگی۔

۵؎ کلیاتِ کلیم، ورق: ۷۴ الف ۶؎ کلیاتِ کلیم، ورق: ۷۶ ب

۷؎ " " ، " : ۷۷ الف ۸؎ " " ، " : ۷۸ ب

Marfat.com
Marfat.com

نہالِ "نیمش" از بس خوش نسیم است دلِ طوبیٰ ز رشکِ آں دو نیم است
گُلِ سرخِ "کول" را چوں ستایم چگونہ بر سرِ ایں آتش آیم[1]

ہندی عیدوں میں ہولی کا ذکر بہت عمدہ پیرایہ میں حُسنِ تعلیل کے ساتھ کیا ہے ؎

جہاں را بازیِ "ہولی" خوش آمد درختانِ چمن را ارغوان کرد[2]

---

[1] کلیاتِ کلیم، ورق: ۹۹ ب [2] کلیاتِ کلیم، ورق: ۴۳ الف

Marfat.com
Marfat.com

نقائصِ کلام

محاسن و نقائص لازم و ملزوم ہیں۔ جہاں گوہر ہوں گے وہاں خزف ریزوں کا بھی ہونا ضروری ہے جہاں اساتذۂ سخن کا کلام بھی نقائص سے مبّرا نہیں پایا گیا وہیں کلامِ کلیم میں بھی چند نقص ہیں جنہیں یہاں مشتے نمونہ از خروارے بیان کیا جاتا ہے۔ پہلے وہ اشعار پیش کیے جاتے ہیں جن میں نقصِ خیال پایا گیا ہو۔

جذبِ شوقم می برد رہبر نمی خواہم کلیم — ہر کہ سیلابش برد بے خود بہ منزل می رود

کلیم کہتا ہے: "میرا جذبِ شوق مجھے لے جا رہا ہے اس لیئے رہبر کی مجھے خواہش نہیں"۔ دوسرے مصرعے میں دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ "جس کو سیلاب بہالے جائے وہ بغیر اپنی سعی کے منزل پر پہنچ جاتا ہے"۔ کلیم کے یہاں تمثالیہ شاعری کا بہت سا سرمایہ موجود ہے لیکن اس شعر میں تمثیل میں غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ چنانچہ مذکورہ صدر شعر میں جو دلیل ہے اس میں نقصِ خیال واقع ہو رہا ہے کیونکہ سیلاب کا بہاؤ بہنے والے کو اس کی منزل ہی کی طرف بہالے جانا ضروری نہیں۔ سیلاب کا رُخ منزل کی مخالف سمت میں بھی ہو سکتا ہے۔

پھول چمن ہی میں کھلتے ہیں مگر کلیم کی سمجھ میں پتہ نہیں کیا بات آگئی کہ اس کے قلم سے یہ شعر تراوش ہو گیا اس میں بھی نقصِ خیال جھلک رہا ہے ؎

خاکِ وطن کلیم زبس غم فزا شدہ است — گل تا بود ز شمیم چمن وا نمی شود

کلیم شکوہ سنج ہے کہ "نہ مجھے دلِ غمگین ملا نہ دلِ شاد نصیب ہوا، نہیں معلوم عالمِ ایجاد آخر کیا [illegible] چاہتا ہے"۔ ؎

نہ مرا خاطرِ غمگین نہ دلِ شاد رسد — بمن آخر چہ ازیں عالمِ ایجاد رسد

شاعر عجیب مہمل بات کہہ گیا۔ فلسفے کا مشہور مسئلہ ہے "اَلضِّدَّانِ لَا [illegible] وَلَا [illegible]" دو متضاد چیزیں آپس میں نہ جمع ہو سکتی ہیں نہ اُٹھا دی جا سکتی ہیں۔ اس کی مثال یوں ہوگی کہ اگر دن [illegible] تو رات نہیں رہے گی اور رات رہے گی تو دن نہ ہو گا۔ جسطرح دو متضاد چیزیں باہم جمع نہیں ہو سکتیں اسی طرح ان کا ارتفاع بھی محال ہے۔ ضدین کے مسئلے کو سمجھنے والا یہ کیسے یقین کر سکتا ہے کہ جب دل غمگین [illegible] شاد [illegible] تو آخر کیا ہے؟ اس کو نقصِ خیال کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

حیرتے دارم کہ گردوں بدانایان بدست   اُو کہ نتواند میانِ نیک وبد تمیز کرد

پہلا مصرعہ موزوں بالوزن نہیں ہے۔ دوسرا نقص یہ کہ معنی اور مفہوم کے لحاظ سے شعر موزوں بالمعنی بھی نہیں۔ کلیم یہ کہہ رہا ہے کہ "فلک کو نیک وبد میں تمیز کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اس لیئے مجھے حیرت ہے کہ وہ داناؤں کے ساتھ بُرائی کیوں کر رہا ہے" حیرت اس پر ہونی چاہیئے تھی کہ وہ تمیز نہ رکھنے کے باوجود عقلمندوں سے بھلائی کرتا یا ناا ہلوں سے برائی کے ساتھ پیش آتا۔ اس لیئے شعر میں اظہارِ حیرت کا محل غلط ہے پیش مصرعہ اگر یوں ہو تو اظہارِ حیرت دُرست ہوسکتا ہے ؎ حیرتے دارم کہ گردوں نیز با دونان بدست۔

ہنر ما را چنین ناکام دارد   چراغِ خانہ رختم بسوزد

"رختم" کی وجہ سے شعر کا قافیہ ختم ہوگیا ہے۔ دوسری غلطی اس تحریف سے یہ ہوئی کہ "شتر گربہ" یعنی مصرعہ اول میں جمع متکلم اور ثانی میں واحد متکلم کی وجہ سے عیبِ سخن پیدا ہوگیا ہے۔ مصرعۂ ثانی کو یوں ہونا چاہیئے تھا ؎ چراغِ خانہ رختِ ما بسوزد

کدام گنج کہ در کُنجِ خاکساری نیست   رو از زمین بہ طلب ہرچہ آسماں ندہد

دوسرے مصرعہ کا پہلا حرف "رو" بے معنی اور بے محل ہے۔ سیاقِ کلام "تو" کا طالب ہے۔ یہاں "تو" ہونا چاہیئے ؎ تو از زمین بہ طلب ہرچہ آسماں ندہد۔

ہر دل زبس غبارِ کدورت نشستہ است   بیچارہ نالہ در تہِ دیوار ماندہ است

اس شعر میں ردیفوں کا تقابل ہے یعنی "است" جو جزوِ ردیف ہے دونوں مصرعوں کے آخر میں ہے اس کو اصطلاحِ شاعری میں "تقابلِ ردیفین" کہتے ہیں۔ بجز مطلع کے کسی شعر میں ردیفوں کا تقابل معائبِ کلام میں شمار ہوتا ہے۔

چوں خود فروش سود ز سوا ندیدہ ایم   گر خاک را بزر بفروشم زیاں کنم

مصرعۂ اُولیٰ میں "زسوا ندیدہ ایم" چھپا ہے۔ سودا کی دال سہوِ طباعت سے کم ہوگی، لیکن "ندیدہ ایم" میں صیغہ جمع متکلم اور مصرعہ ثانی کی ردیف "زیاں کنم" میں واحد متکلم سے "شتر گربہ" واقع ہو رہا ہے۔

؎ قافیہ گر شایگان افتاد عیبِ من مکن

ایطا، جو ایک عیبِ قافیہ ہے ایرانی اُسے "شایگان" کہتے ہیں۔ کلیم نے اس طرف اشارہ کیا ہے اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا ہے۔

بدل کردم بہ ہستی عاقبت زہدِ ریائی را   رسانیدم بآب از زمین می بنیادِ تقویٰ را

"تقوىٰ" میں الف مقصورہ ہے مگر ایرانیوں کے تصرف سے تقوِیٰ بن گیا۔ یہی گت لفظ عیسیٰ اور

Marfat.com

Marfat.com

لیلیٰ کی بنی۔ اس غزل میں عیسیٰ اور لیلیٰ کو قافیہ بنایا ہے۔ یہ بدعت صرف کلیم ہی نے نہیں کی سبھی شعرائے فارسی ایسی تصرفات کے عادی ہیں انہیں کی تقلید اُردو شعراء نے بھی کی ہے۔

کلیم کی اِن کوتاہیوں، خامیوں اور بعض شاعرانہ نارسائیوں کے باوجود اہلِ فن اس کے اندر بلند پایہ صلاحیت وندرت پاتے ہیں۔ کلیم کی فنکارانہ خلاقی اُسے مسلسل غزلوں، قطعوں، مثنویوں اور قصاید کی تخلیق کی طرف منعطف کرتی ہے۔ اس کے تجربوں کی وُسعت اور بلندی کو بھی اکثر تنقید نگاروں نے محسوس کیا۔ اس نے فارسی شاعری کے اُفق کو وسیع کیا، مثالیہ کو عُروج دیا۔ اس کا خیال، جذبہ، تخیل، وواردات داخلی کی منزلوں سے گزرکر شاعرانہ تجربے کی حیات حاصل کرلیتا ہے۔ اس کی تخلیق میں ہمیں جذب وسوز، پروازِ تخیل، قوتِ ادراک، حُسنِ وجدان یاس واُمید کی کشمکش، درد وگداز ملتا ہے۔ اس کے یہاں واقعیت کا حُسن بھی ہے اور مثالیت کا جمال بھی۔ اسکے فن میں لطافت، عمق، بلندی اور وسعت پائی جاتی ہے۔ اِن ہی خوبیوں اور فنکارانہ صلاحیتوں نے اُسے دیگر شعراَ سے ممیز کیا اور وہ خاتم دربارِ شاہجہانی کا دُرِ ثمین بن کر چمکا۔

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

باب پنجم

کلیاتِ کلیم

Marfat.com
Marfat.com

کلیم کی تصانیف دو کتابوں پر مشتمل ہیں۔ ایک کلیاتِ کلیم، دوسری مثنوی شاہنامہ۔ مثنوی ایک علیحدہ اور مکمل کتاب کی شکل میں ہے اور کلیات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بنا بریں ماقبل صفحات پر مثنوی کے متعلق پوری تفصیلات پیش کی جا چکی ہیں۔ اب کلیات کی تفصیل درج کی جاتی ہے کیونکہ اس باب میں ان تفصیلات کے ساتھ کلیم کا غیر مطبوعہ اور منتخب کلام پیش کیا جائے گا۔

کلیاتِ کلیم قصائد، ترجیع بند و ترکیب، قطعات، مثنویات، غزلیات اور رباعیات پر مشتمل ہے۔ مثنوی کی طرح کلیات کی تفصیلات پر بھی روشنی ڈالنا ضروری ہے اس لیئے آیندہ صفحات میں کلیات کا تجزیہ کرکے ہر صنفِ سخن کی تعداد اشعار درج کی جائے گی۔

کلیاتِ کلیم کی ابتداء مندرجہ ذیل شعر سے ہوتی ہے ؎

شوق ہر کس راکہ در راہِ طلب سر میدہد　　　گرد در آرد اول از پا آخرش پر میدہد

۱۔ قصاید:

قصاید کے موضوع حمد، نعت، منقبت، تہنیت جلوس مبارک شاہجہان، تہنیت جشن وزن، تہنیت عید و نوروز، تہنیت فتوحات، کتابہ عمارات مختلف وغیرہ ہیں؛ اکثر قصائد کا آغاز بہاریہ انداز میں ہوا ہے۔ ظہیر فاریابی، انوری اور امیر خسرو کا رنگ اکثر قصائد میں جھلکتا ہے۔ امیر خسرو کے تتبع میں تو ایک پورا قصیدہ لکھا ہوا ہے۔ گو عرفی کا سا زورِ کلام تو نہیں ملتا۔ البتہ ظہیر کا سا زور دار مبالغہ جا بجا نظر آتا ہے۔

مصحح کلیاتِ ہذا میں کل تعداد قصاید ۳۷ ہے، جس میں بنیادی نسخہ ا میں ۳۳ قصاید ہیں اور ۴ قصیدے دوسرے کلیات سے لیئے گئے ہیں۔ اس حساب سے تعداد اشعار تقریباً (۱۴۴۲ + ۲۳۲ = ۱۶۷۴) ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

۲۔ ترکیب بند، ترجیع بند و مرثیہ

ترجیع بند، ساقی نامہ کی صورت میں ۷ بند پر مشتمل ہے۔ یہ ظفر خان حاکم کشمیر کی مدح میں اس کی دی ہوئی طرح پر لکھا گیا تھا۔

ترکیب بند میں ۷ بند ہیں اور ہر بند میں مبالغہ آمیز مدح ہے جس کو شہنشاہ شاہجہاں کی خدمت میں تہنیت نوروز کے موقع پر پیش کیا گیا تھا۔

مرثیہ، محمد جان قدسی کی وفات پر کلیم نے تحریر کیا تھا۔ اس میں ۹ بند ہیں اور کلیم کے سرمایہ سخن میں یہ واحد مرثیہ ہے اور صرف سالار جنگ لائبریری کے نسخوں میں درج ہے۔ اس حصہ میں تعداد اشعار (۱۵۱+۱۰۴=۲۵۵) ہے۔

۳۔ قطعات:

قطعات اکثر تاریخی ہیں اور یہ کلام کلیم کی ممتاز خصوصیت ہے کہ اس نے اپنے ہمعصر شعراء کے مقابلہ میں سب سے زیادہ تاریخی قطعات تحریر کئے ہیں۔ عہد شاہجہاں کا شاید ہی کوئی جشن نوروز، جشن عروسی، جشن عید، تعمیر عمارات، مواقع تعزیت ایسے گزرے ہوں جس وقت کلیم نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ اس حساب سے کُل تعداد قطعات ۶۲ ہے جس میں ۴۲ قطعات نسخہ ا میں اور ۲۱ دیگر کلیات سے ماخوذ ہیں اس طرح کُل تعداد اشعار (۳۲۰ + ۲۴۸ = ۵۶۸) ہے۔

۴۔ مثنویات:

مثنویات متاخرین کے دَور تک پہنچتے پہنچتے اپنا زور و "طاقت" کھو چکے تھے۔ فردوسی و نظامی کی سی طویل شاندار رزمیہ و بزمیہ مثنویاں اس دَور میں خال خال نظر آتی ہیں۔ کلیم کی طویل و قابل ستائش مثنوی کا ذکر تو اُوپر ہو چکا ہے۔ کلیات میں جتنی مثنویاں دستیاب ہوئی ہیں وہ مختصر ہیں۔ گو اُن کا پیکر تو مثنوی کا ہے مگر متقدمین کا سا زور بیان کسی میں نہیں ہے۔ ان میں اکثر تو عمارات کی تعمیر کے وقت لکھی گئی ہے۔ مثلاً کتابہ دولت ... کتابہ دولت خانہ اکبرآباد دولت خانہ لاہور، صفاپور وغیرہ۔

دو تین مثنویاں قدرے طویل ہیں۔ ایک "باغ جہاں آرا در ہندوستان" کی تعریف میں ہے۔ دوسری "تحط دکن و شکست نظام الملک" ۱۰۴۰ھ کے موقع پر لکھی گئی ہے۔ تیسری جھجھار سنگھ بندیلہ کے قلع قمع ۱۰۴۵ء کی تفصیلات کی حامل۔ کُل مثنویات ۲۷ ہیں جن میں سے ۱۷ نسخہ ا اور دیگر ۱۰ نسخہ جات سے حاصل ہوئی ہیں۔ ان کی تعداد اشعار (۱۳۶۰ + ۳۸۰ = ۱۷۴۰) ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

۵۔ غزلیات:

غزل متاخرین شعرا کا مایہ ناز سرمایہ ہے چنانچہ کلیم کے ہاں بھی اس صنف کا ذخیرہ دیگر اصناف سخن کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ گو کلیم کے پاس تغزل کم ہے لیکن مضمون آفرینی، جدت تخیل، ندرت طرز ادا اور مثالیہ کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے اس حصہ میں تعداد اشعار سب سے زیادہ ملتی ہے۔ غزلیات ردیف واری ترتیب میں درج ہیں۔ کل تعداد غزل ۵۰۱ ہے اور تعداد اشعار (۵۳۰۰ + ۲۹۵ = ۵۵۹۵) ہے۔

۶۔ رباعیات:

کلیم کی رباعیات مختلف موضوعات کی حامل ہیں۔ بعض تاریخی ہیں۔ بعض میں تصوف، اخلاق اور فلسفہ ملتا ہے۔ کل تعداد ۹۸ ہے۔ جن میں نسخہ ا میں ۸۵ اور دیگر کلیات میں زاید ۱۳ رباعیاں ملی ہیں جن کے حساب سے تعداد اشعار (۱۷۰ + ۲۶ = ۱۹۶) ہے۔

کلیات کی کل ضخامت محسوب کرنے کے لیے تمام اشعار کو علی الترتیب جمع کیا گیا تو تعداد اشعار (۱۰۰۴۸) ہوئی ہے چونکہ اختتام کلیات مختلف نسخوں میں مختلف اشعار پر ہوا ہے۔ اس لیے ابتداء کی طرح کوئی معینہ اختتام پیش کرنا ناممکن ہے۔

اگر اب ہم مثنوی شاہنامہ و کلیات کے کل اشعار یعنی کلیم کے سارے سرمایۂ سخن کو یکجا کریں تو تعداد اشعار (۱۲۸۲۰ + ۱۰۰۴۸ = ۲۲۸۶۸) ہو جاتی ہے۔

صاحب تذکرۂ طاہر نصرآبادی کلیم کے سرمایۂ سخن کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:۔

"اشعار او (کلیم) از مثنوی وغیرہ قریب بہ بیست و چہار ہزار بیت می شود"[۱]

اور میں نے انتھک کوشش کی کہ کلیم کے زیادہ سے زیادہ اشعار مجتمع کر دوں۔ اس تلاش و جستجو کے بعد مجھے اس کی مثنوی و کلیات کے (۲۲۸۶۸) اشعار دستیاب ہوئے ہیں۔ جنہیں صحیح نسخہ کی صورت میں مقالہ کے ساتھ پیش کیا گیا تھا۔

۱۔ تذکرہ طاہر نصرآبادی، ص: ۲۲۰

Marfat.com
Marfat.com

نسخہ جاتِ کلیاتِ کلیم ہمدانی

ابوطالب کلیم کے کلیات و دیوان کے نسخہ جات ہندوستان و یورپ کی اکثر لائبریریوں میں موجود ہیں۔

کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں ایک کلیات اور ۳ دیوان اور کتب خانہ سالار جنگ بہادر میں ۴ کلیات اور ۹ دیوان ہیں۔ رضا لائبریری رامپور اسٹیٹ میں ایک کلیات ہے۔ بانکی پور لائبریری میں ایک کلیات اور ایک دیوان، بوڈلین لائبریری میں ایک کلیات، برٹش میوزیم لائبریری میں ایک کلیات اور ایک دیوان موجود ہے۔ نولکشور پریس سے ایک منتخب اشعار کا دیوان ۱۲۹۷ء میں طبع ہوا ہے۔ آقائے کشاورز صدر نے کلیم کے دو ہزار اشعار کا ایک انتخاب شائع کیا ہے اس کے بعد آقائے پرتو بیضای نے مختصر دیباچہ کے ساتھ ۸ ہزار اشعار "دیوانِ کلیم کاشانی" کے نام سے طبع کئے ہیں۔

مندرجہ بالا مخطوطات میں سے کوئی ناقص الاول ہے تو کوئی ناقص الآخر۔ کوئی مکمل ہے تو قدیم نہیں، قدیم ہے تو مکمل نہیں۔ جیسے رام پور لائبریری کا کلیات جس کے متعلق امتیاز علی خان صاحب عرشی کا بیان ہے کہ وہ قدیم ترین ہے اور موصوف اپنے بیان کی توثیق کے لیئے کلیات کے سرورق پر ایک گوشہ میں تحریر شدہ یہ عبارت پیش کرتے ہیں۔

"درخطۂ کشمیر دلپذیر، ملا ابوطالب کلیم ایں دیوانِ بلاغت نشان را بفقیر تکلیف نمودند، ذرہ بے مقدار محمد کاظم بن محمد منشی غفر......"

اس عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ نسخہ کلیم نے خود عالمگیر نامہ کے مصنف محمد بن کاظم بن امین منشی کو تحفہ دیا تھا لیکن افسوس کہ یہ کلیات ناقص الاخر ہے۔ بنا بریں اس کو بنیادی نسخہ قرار نہیں دیا جا سکتا

کتب خانہ سالار جنگ میں کلیات کلیم کے متعدد نسخے محفوظ ہیں۔ ۴ نسخوں میں سے دو [illegible] الاخر ہیں۔ اول الذکر دونوں نسخوں کے سنین کتابت علی الترتیب ۱۱۴۵ھ اور ۱۱۵۷ھ ہیں۔ لہذا [illegible] مکمل تو ہیں لیکن قدیم نہیں۔ برٹش میوزیم کٹلاگ کے نسخہ پر تو سنہ کتابت ہی درج نہیں۔ بوڈلین لائبریری کے کلیات کا سنہ کتابت ۱۱۵۰ھ ہے اور نسخہ کتب خانہ آصفیہ کا سنہ کتابت ۱۰۸۲ھ ہے جو موجودہ نسخہ جات معلومہ میں قدیم ترین ہے اس کے متعلق ہم سب سے آخر میں بحث کریں گے۔

Marfat.com
Marfat.com

یورپی کتب خانوں کے نسخہ جات

ہندوستانی و یورپی کتب خانوں کے مخزونہ مخطوطاتِ کلیاتِ کلیم کی تفصیلات درج ذیل ہیں چونکہ یورپی کتب خانوں کے نسخہ جات ہمارے سامنے نہیں ہیں اس لیئے ہم ان کی تفصیلات مکمل طور پر نہیں دے سکتے چنانچہ ہم انہیں صرف فہرستوں سے نقل کرنے پر اکتفا کریں گے۔

I. Catalogue of the Per. Mss., in the British Musem., by. Rieu., Vol. II., Col. 686.

The contents of the Diwan are as follows:-

fol. 2.[b] Kasidahs, mostly addressed to Shahjahan, with a Tarkiband of the kind called Bahariyyah, or vernal poem, at the end.

fol. 41.[a] Mukattaat, including chronograms, the dates of which range from A. H. 1024, Dara Shikuh's birth, to A. H. 1054.

fol. 52.[b] Masnavis, mostly description of buildings erected by Shahjahan, and recording their dates. The longest, fol. 86[a]- 94,[b] contains an account of the flight and pursuit of Jajhar Singh. The last is a Sakinamah composed for Zafarkhan, Governer of Kashmir.

fol. 97.[b] Ghazals. in alphabetical order, beginning:

بدل کردم بمستی عاقبت ــــ زہد ریائے را　　رسانیدم بآب ازمین می بنیا دتقوی را

The margins contain additional Ghazals.

fol. 166.[a] Rubais

Marfat.com
Marfat.com

2. *Catalogue of the Per. Mss. in the Bodleian Library.,* by Sachau. No. 1116. Col. 699.

Contents,

kasidas on fol. 1.b Beginning:-

شوق هر کس را که در راهِ طلب سر میدهد .... الخ

Tarjibands, on fol. 54.a Beg:

باد نوروزی به بستان مژدها آورده است   بلبلان را مایهٔ برگ و نوا آورده است

kitas and Tarik, on fol. 63.b Beg:

پادشاها! پایه تخت بود تاج سپهر....... الخ

Ma<u>th</u>nawiyyat, کتابهٔ دولت خانهٔ شاهی, on fol. 85.b

کتابه دولت خانهٔ اکبرآباد on fol. 86b. درتعریف اکبرآباد و باغ جهان آرا

on fol. 87b, درتعریف جنگ فیل باشهزاده اورنگ زیب, on fol. 94b;

بواسطهٔ نقش کردن برحاشیه جلد صدف کاری ; on fol. 97a, درتعریفِ قحطِ دکن

On fol. 102a; all the remaining headings are missing;

Beg: زهی دلنشین قصر آراسته ٭ بباغ جهان سرو نوخاسته

Ghazals, alphabetically arranged, on fol. 144,b

Beg: بدل کردم بمستی عاقبت زهد ریای را... الخ

The right order of ff. 107, 176, is 167, 170, 175, 168, 1[illegible], 176.

Rubais, on fol. 366.a Beg. of the first

هرچند که مرد قول و فعلش تبهست .... الخ

on fol. 375b the rubais break off. kitas (for the greatest part, tarik, and Mathnawis, mixed together; on fol. 248. The first kita

Marfat.com
Marfat.com

beginings شاہجہان ثانیِ صاحبقران کہ چرخ .... الخ

The first Mathnawi (headed) کتابہ دولت خانہ شاہی گفتہ see the preceding Copy, fol. 38.[b] Open thus

زہی دلنشین قصر آراستہ ...... الخ

Kitas, on fol. 26.[a] margin beg:

خدا یگانہ اسپی کہ دادہ بہ ہے زنا توانی ہرگز نہ رفتہ رہ دو نیم

Mathnawis, also intermixed with kitas, on fol. 32.[b] Margin. Beg. of the first Mathnawi

زہی عرشش بنیاد دولت اساس چو خورشید در آسمان روشناس

with walkar 72, fol. 299.[a] All the headings are omitted. On the fly-leaf an entry from A.H. 1150 = A.D. 1737, 1738.

ایں جلد در سنہ ۱۱۵۰ برائے نقل گرفتہ شدہ بود

ہندوستانی کُتب خانوں کے نسخہ جات

۳۔ نسخہ دیوانِ کلیم کتب خانہ عالیہ رام پُور

امتیاز علی خان صاحب عرشی نے اس کی تفصیلات یُوں دی ہیں[۱]۔
دیوانِ کلیم کا نسخہ ½ ۷ × ۴ سائز کے ۲۴۱ اوراق پر مشتمل ہے۔ کتابت کا ناپ ¾ ۴ × ⅛ ۲ ہے یسطرہ ۱۷ سطری اور کاغذ کشمیری باریک ہے۔ پورے نسخے میں سُنہری اور سیاہ دہری جدولیں ہیں۔ متن کتاب سیاہ اور عنوانات قصائد و قطعات شنگرفی ہیں۔ سرورق پر یہ شعر لکھا ہے۔

ہر ورق را کہ ازیں گردانی گلِ دگر شگفتہ، گردانی

---

[۱] "ماہنامہ برہان" مرتبہ سعید احمد اکبر آبادی، شمارہ نمبر ۲، فروری ۱۹۵۴ء، ص ۱۱۱
اور خود موصوف نے میری درخواست پر مزید تفصیلات بھی روانہ فرمائی ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

اس شعر کو کسی بعد کے مالک نے بڑے خط میں دوبارہ لکھا ہے۔ اس شعر کے نیچے بائیں گوشے میں ترچھی سطروں کے اندر یہ عبارت درج ہے:

"درخطۂ کشمیر دلپذیر، ملا ابوطالب کلیم ایں دیوانِ بلاغت نشاں را بفقیر تکلیف نمودند، ذرۂ بے مقدار محمد کاظم بن محمد امین منشی غفر....."

اس عبارت کی داہنی طرف لکھا ہے:

"وغزلیاتی کہ در حاشیہ نوشتہ بخط اوست، رحمۃ اللہ تعالیٰ۔"

نسخے کا آغاز قصائد سے ہوتا ہے، چنانچہ ورق ۱ ب سے پہلا قصیدہ شروع ہوتا ہے جو نعتیہ ہے۔ اس کا آغاز ہے:

"شوق ہر کس را کہ در راہِ طلب سرمی دہد"

اسی صفحہ میں بسم اللہ کے اوپر رنگین لوح کے لیے سادہ جگہ چھوڑی گئی تھی اس میں لکھا ہے۔

"من متملکاتِ مرزا غیاث الدین خان"۔

اس لوح کے اوپر اور ورق ۲ الف کے حاشیۂ بالا پر مہر ہے جس میں لکھا ہے:

"عماد الدولہ معتمد الملک سید یوسف علی خان بہادر عماد جنگ سنہ ۱۲[illegible]"

مشمولات کی صورت یہ ہے کہ ورق ۱ ب - ۱۳۱ ب تک قصائد، قطعات، ترجیع بند اور مثنویاں ہیں۔ قطعوں اور قصائد میں تاریخی بھی ہیں اور غیر تاریخی بھی۔ ورق ۱۴۱ ب - ۲۳۴ الف تک غزلیں ہیں اور اسی صفحے سے ورق ۲۴۱ ب تک رباعیاں ہیں۔

نسخہ ناقص الآخر ہے، اس لیے سنہ کتابت وغیرہ کا پتہ نہیں چلتا جیسا کہ سرورق کے ایک نوٹ میں کہا گیا ہے دیوان کے حواشی پر کلیم کے قلم کے اضافے بھی ہیں، وہ تعداد میں ۱۱ ہیں۔

اِن حاشیوں کے اضافوں کے ماسوا ورق ۱۱۸ ب، ۱۳۶ الف اور ۲۰۴ ب کے حاشیوں پر بھی کلیم کی غزلیں درج ہیں مگر یہ سب نسخے کا تب ہی کے قلم کی نوشتہ ہیں۔

ورق ۲۰۵ ب کے حاشیئے پر ایک غزل تیسرے خط میں مندرج ہے اس کا عنوان ہے "[illegible]" ہیں ہادی تخلص ملتا ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ کسی ہادی تخلص کے شاعر نے لکھی ہے۔ اس غزل کے یہاں دیوانِ کلیم میں لکھنے کی تقریب صرف اتنی ہے کہ اسی صفحہ میں کلیم کی ایک غزل ہے جس کا شعر ہے

از ظفر خان بود آں جمعیت وطرحِ غزل ۔۔۔ باکہ دیگر زلفِ معنی را پریشاں میکنم

اس شعر کے دوسرے مصرع کو ہادی نے اپنے مقطع میں درج کر دیا ہے۔ کہتا ہے

"ہادی" ایں مصرعِ کلیم از دردِ حسرت گفت ورفت ۔۔۔ باکہ دیگر .... الخ"

نسخۂ مندرجہ بالا کی مزید تفصیلات یہ ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

۱۔ قصاید تعداد میں ۳۲ ہیں۔ اس کی ترتیب بالکل بنیادی نسخہ ا کی طرح ہے، صرف قصیدہ " درمنقبت حضرت علیؓ " اس میں کم ہے۔

۲۔ ترکیب بند و ترجیع بند:

اس حصہ میں صرف ایک ترکیب بند اور ایک ترجیع بند ہے۔ مرثیہ محمد جان قدسی نہیں ہے۔

۳۔ قطعات تعداد میں ۴۲ ہیں۔

۴۔ ۲۴ مثنویاں بہدست ہوئی ہیں دیگر نسخہ جات کی طرح نہ افراط ہے نہ تفریط ہے۔

۵۔ غزلیات ردیف وار ورق ۴۴ب تا ۲۳۴الف درج ہیں۔

۶۔ رباعیات: ۲۳۴الف۔ ۲۴۱ب

نسخہ چونکہ ناقص الاخر ہے اس لیئے سنہ کتابت معلوم نہ ہو سکا۔

۴۔ کلیاتِ کلیم[۱]

کتب خانہ سالار جنگ نمبر ۴۴۶

اِس نسخہ کا حجم (۳۴۵) اوراق ہے۔ مسطر ۱۵ سطری ہے۔ سرورق مطلا حاشیہ پر طلائی لکیر ہے۔

۱۔ قصاید: ورق: ۱ب۔ ۶۰الف

قصاید کی ترتیب کتب خانہ آصفیہ کے نسخہ کی طرح ہے لیکن اس میں ۴ قصیدے زیادہ بہدست ہوئے ہیں جن میں سے دو تو صرف اِسی نسخہ میں ملتے ہیں کسی اور نسخہ میں نہیں۔ ان دونوں قصیدوں کی تکرار کی وجہ تعداد قصاید ۳۸ ہو گئی ہے ورنہ ان کو ایک ایک ہی شمار کیا جائے تو مکمل تعداد ۳۶ ہے۔

۲۔ ترکیب بند، مرثیہ اور ترجیع بند: ورق: ۶۰الف تا ۶۹ب

(ا) مدح شاہجہان میں تحریر شدہ ترکیب بند درج ہے۔

(ب) قدسی کے انتقال پر لکھا ہوا مرثیہ جو صرف سالار جنگ لائبریری کے کلیات میں بہدست ہوا ہے۔

(ج) ترجیع بند ساقی نامہ: ورق ۶۶ب تا ۶۹ب "مدح ظفر خان حاکم کشمیر" کے سلسلہ میں لکھا گیا تھا۔

۳۔ قطعات: ورق: ۶۹ب تا ۹۰ب

قطعات کی ابتدا و انتہا یکساں ہے مگر اس نسخہ میں دیگر نسخہ جات کے مقابلہ میں ۲۲ قطعات زیادہ ہیں۔

---

[۱] کتب خانۂ آصفیہ کے نسخۂ کلیاتِ کلیم (۱۲۲۵) کے بعد یہ دوسرا نسخہ ہے جو قدیم بھی ہے اور مکمل بھی اس لیئے اس کا حوالہ "نسخہ ب" کے نام سے دیا گیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

۴۔ مثنویات : ورق ۹۰ب تا ۱۴۹الف

اِس نسخہ میں ۲۶ مثنویاں ہیں ۔ آغاز تو دیگر نسخہ جات کی طرح ہوا ہے مگر اختتام پر ۹ زاید مثنویاں دستیاب ہوتی ہیں ۔

۵۔ غزلیات : ورق ۱۴۹ب تا ۳۳۵ب ۔ غزلیات ابجد واری ترتیب میں لکھی ہوئی ہیں ۔

۶۔ رباعیات : ۳۳۶الف ۔ ۳۴۵ب

اختتام اِس عبارت پر ہوا ہے ۔

"تحت نسخہ دیوان طالب کلیم بتاریخ غرہ ربیع الثانی ۱۱۴۵ھ حسب الفرمودہ خان عالیشان "

۵۔ کُلیاتِ کلیم[1] — کتب خانہ سالار جنگ نمبر ۱۹

زیرِ بحث کُلیاتِ کلیم کا مخطوطہ "تذکرۃ الشعراء" کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے اور اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہر قصیدہ، قطعہ و مثنوی کے آغاز پر عنوان درج ہے ۔

۱۔ قصاید : ورق : ۱ب تا ۴۹الف

اس حصّہ کی ترتیب نسخہ ب کے مماثل ہے ۔ لیکن اس میں ۳۴ قصاید ہیں ۔ ۲ زاید قصاید صرف نسخہ ب ہی میں ہدست ہوئے ہیں ۔

۲۔ ترکیب بند، مرثیہ و ترجیع بند : ورق : ۴۹الف تا ۵۷ب

یہ حصّہ نسخہ ب کے حصّہ (۲) کے بالکل مطابق ہے ۔

۳۔ قطعات : ورق : ۵۷ب تا ۷۳الف

اس حصّہ کے مشمولات ۷۵ قطعات ہیں اور نسخہ ب سے اس میں ۵ قطعات کم ہیں، لیکن ترتیب میں کوئی فرق نہیں ہے ۔

۴۔ مثنویات : ورق : ۷۳الف تا ۱۲۳ب

مثنویات کی ترتیب میں مندرجہ بالا نسخہ سے خفیف سا فرق ہے ۔

۵۔ غزلیات : ورق : ۱۶۳ب تا ۲۷۲ب

۶۔ رباعیات : ورق : ۲۷۲ب تا ۲۸۱ب

---

[1] اس نسخہ کا حوالہ ہر جگہ "نسخہ ج" کے نام سے دیا گیا ہے ۔

Marfat.com
Marfat.com

اختتام پر یہ عبارت درج ہے۔

" درہنگامے کہ محمد شاہ بادشاہ غازی چینی خانہ راکہ بجہتہ شہنشاہ عالمیان نادر شاہ ارسال نمودہ وبہ تحویل ..... مقرر شدہ کہ برساند۔ بتاریخ چہاردہم ذی قعدہ ۱۱۵۷ھ از ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ در دارالسلطنتہ لاہور دیوان کلیم اتمام نمود۔"

۶۔ کُلیاتِ کلیم[1]

کتب خانہ سالار جنگ نمبر ۴۶۷

اِس نسخہ کی تفصیلات دیگر دو نسخہ جاتِ مذکورہ بالا کی طرح اس لیئے درج نہیں کی جا سکتیں کہ یہ بے حد کرم خوردہ ہے۔ جہاں اور نسخوں سے (اختلاف قرأت) Varients صحیح نہ مل سکے اور صحیح الفاظ باوجود کوشش کے دستیاب نہ ہوئے تو اس سے استفادہ کیا گیا ہے۔

اس نسخہ سے استفادہ کرنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ اس میں بھی عنوانات ــــ مرقوم ہیں کسی تیسرے نسخہ میں درج نہیں ہیں۔

۷۔ کُلیاتِ کلیم کا قریب ترین، قدیم ترین و مکمل نسخہ[2]

اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد

فن دواوین نمبر ۱۲۲۵ (فارسی)

یہ نسخہ ۱۲ × ۲۰ ½ سنتی میٹر سائز کے (۳۱۲) اوراق پر مشتمل ہے۔ سطر ۱۵ سطری ہے۔ سرورق مطلا و مذہب، حاشیہ پر طلائی لکیر ہے۔ کاتب یوسف نے نہایت خوش خط لکھا ہے۔

۱۔ قصاید : ورق : ۱ب تا ۵۲الف

(الف) قصاید کا آغاز حمد سے ہوا ہے۔

(ب) نمبر ۲ سے ۱۸ تک کے قصاید شاہجہان کے فتوحات، جشنِ وزن، عید نوروز و مختلف عیدوں کے موقعوں پر پیش کردہ تہنیت کے حامل ہیں۔

(ج) قصیدہ ۱۹ تا ۲۴ میر جملہ شہرستانی اور شہنواز خان وزیر ابراہیم عادل شاہ ثانی کی مدح میں لکھے ہوئے ہیں۔

(د) قصیدہ ۲۵ تا ۳۱ میں مدح شاہجہان، تعریف باغ فیض بخش، تعمیر مسجد اجمیر کی تاریخ درج ہے۔

---

[1] اس نسخہ کا حوالہ "نسخہ ع" کے نام سے دیا گیا ہے۔

[2] قدیم ترین و مکمل ہونے کی وجہ سے اس نسخہ کو بنیادی قرار دیا گیا ہے اور اس کا حوالہ "نسخہ ل" کے نام سے دیا گیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

(د) قصیدہ ۳۲، امیر خسرو کے قصیدے بحرالابرار کے تتبع میں لکھا گیا ہے۔

۲۔ ترجیع بند و ترکیب بند : ورق : ۵۲ الف ۔ ۵۷ ب

(الف) ترجیع بند ساقی نامہ ۷ بند پر مشتمل ہے جس میں ظفر خان حاکم کشمیر کی مدح ہے۔

(ب) ایک ترکیب بند جو شاہجہان کو عید نوروز کی تہنیت میں پیش کرنے کے سلسلہ میں سپرد قلم کیا گیا ہے۔

۳۔ قطعات : ورق : ۵۷ ب تا ۶۹ ب

ورق ۵۷ ب تا ۶۹ ب، ۴۰ قطعات ہمدست ہوئے ہیں جن کے تحریر کرنے کا مقصد شہنشاہ شاہجہان کے مختلف فتوحات، تعمیرات و کارناموں کو اُجاگر کرنا اور ان کی تاریخیں نکالنا تھا۔

۴۔ مثنویات : ورق : ۷۰ الف تا ۱۱۶ ب

۱۷ مثنویاں جن میں عہد شاہجہاں میں تعمیر ہونے والی مختلف عمارتوں کی تعریف و تاریخ اور قندھار، دکن، بلخ و دیگر ممالک کی فتوحات کی تاریخ درج ہے۔ ایک مثنوی میں محل شاہنواز خان کی تعمیر کی تفصیلات نظم ہیں اور آخری مثنوی میں ججھار سنگھ بندیلہ کی بغاوت و سرکوبی کی تفصیلات ہمدست ہوتی ہیں۔

۵۔ غزلیات : ورق : ۱۱۶ ب تا ۳۰۳ ب

غزلیات کی ترتیب بہ لحاظ ابجد ہے۔

۶۔ رُباعیات : ورق : ۳۰۳ ب تا ۳۱۲ ب

اِن رباعیات میں چند تاریخی ہیں۔ چند مذہبی مسائل کی حامل اور چند میں شاعر نے خود کو ... اخلاقیات کے مسائل پیش کیے ہیں۔

اختتام کتابت اِس عبارت پر ہوا ہے۔

"تمت الدیوان افصح المتکلمین کلیم در تاریخ یوم السبت یازدہم رجب المرجب سنہ اثنین و ثمانین بعد الف من الہجرۃ النبویۃ علیہ افضل الصلوات، علی ید الحقیر الفقیر یوسف غفراللہ .... مبارکباد۔"

اِس نسخہ کا سنہ کتابت ۱۰۸۲ ھ ہے اور کلیم نے ۱۰۶۱ ھ میں وفات پائی تھی لہٰذا کلیات کے سنہ و کلیم کے

Marfat.com
Marfat.com

وفات میں صرف ۲۱ سال کا فصل ہوتا ہے اور اس نسخہ کے سوا کوئی دوسرا نسخہ ہم کو ایسا ہدست نہ ہو سکا یا کسی دوسری لائبریری کی فہرست میں نظر نہ آیا جس کا سنہ کتابت ۱۰۸۲ء سے قبل کا ہو۔ بنا بریں ہماری تلاش و تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) کا کلیات نمبر ۱۲۲۵ عہد کلیم ہمدانی سے قریب ترین، قدیم ترین اور مکمل ہے۔ اس لیئے ہم نے اس کو بنیادی نسخہ قرار دیکر دوسرے نسخوں سے مقابلہ کے بعد متن تیار کیا ہے جو اصل مقالہ میں باب ہفتم کی شکل میں منسلک کیا گیا ہے۔

دیوانِ کلیم کاشانی

(از) آقائے پرتو بیضائی

مطبوعہ دواوین میں یہ دیوان زیادہ ضخیم اور قابلِ اعتنا ہے۔ آقائے پرتو بیضائی نے ۱۴ صفحات کے مقدمہ کے ساتھ (۸۶۶۸) اشعار شایع کئے ہیں۔ کتاب دیدہ زیب ٹائپ میں طبع کی گئی ہے۔ سرورق سادہ اور ثقہ ہے ضخامت ۴۱۹ صفحات، مسطر ۲۵ سطری ہے۔ مشمولات کی صورت یہ ہے:۔

۱۔ قصائد صفحہ ۱ تا ۶۳ جن کی تعداد (۳۱) ہے۔

۲۔ قطعات (۴۴) صفحہ ۶۴ تا ۸۷ جن میں تاریخی وغیر تاریخی دونوں شامل ہیں۔

۳۔ غزلیات (۵۸۵) از صفحہ ۸۷ تا ۳۲۳۔

۴۔ ترجیع بند، ترکیب بند۔ مرثیۂ قدسی، ص ۳۲۴ تا ۳۳۶۔

۵۔ مثنویات (۲۳) تاریخی وغیر تاریخی۔ صفحہ ۳۳۷ تا ۴۰۷۔

۶۔ رباعیات (۸۸) صفحہ ۴۰۷ تا ۴۱۹۔

مقدمۂ دیوان ہذا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آقائے محترم پرتو بیضائی نے اس دیوان کے سلسلہ میں ۳ نسخوں سے استفادہ کیا ہے اور یہ تینوں نسخے جن میں بنیادی نسخہ بھی شامل ہے، تاریخ کتابت سے خالی ہیں۔ مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یا تو نسخوں میں اختلافِ قرات نہیں تھا یا تھا بھی تو فاضل مصحح نے اندراج مناسب خیال نہیں فرمایا اور اکثر مقامات پر "کذا فی الاصل" ہی لکھنے پر اکتفا کیا۔ حالانکہ تقابل کے وقت اکثر جگہ نسخوں میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ہمارے فاضل اساتذہ نے تو اختلافِ قرات کی وضاحت کو ہمیشہ اہمیت دی ہے۔ ویسے بھی جتنے دواوین ایران سے شایع ہو کر ہندوستان آئے ہیں ان میں سے اکثروں میں اختلافِ قرات کا اندراج ہوتا ہے۔

ہندوستانی کتب خانوں کے نسخوں اور یوروپی کتب خانوں کے تمام نسخوں میں کلیاتِ کلیم کی ابتدا، حمد کے اس شعر سے ہوئی ہے ؎

شوق ہر کس را کہ در راہِ طلب سپر میدہد   گر در آمد اول از پا آخرش سر میدہد

Marfat.com
Marfat.com

لیکن نسخۂ ہذا کی ابتدا منقبت حضرت علیؓ سے ہوتی ہے حمد اور دو ایک قصاید کی اس میں کمی ہے اور منقبت میں بھی وہ شعر شایع نہیں ہوئے جن سے اہلِ سنت الجماعت کے عقاید کو ٹھیس پہنچتی تھی اور ان کا استہزا مقصود تھا۔ میں نے ان اشعار کو غیر مطبوعہ کلام کے حصّہ میں شامل کر دیا ہے تاکہ قصیدہ مکمل ہو جائے۔

ویسے دوسرے حصّوں میں نہ زیادہ افراط ہے نہ تفریط۔ البتہ رباعیاں ہمارے بُنیادی نسخہ سے زاید ہیں۔

تفصیل نامکمل رہ جائے گی اگر میں اس کی چند خامیوں کی طرف اشارہ نہ کروں۔ تمام کی تمام بیان کرنے کیلئے کافی وقت چاہیئے یہاں صرف مشتے نمونہ از خروارے بتائے جاتے ہیں۔ اس دیوان میں غلطیاں دو طرح کی ملتی ہیں۔

(۱) متن سے متعلق واقعہ سے ناواقفیت کی بنا پر حاشیوں میں جو تشریحات درج ہیں وہ تاریخ اور حالات کی روشنی میں غلط ثابت ہوتی ہیں۔

(۲) طباعت کی۔

ص ۵۰ کے حاشیہ پر یہ عبارت درج ہے :

"در ہندوستان جائی بنام فتح پور است کہ ظاہراً منظور شاعر ہماں نقطہ است۔"

معاصر تاریخوں سے یہ معلومات فراہم ہوتے ہیں کہ ۱۰۳۸ء میں نذر محمد خان والی کابل نے سرحدی علاقوں پر فوج کشی کی تھی اسکی سرکوبی کے لیے لشکر خان کی سرکردگی میں ایک لشکرِ جرار روانہ کیا گیا تھا اور اس تقریب میں کلیم نے یہ قطعہ لکھا تھا "کشور فتح" سے روانگی کی تاریخ کا استخراج ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اس کا تعلق فتح پور سے بالکل نہیں ہے۔

صفحہ ۳۰۲ پر لکھا ہے :

"چنین بنظر میرسد کہ کلماتی ازیں قطعہ و مادہ تاریخ آں تحریف شدہ زیرا اولا بلقیس مناسبتی با جمشید ندارد و بفرض صحیح ہم باشد تاریخی کہ از آں حاصل می شود سال ۱۰۴۲ء میباشد۔ درصورتیکہ شاہ شجاع مطابق مادہ تاریخ دیگری کہ درایں دیوان ضبط شدہ درسال ۱۰۲۵ء متولد شدہ و مسلماً درسن ۷ سالگی ازدواج نکردہ است و بنا بریں ما عین قطعہ را بدون مداخلہ درج کردیم۔"

ولادت شاہ شجاع کا تاریخی قطعہ یہ ہے ؎

بہر تاریخ ولادت بدعا گفت ملک ... "دو مین نیر بادا فلک شاہی را" ۱۰۲۵ء

شاہنامہ کلیم سے اس کی مزید توثیق ہوتی ہے بنا بریں متعلقہ اشعار درج کیے جاتے ہیں ؎

چنیں گفت خاقانِ دریا شکوہ ... کہ زیبد برو نام دارالشکوہ

چو بگذشت بر سالِ ہجرت ہزار ... بر اں بیست افزود بر بیست چار ۱۰۲۴ء

بیک سال بعد از نخستین پسر ... شد اقبال مندی دیگر جلوہ گر

Marfat.com
Marfat.com

ازان پادشاہِ فلک ارتفاع　　مقرر شدش نام سلطان شجاع

شاہنامہ کلیم، تاریخ اور قطعہ سے تاریخ ولادتِ شاہ شجاع ۱۰۲۵ء نکلتی ہے۔ آقائے پرتو بیضائی نے "دوبین" کو چونکہ "دوییمن" لکھا ہے جس کی وجہ سے دس سال بڑھ جاتے ہیں لہٰذا موصوف کا تاریخ عروس والا اعتراض مناسب نہیں۔[1]

صفحہ ۳۶۹ پر ایک مثنوی ہے جس کا عنوان "کتابۂ عمارت شاہنواز خان از امرائے شاہجہان" لکھا ہے۔ اسی مثنوی میں ابراہیم عادل شاہ کا حوالہ اور ساتھ ہی شاہنواز خان کی وزارت کا حوالہ صاف و صریح ہے پھر بھی اسے امرائے شاہجہان لکھا گیا ہے۔ محولہ اشعار جن میں نام مندرج ہے یہ ہیں ؎

شہ عادل خدیو ملک اقبال　　درایوان بنی ابراہیم و گلزار

وزیر پیش بیں دستور دانا

صفحہ ۲۵۵ پر درج ہے۔

"گویا مقصود نظام الملک از ملوک الطوائف دکن و مؤسس حیدرآباد متوفی، ار ذیقعدہ سنہ ۱۰۲۰ و معروف بہ (بہری) می باشد۔"

کلیم نے نظام الملک بہری کی سرکوبی و قحط دکن کے سلسلہ میں ۱۰۴۰ء میں ایک مثنوی سپرد قلم کی تھی۔ یہ نظام الملک، بہری خاندان کا امیر تھا۔ آقائے موصوف نے سلطان قلی قطب شاہ بانیٔ حیدرآباد متوفی ۱۰۲۰ھ کو نظام الملک بہری لکھا ہے جو از روئے تاریخ غلط ہے۔

طباعت کی غلطیاں ہر کتاب میں ہو ہی جاتی ہیں لہٰذا اس دیوان میں بھی ہیں جن میں سے چند پیش کی جاتی ہیں۔

؎ "ساکن بیتِ الٰہی[1] اما گر از دست آید"

اصل لفظ "بیت اللہی" ہے ٹائپ کی غلطی سے بیت الٰہی چھپا ہے جس سے مصرع غیر موزوں ہو گیا ہے۔

گوش بر آواز خاموشان بود لطفِ خفی　　گر نخواہی حاجتی را زود تر گردد دوا[2]

"دوا" کا لفظ بے محل ہے "روا" ہونا چاہیے۔

ہلاکِ پنجۂ مژگاں ترا[3] چرا نشویم

ترا غلط ہے "تو" صحیح ہے۔

بہ تیغِ نازِ تو دعویٔ[4] خون من کہ کند

"دعوائے خونِ من" ہونا چاہیے۔

---

[1] ص: ۱　[2] ص: ۲　[3] ص: ۹　[4] ص: ۹

ے بہ ہفت عضو بود سجدہ لیک براد راو۔[1]

"بر در اُو" مناسب ہے۔

ے کہ صیت مدلش چوں حسن صورتش روح فزاست[2]

"حُسنِ صوت روح فزا" معنی کے لحاظ سے ٹھیک ہوتا ہے۔

ے از دو شت زینت عالم کہ روی دنیا را

"ازوست" صحیح ہے۔ "از دوست" غلط ہوگا۔

ے مطیعِ حکمت با و اقلم و ایجاد[3]

"حکمِ تو" سے وزن ٹھیک ہوتا ہے۔

ے خاکِ تو سرمۂ او لوالابصار[4]

"اولوالابصار" ترکیب میں مضاف الیہ واقع ہوا ہے اس لیئے "اُولی الابصار" لکھا جانا چاہیئے۔

درد را درخورِ طاقت بدہند شعلہ در جانِ شررز[5] افتادست

طباعت کی غلطی سے "شرار" کی جگہ "شرر" چھپ گیا ہے۔ بہار، شمار، کار وغیرہ کا قافیہ "شرر" کیسے ہوسکتا ہے۔ شرار ہی ہوگا۔

ے (من)، زآب سیلِ تیغِ تو قسمت نیافتم[6]

اِس مصرعہ کے پہلے "من" سہو کتابت کی وجہ سے طباعت سے متروک ہوگیا ہے۔ ایک سبب خفیف پہلے مصرعہ کے آگے اضافہ کیا جائے تو مطلب و مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔

غزل نمبر ۳۶۳ کے مطلع کا پہلا مصرعہ غلط چھپ گیا ہے ے گل در چمن بجز خار در پیرہن ندارد

جس وزن میں یہ غزل کہی گئی ہے یہ مصرعہ اس وزن سے خارج ہے۔ قیاس وزن شعریہ چاہتا ہے کہ مصرعۂ اول یوں ہے

جز خار در چمن گل ، در پیرہن ندارد

مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن

ے ہنر ما را چنیں ناکام دارد چراغ خانۂ رختم بسوزد[7]

سہو کتابت و طباعت سے اس شعر کا قافیہ ختم ہوگیا ہے۔ مصرعۂ ثانی یوں ہوتا تو مناسب تھا ے

چراغِ خانہ رختِ ما بسوزد

---

[1] ص ۱۰؛ [2] ص ۱۱؛ [3] ص ۱۴؛ [4] ص ۱۹؛ [5] ص ۳۰؛ [6] ص ۱۰۰؛ [7] غزل ۳۶۲؛ [8] غزل ۳۲۹

Marfat.com
Marfat.com

ع دیدہ ہا چو خدا شکلِ صدف داد کلیم

مصرعۂ اول میں ایک سبب خفیف کم ہونے سے مصرعہ ساقط الوزن ہوگیا یعنی "دیدہ ہا" کے بعد "را" طباعت سے متروک ہوگیا ہے ع

دیدہ ہا را چو خدا شکلِ صدف داد کلیم

ک کو گ جیسے مددگاری کو مدد کاری، رشک کو رشگ، کشادہ کو گشادہ لکھا گیا ہے پتہ نہیں یہ اہلِ زبان کا تصرف ہے یا ٹائپ کی غلطی یہ سارے دیوان میں پائی گئی ہے۔

حاصل کلام ہندوستان میں جتنے بھی دواوین شایع ہوئے ہیں ان سب میں صرف غزلیات چھپی ہیں لیکن آقائے پرتو بیضائی نے تو تمام کلیات طبع کیا ہے ہم نے اسی کو سامنے رکھ کر اور اپنے غیر مطبوعہ کُلیات سے مقابلہ کر کے اُن اشعار کو حصہ الف میں ہدیۂ قارئین کیا ہے جو اس مطبوعہ "دیوانِ کلیم کاشانی" میں نہیں ہیں اور حصّہ ب میں منتخب کلام پیش کیا جاتا ہے تاکہ اربابِ علم کے ذوق کی حتی الامکان تسکین ہو سکے۔

Marfat.com
Marfat.com

حصہ (ا)

قصیدہ در نعت سید المرسلین

شوق هر کس را که در راهِ طلب سر میدهد
گر در آرد اول از پا آخرش[1] پر میدهد

بچهٔ شهباز قدسی گر دو روزت روزگار
پای بند آشیان کرد آخرت سر میدهد

ما بآتش[2] همچو شمع این جا قناعت کرده ایم
خشک اگر هم شد نهالِ کامِ ما بر میدهد

نبضِ خود را چون نهد[3] بیمار در دستِ طبیب
خو به محنت کرده زانسان رگ به نشتر میدهد

کمتر از کاهست کوه آن جا که تن در میدهیم
هر چه آید بر سرم تسلیم مغفر میدهد

چرخ اگر غالب شود دست از حریفی کی کشیم
بس کشادی کین دغلِ هنگامِ ششدر میدهد

چاکِ دل محرابِ طاعت بس مرا کز فیضِ او
آنچه از صد در نمی یابم[4] زیکدر میدهد

ارجمندان را درین رهِ چشم بر خواریِ ماست
رشتهٔ این جا نظامِ گنجِ گوهر میدهد

انتخابِ کامِ دونان تا بجدی شد که دهر
بر فلک از بهرِ شان تغییرِ اختر میدهد

بی نصیب از مادرِ گیتی ز مردی گشته ایم
زان که مادر بیشتر سامان بدختر میدهد

وقتِ مردان می رسد چندی صبوری پیشه کن
دختران را روزگار آخر بشوهر میدهد

زآتشِ این وادی آگه نیستم[5] لیکن گهی
می خورم آبی که تسکینِ سمندر میدهد

سوزِ ما را نیست پایانی خوشا احوالِ شمع
گر تپش را شام می گیرد سحر سر میدهد

در خطرها تن بمردن نه[6] که امیدِ کنار
قوتی دیگر به بازوی شناور میدهد

---

[1] ب : آخرش
[2] ا : بالش ؛ ب، ج : باتش
[3] ب : دهد
[4] ا : مانم ؛ ب، ج : یابم
[5] ا : نیم ؛ ب : نیستم
[6] ج : نه

Marfat.com
Marfat.com

گر فلک بعد از شکر زهرت دهد از دی مرنج
چون به تلخی می بُرد شیری که مادر میدهد

چون نگر دم هر نفس پروانه سان برِ گرد اُو
من که از بندِ قبایم شوقِ شهپر میدهد

در کفِ دهر از خس و خارِ وجودِ ما مپرس
هر چه را آتش نمی سوزد بصرصر میدهد

چون عصای کور در پیت و بلند دم روزگار
می کشد آخر نمی دانم کجا سر میدهد

بگذر از سودای افسر تا بمانی سربلند
شمع را این کاهشِ تن بارِ افسر میدهد

خاکِ ره شو و ز غبارت تا جشمِ اختر کور کن
خاکساری ها سزای اینچ ستمگر میدهد

بارِ غم بر جانِ بمقدارِ توانائی نهند
دادِ آسایش درین جا چشم[2] لاغر میدهد

آرزوی برتری کم کن که گردون چون شهاب
هر که را بالا برد در نیمه ره سر میدهد

دیده یکسر پرده است در پوشش ز نامحرم ترا
پیشِ یاجوجِ بلا سدِّ سکندر میدهد

دامنِ تر را بآتش خشک نتوان ساختن
تن بخشکی گر دهد از دیدهٔ تر میدهد

عقل را با عشق سودا کُن که با شاهنشهی
افسرِ داغِ جنونت نیز بر سر میدهد

تا پسندِ غم فتد دل داغ بر داغش فزا
کاین عروسِ زشت را زیور بشبهر میدهد

کس بہ هیچت بر نمی دارد چو لطفِ حق ترا
از تو گیرد در بهایت هر چه بهتر میدهد

تکیه ات چون کور دایم بر عصایش از خداست
وانگهت پیشِ بلا سدِّ سکندر میدهد

در بیابانی که خضرش نیست مالد بر سراب
فیضِ رحمت جرعه اُم چون دورِ ساغر میدهد

ناکسی[3] از خاکِ ره و الپستری را همچو من
سرفرازی ز آستان بوسِ پیمبر میدهد

آستانی کز شرف ایزد ز خاکِ پاکِ او
انبیا را در میانِ اُمّت افسر میدهد

جهتِ معراجِ ملایک آستانِ مصطفےٰ
هر کرا حق برگزید از وحی رهبر[4] میدهد

حاملانِ عرش یک نفس از عرش بردارند دست
خویش را از شوقِ خاکِ درگهش سر میدهد

هم لب از خاکِ درش هم دیده کامِ خود گرفت
فیضِ انعامش بخشک و تر برابر میدهد

از مدینه تا نجف[5] خارِ بیابان از شرف
مایهٔ توفیق بهرِ رهروان پر[6] میدهد

---

۱ ب: بر
۲ ا، ب: هرکه؛ ج: جسم
۳ ا: ناکس؛ ب: ناکسی
۴ ا، سر؛ ب، ج: رهبر
۵ ب: "شرف" در متن و "نجف" بر حاشیه
۶ ب: پر؛ ا، ج: بر

Marfat.com
Marfat.com

نقش پائے ناقہ زاشکِ رہرواں پُر گوہر است — یا ز فیضِ رہ صدف در خشک گوہر میدہد
نوح گر اُمت بطوفاں داد این دریائے فیض — جرم اُمت را بطوفانِ روزِ محشر میدہد
کجروان را پیرویِ ملّتِ اُو رہنماست — جادہ ہای شاہراہِ شرعِ مطہر میدہد
رتبۂ درویشی از فقرش زبس افزودہ است — موی را بر سر شکوہِ چترِ سنجر میدہد
تا بحرِ رحمتش تا کشتِ شیطاں میبرد — دانۂ بے حاصلاں را لطفِ اُو بر میدہد
عاصیاں اکنوں بسودا سر بسر راضی نیند — معصیت را بس کہ غفراں در برابر میدہد
داد دنداں را بسنگ اُمت احساں را بہ بیں — کانِ رحمت می ستاند سنگ و گوہر میدہد
سر چو بہر سجدۂ خاکِ درش آید بکار — ایزد[1] ز اں سروری بر جملہ پیکر میدہد
با دلایش کارِ طاعت میکند عصیانِ من — کشتہ ام با خاک یکساں گشتہ و بر میدہد
وسعتِ خلقِ عظیمش ہفت دریا را ز شرم — در میانِ یک صدف جا ہمچو گوہر میدہد
رُوحِ قدسی در طوافِ مرقدش پروانہ باد — در ہوای روضۂ اُو شمع تا سر میدہد

قصیدہ[2] در تہنیت نوروز (در مدح شاہجہاں)

بدستِ قدرتِ صاحب قراں ثانی داد — زمانہ نیزۂ خورشید و خنجرِ بہرام[3]
زبس شباہت ظالم بدست در عہدش — خجل ز پیکرِ خود گشتہ[4] شخص شمشیر اندام

قصیدہ در مدح اعلحضرت شاہِ جہاں

دریں دو خانہ چہ ساماں فرو تواں چیدن — متاعِ چشمِ تر[6] ما فزوں از یں دو سراست
حسب بکمال بود نے شرافتِ نسبی — بہ شیشہ کس نزند طعنہ کاصلش از خاراست
بکار و بارِ جہاں غیر یک نظر[5] نکند — حباب وار کسی را کہ دیدہ بینا ست
نشانِ دوست گرفتن خلاف بینائیست — کسی سراغ نگیرد کہ آفتاب کجاست

---

[1] ب، ج: سروری یزدانش برا عضای دیگر میدہد
[2] کلیاتِ کلیم نسخۂ ا
[3] در ب: این بیت درج است، ا، ج: ندارد
[4] در ج: این لفظ نیست
[5] کلیاتِ کلیم نسخۂ ا
[6] ر: بر، ب و ج: تر
[7] ب: حباب وار، ا، ج: حباب وار

Marfat.com
Marfat.com

سحاب رعد خروشیست فیلِ او که برزم — که پائی تا سر طوفانِ لشکر اعداست

در منقبت حضرت علیؓ

دل به بندد در خرید و خود به مسجد معتکف — تا بگردن در گل وافشانده دست از ماسوا

خودسراپا از زر و گوهر پی بس نیستنت — همچو خاتم چشم بر دستِ کسان داری چرا

سوختی از جور گردون این گریز از مرگ چیست — شمع را از تب که به رهاند بجز بادِ صبا

کارِ امروز از کسل دایم بفردا افگنی — تا آن روزی که فردائی ندارد از قفا

کافرستان در درون داری سری در جیب کش — تا فرنگستان چرا باید شد از بهرِ غزا

شکرِ نعمتهای یزدان را بعصیان می کنی — بندهٔ خاص حقی ای حق شناس خوش ادا

با درون تیره و با خاطری پُر وسوسه — طاعتِ وسواس بیهوده است و تنظیفِ ردا

در عبادت قناعت آنجا تلافی میکند — گر در آبِ غسل اسرافی کند زهد[1] ریا

چون بگیرد خانهٔ همسایه را زاهد بزور — کرده مسجد را بزورِ شید انبارِ ریا

رو نمی بینیم و می گوئیم در روئی همه — کس براهِ حق ندارد رو بجز قبله نما

بی ریاضت مسندِ پاکان نمی آید بدست — راه در چشمی ندارد تا نشاید[2] توتیا

زاهد از دنیا نظر بست و بخود بینی کشود[3] — کند اگر بتخانه کرده است ازان بهتر بنا

خویش را دانسته صاحب تمیز و[4] اهلِ حال — زین قدر دانش که شد حال و تمیز از هم جدا

فقه را نه بهرِ تصحیح عبادت خواندهٔ — کو عبادت تا کسی گوید صوابش ما خطا

از فرایض حج و صوم از هم نمی کردی تمیز — گر نبودی در نهادت حُبِ فتوی و قضا

سوی عامی آن چنان از عُجب بیند مولوی — کز سرِ نخوت نه بیند پادشاه اندر گدا

پاک تر باید زبان و کام[5] از موج و حباب — از سگانِ قنبرش کس گر شود مدحت سرا

هیبتِ موسی و علمِ آدم و تقوائِ نوح — گر مصور می شدی بودی بشکلِ مرتضا

---

[1] ا: "و" زاید است ؛ ج - ندارد　[2] ا: نگردی ؛ ج: نساید

[3] ا: فرود ؛ ج: بکشود　[4] ج: "و" نیست

[5] ب: کام ؛ ا: کامی

Marfat.com
Marfat.com

آسمان گر بود معراج نبی معراج او — بود دوش آن که بر[1] خاک رهش ارض و سما
خانه زادی هر ضمیر انورش را علم نیست — بینش را هیچ جرمی نیست حایل چون هوا
پیشتر نام علی[رض] مذکور باشد یا عظیم — در کلام حق به بین تعظیم شاه اولیا
رتبهٔ این اسم اعظم بین[2] که در هفت آسمان — علویان را عین نامش گشته محراب دعا
آسمان گر نه فروتر بودی از وی گفتمی — آن مسمی را شد است این اسم نازل از سما
می رسد امواج را دایم بدریا سلسله — کیست پاکان طریقت را بجز او مقتدا
از صفای باطنش هر جا که بگذارد قدم — نقش پایش میشود آیینهٔ گیتی نما
علم او داند شمار موج بحر و ریگ بر — نزد دانایان به برهان ثابتست این مدعا
در حقیقت اوست قرآن مبین لاریب فیه — پس برو روشن شود هر رطب و یابس بی خفا
اهل بیت سرور عالم بود کشتی نوح — هست شاه اولیا هم کشتی و هم ناخدا
خانه ام چون شمع روشن شد که دارد بر زبان — مطلعی در وصف آن خورشید اوج انما
جز علی[رض] هر کس که دارد در ره دین رهنما — راهرو کوریست و آن رهبر نماید چون عصا
دیگری را جز علی[رض] گفتن امیر المومنین — آنچنان باشد که کس گوساله را گوید خدا
شاهباز همتش چشم از دو عالم دوخته — خاک راهش اطلس افلاک و فرشش بوریا[3]
آنکه در راه خدا بر سابقین سبقت گرفت — پیش چون دانی ازو وامانده لنگی چند را
هادی راه حقش دانی رهی ظلم صریح — آنکه نشناسد بعمر خویش راه از رهنما
از سلونی تا اقیلونی لسی فرقست فرق — باز کن چشم بصیرت او کجا یاران کجا
زو سه شطرنج به داند رسوم سروری — آنکه را بر مومنان دانسته فرمانروا
پیش شتابان بهم چشمی کجا باشد حساب — گر سگی روباه بازی کرد [illegible]
پیش بیباکی که قرآن سوختن جائز بود — سهل باشد آتش [illegible] بدین مصطفی
بدعتی گر سرزد از اصحاب جای طعنه نیست — مجتهد را در طریق خویش می افتد خطا
چون خلاف امر حق کردن توان از اجتهاد — در خطای خویش شیطان مجتهد بود [illegible]

---

[1] ا: بر ؛ ج: شد

[2] ا: دان ؛ ج: بین

[3] این بیت زاید از نسخهٔ ج حاصل شد

Marfat.com
Marfat.com

تاکسی را باشد مردان برابر نه شتری — کرده قطع این سخن مقراض لای لافتا
از عبادت های جن وانس[1] به یک ضربتش — رتبهٔ دیگر فضائل بین که باشد تاکجا
یا امیرالمومنین درمانده ام درکار خویش — بازکن این عقده را ای سرور مشکل کشا
هادی راه خدا و غالب مطلق توی — رحمتی فرما بریں گمراه مغلوب هوا
از کرم امروز توفیق عبادت ده بمن — تا شفاعت بر تو آسان تر شود روز جزا
تا قسیم جنت و ناری زحب و بغض خویش — باد احباب ترا در صدر جنت متکا

در تعریف هند و تهنیت عید قربان

زرنگ پان چو منقار طوطیان سرخست — همیشه این لب سبزان که راحت جانست
به بین چه می کشد از دست او بجای خودست — بحال دریا گر چشم ابر گریانست

در تهنیت عید وزن مبارک

آواز رود مطرب تا زنده رود رفته — وز نغمهٔ عراقش کردست میهمانی

در تهنیت نوروز مبارک و فتح دکن

دمادم از گل خمیازه آتش می شگفد — بود ز مستی سرشار غنچه[2]ئی زخمار
ز فرق تا به[3] قدم شاهدان بستان را — شگوفه مال[4] وزر افشانده همچو خدمتگار
ز ابر صنعت ابری بیا تماشا کن — چمن گرفته زیک آب صد هزار نگار
ز دلنشینی صحرا شود مسافر را — سفر بکام نخستین تمام چون پرکار
بسرگرانی گلدسته نخواهد کرد — زبس لطافت افتد بفرق اگر دستار
نگیں بکندن محتاج می شود هر روز — چنین که بالد برخویش[5] از هوائی بهار

---

[1] ا: یس؛ ب: ایش؛ ج: انس — [2] ا: ضر؛ ب، ج: تی

[3] ا: به ندارد — [4] ب، مال وزند؛ در ا: رومال

[5] ب: "هر روز" در متن و "برخویش" بر حاشیه نوشته است.

هوا چنان دمِ جاں پروری زند که ازو　　حیات یابد چوں کرمِ شب چراغ شرار
بگاہِ سیر رسد گر بخاک نقطۂ آب　　شود ز لطفِ هوا رمل[۱] خانۂ آتش گلزار
ز خاکپای تیاتش طلا کند بر سر　　سپهر بهر مداوای کهنه رنج دوار
تمام نفع رسانی شداست از عدلش　　کسی که غیر زیاں کار لیش بنود شعار
ز انقیادِ شریعت رسیده تا حدّے　　که برده گوی ولایت ز اولیای کبار
اگر بدستش دعوای آبروی کنند　　شود به محکمه حاضر پیِ جواب مجاز
ترازو از اثرِ اختلاط موزوں شد　　زبس کشید بزر شاعرانِ نکته گذار
چنیں که صیدِ دلِ خلق می کند از خلق　　به بزم بودی تهد چوں کند هوای شکار

در تهنیتِ عیدِ وزنِ مبارک و فتحِ دکن

از شیشه استفاضۂ انوار می کنند　　عالم تمام مشربِ اشراقیاں گرفت
اکنوں بجومِ کام بود مانعِ وصال　　گل پُر شد آں چنانکه در گلستاں گرفت
ایں روی تازه که جهاں را نموده[۲] رو　　گوی ز گردِ موکبِ شاه جهاں گرفت
تا شد ظفر بر آلکی د پالکی سوار　　او دگیر و او سه همه در یک زماں گرفت
نصرت بر اهلِ ابکی و تنکی گرفت تنگ　　تا[۳] هیچ الجزائی خطِ اماں گرفت
تا فتحِ قلعه هائے حبابست کارِ باد　　تا تیغِ موج عرصۂ آبِ رواں گرفت

در تهنیتِ عیدِ وزنِ مبارک و عیدِ جلوس

عشرت چناں رساست که در گلشنِ[۴] مراد　　گلهائے عیش بر سرِ م افزوں ز دامنست
نقشِ چنیں چو نقشِ نگیں از درش نرفت　　آری نمی روند ز جائی که ما منست
هوسش فریبِ ظالمِ[۵] عاجز نما نخورد　　داند که ناله شاهدِ بیدادِ [illegible]
دریا حبابِ بر کفِ عینک فروش گشت　　کم یافتنش [illegible] ز دشمنست

---

۱ ا: رمل؛ ب: زیل　　۲ ا: نموده رو؛ ج: نموده روی
۳ ا: لفظ "تا" ندارد　　۴ ا: گلشن؛ ج: خاطر
۵ ا: ظاهر؛ ب، ج: ظالم

Marfat.com
Marfat.com

قصیدہ کہ در ایامِ وجع مفاصل گفتہ

پنجہ ام گویا ز ساعد نیست ہمچوں سر علم   در صفِ مرداں در دم من علمدارِ بلا

قصیدہ کہ در ایامِ جرب گفتہ

کفم پُر است ز سیرابِ دانہائی جرب   دگر ز دستِ تہی شکوہ چُوں تواں کردن

در مدحِ شاہنواز خان

ملال خاطرت آمد بیاد و بس کردم   کہ بہر قافیہ آمد بخاطرم دلگیر

در تعریفِ زمستانِ کشمیر[1]

خورشید دگر نقاب دار است   منقلِ معشوق ھر کنار است
در عینکِ یخ نہاں شد امسال   کشمیر کہ چشمِ روزگار است
تا آتشِ گرم نی سواریست   دستِ ہمہ کس رکاب دار است
از برف بخانہ چوں گریزی   باراں از دور در کنار است
محرابِ جہانیان بخاریست   تسبیحِ خلائق از شرار است
آں راکہ پلنگ وار در دل   از رفعتِ آسمان غبار است
پالیش تا سینہ ہمچو جولاہ   در بندِ تنور استوار است
آں پنبہ کہ شعلہائے بر اوست   امروز لباسِ شاخسار است
آں جامہ کہ از دو روش ابرہ است   از برف بدوش روزگار است
سر پنجہ کہ تا بصیست معزول   وقتِ عملش دگر بہار است
از دست کہ در بغل نہان شد   سینہ صندوقِ قفل دار است
چوں آئینہ بستہ شد نفسہا   دل از دمِ سرد سنگسار است

---

[1] ایں قصیدہ نسخہ ا ندارد و از نسخہ ب، ورق ۲۰۰ الف نقل شدہ است۔

سرپنجهٔ بُدود گرم امروز | چون شانه بزلف اُمید واراست
کف صاحب دستگاه لرزاست | چیزی که ندارد اختیاراست
تا تن از لرزه[1] گشته رقّاص | دندان چو چغانه گرم کاراست
یخ بر سر کوچه بستی آمد | نی راه پیاده نی سواراست
تا فرش بکوچه از یخ افتاد | لغزش با پا چو کفش یاراست
چون قرعه شکسته استخوان است | آن را که برون زخانه کاراست
چون استره باد در تراش است | هرچند جهان سمن عذاراست
هرچیز که دهر داشت بردست | سرمه امسال خوش خماراست
گوئی تو که پنبه اش ز برفست | پوشیش بر تن اگر هزاراست
فانوس لباس یک تهی را | انداخته که وقت پنبه داراست
پنهان در ابر پوستین است | هر جا کری هلال داراست
چون سیم بخیل رفتنش نیست | هر برف که فرش این دیاراست
شد کوچه زماهتاب لبریز | هرچند که شب چو زلف یاراست
بی قدری سیم برف را بین | در چشم بخیل نیز خواراست
آب از سرما ز بس ترش روست | بر خاطر خویش نیز باراست
مرغابی همچو نقش ابری | بر کاغذ یخ بر یک قراراست
ماهی در یخ میان جدول | چون موج به تخته چناراست
یخ کشتی را بجشک[2] بسته | چون صندوقی که بر مزاراست
رود بهت[3] از روش فتاده | هر جا که قدم تهی گذاراست
پل چون در عاملان معزول | در دیدهٔ اعتبار [illegible]
تا سر بدوات خامه برده | چون دسته بجگتش [illegible]
جای که تراشش تیغ سرماست | شمشیر انگشت زینهاراست

---

[1] ب، لرزه؛ ج: لرز
[2] ب: بجقش؛ ج: بجگش
[3] کشمیر میں ایک ندی کا نام دریائے بہٹ ہے غالباً اسی کا ذکر شاعر نے کیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

یخ سنگ فسان باد تیغست　　اما تیغی که زهر دار است
پروانه ز شوقِ آتشِ شمع　　مسکین تا شب در انتظار است
چون نیزه که از سنان بکاهد　　شمع از آتش بیک قرار است
فانوس ز بادِ سرد بر شمع　　لرزان چون پنجه در خمار است
هر خانه که روزنش کشاده است　　در دیدهٔ اعتبار تار است
هم خواجه اگرچه زشت نیکوست　　تا دی مهمان روزگار است
سرما گوئی که درمیان نیست　　یار بغلی چو در کنار است
یابد آرام از تب گرم　　هر تن که ز لرزه بی قرار است
کشمیر اگر ز گرمی مهر　　محروم ز ابر ناگوار است
خورشید دوم پئی تلافی　　پرتو افگن برین دیار است
امسال امیدِ پشت گرمی　　از مقدمِ شاهِ کامگار است
آن شاهِ جهانِ بختیاری　　کاقبالش مملکت شکار است
گردِ سپهش بگلشن ملک　　بهتر ز سحابِ نوبهار است
فرزند گهر فروخت دریا　　از ابر سخاش قرضدار است
از آئینهٔ آفتاب رویش　　انوارِ الهی آشکار است
شاهان را آستان جاهش　　آئینهٔ روی اعتبار است
سر رشتهٔ غیب و خاطرِ او　　نزدیک بهم چو پود و تار است
گردون پی رایِ اوست پویان　　چون گرد که درپئی سوار است
نه چرخ به صیدگاهِ بخشش　　یک دورهٔ جرگه[1] شکار است
از هر خس و خار نگسیرد[2]　　این جاست که شعله بردبار است
طبعش که بحدت و بلندی　　از آتشِ طور یادگار است
در معرضِ حلمِ او ثوابت　　مانند شرارهٔ بی وقار است
روی دلِ نوبهار خلقش　　مرهم نه داغ لاله زار است
در عهدِ مبارکش ترقی　　چون نشو و نما به نوبهار است
از غبن تنزلست گوئی　　اشکی که بروی آبشار است

۱ ب: چرگه؛ ج: جرگه
۲ ب: نگسیرد؛ ج: نگیری

Marfat.com
Marfat.com

شاهنشاها! زمانه شهشریست / تیغ تو برای او حصار است
دلخواه چو ابر تر شماری / هر جا که غبار کارزار است
هر قطره که خون خصم دارد / بر تیغ شجاعتت نثار است
اعدا همه جان باد سپارند / تیغ تو امین روزگار است
سوی عدم از نهیب[1] تو خصم / بی بال پرنده چون شرار است
بنیاد ستم ز بس به عهدت / یکسان با خاک رهگذار است
هر جا که ستمگریست چون دام / در دشت وجود خاکسار است
با دست گشادهٔ تو دریا / در قید احاطهٔ کنار است
تا سیم سحاب ناشمرده / در دامن ضبط روزگار است
در عهدهٔ حفظ ایزدی باد / ز اتت که عطاش بی‌شمار است

در تهنیت عید وزن مبارک

چه آنساز آثار کفر محو از هند / خدا به تیغش سهم عصای موسی داد

کتابه عمارت باغ فیض بخش کشمیر

تیغش آن حرز سیفی است که کرد / جنیان فساد را تسخیر

در تهنیت نوروز و عید صحت یافتن ظل اللهی شاهجهان

هوا[1] از بس کدورت برنتابد / چراغ لاله دود خود نهان کرد
جهان را بازی هولی خوش آمد / درختان چمن را ارغوان کرد
نموده لاله در دامان سوسن / حکایت از نجم د... سمان کرد
بنوعی زندگانی تلخ گردید / که هر کس زندگانی را فسانه جان کرد
چو آن صورت که دیوارش نیفتد / زمانه دست دنیا را گم‌ چنان کرد

---

[1] ا: این بیت ندارد؛ ب ،ج : درج است

چراغِ خلوتِ آیینه خانه   زیک گل عالمی را گلستان کرد

آسیب رسیدن از آتش به شهزادی ملک احتجاب جهان آرا بیگم[1]

ای عیدِ صحت تو جهان را به از بهار   سرسبزی تو زینتِ بستان روزگار
کوتاه باد دستِ حوادث ز دامنت   ای آبِ زندگی تو کجا و کجا غبار
خورشید دولتی و جهان از تو روشن است   یارب تُرا گرفته بنیا درو زگار
تو چشم روزگاری باد از هر طرف   دستِ دعای خلق چو[2] مژگان ترا حصار
آن گل کز آفتاب گلابش روان شدی   دوران نگر که کرد ز آتش تنش نگار[3]
بر آسمان سروری از آتش شفق   دُودی بلند شُد که جهان را نمود تار
در بند شمع شعله بسی بی قرار بود   در دامنِ تو دست زد از روی اضطرار
تا کرده شعله کسب شرافت ز دامنت   زیبد اگر فرشته کند سجده از شرار
از هیچ خانه شمع دگر رو نیافته   تا گشته شخص صاحب دوران ازو فگار
زین انفعال دیگر اگر سر بر آورد   زیبد گر از شرار شود شعله سنگسار
شمع آب شُد ز خجلت و پروانه دست شُست   از لافِ عشقِ یار بهر بزم شرمسار
آتش ز شرم این ز جهان گر سفر کند   در منزلِ نخست بقار ون شود دوچار
بُت را برون ز بتکده افگند برهمن   از جرم این که بود بسنگش نهان شرار
از دُور نیست شعله اگر شد زمان کبود   بسیار خواست صحت ذاتت ز کردگار
گر روشنش شدی که خطای چنین کند   ابلیس را بنار نمی بود افتخار
این دُودِ دل ز پرتوِ اُو در جهان گرفت   از شمع کس ندیده که گردد زمانه تار
فانوس اگر حمایتِ شمع آرزو کند   پراهنش نیاید از ایامِ پود و تار
بر طبع نازکت کم و بیشِ الم یکیست   چه زنگ و چه نفس همه بر آئینه است بار

---

[1] ب: این قصیده نسخهٔ ا ندارد و از نسخهٔ ب از ورق ۳۶ ب نقل شده است

[2] ب: چو؛ ج، ز

[3] ب: روزگار؛ ج: نگار

Marfat.com
Marfat.com

در پیچ ملک گوهر قدرش بها ندید   آتش ز بسکه افتاد از چشم اعتبار
گر شمع گل به فرق زند خاک بر سرش   خوش نیست خود نمائی آنان که شرمسار
از تاب آتش آبله شد از   پدید   یا بر فلک قرانِ کواکب شد آشکار
عمرِ ابد سعادتِ دُنیا و آخرت   آثار این قرانِ سعادت قرین شمار
دریای رحمتی و گهرهات آبله است   آن گوهری که آتشِ سوزان شد آبدار
کافور صبح مرهم زخمت اگر شود   گردد بر و سفیدی دیگر اُمیدوار
ای نیتت بخیر قرین همچو بوی گل   دنیا[1] ز خیرِ جاری تو آبِ جوئبار
دامانِ کبریائی تو بالاتر است ازاں   کز آتش اثیر بآنجا رسد شرار
از دل علم زد آتش یزدان پرستیت   بر تن اثر ز آتشِ دل گشت آشکار
آئینهٔ وجود تو تا پاک شد ز گرد   در کار بود همتِ پاکانِ بردبار
بس گنجها که از زر و گوهر تهی نمود   بهرِ تصدقِ تو شهنشاهِ کامگار
صاحب قرانِ ثانی سدّی ز زر کشید   تا پر تو بست راهِ حوادث زهر کنار
از اضطراب شاهِ جهان شد یقین که بحر   دایم برای گوهر خویش است بیقرار
شاهی که گر به بندد همت خدا کند   سکته زخاک، ورعشه ز آب وتب از شرار
قهرش دمی بآتش اگر سرگران کند   هر تن ز جزو ناری خود میکند کنار
باعونِ[2] حفظش از شرر احسان توان نمود   طومار جوئبار و ورقهای آبشار
قهرش به نزد رحمتِ اُو در حساب نیست   آری نهنگ را بر دریا چه اعتبار
حلمش به شعلهٔ غضب از جا نمی رود   کی لاله است آتشِ دامانِ کوهسار
با چشم زود صلحش بر محرمان یکیست   افتادن و بلند شدن چون ز زنتاد
تمکینِ اُو به شمع اگر یک نظر کند   دیگر بسان سرد بماند به یکروز ... ار
دارد صدف ز دستِ گهر پاشِ اُو هراس   زاں رو درُون گوش نهفته است گوشوار
ویران کند گنبدِ فانوس بر سرش   گر شمع همسری بضمیرش دهد قرار
جائی که کامیابی بختِ بلند اُوست   صیدِ مرادِ هر دو جهان چیست یک شکار

---

[1] ب ، ز ؛ ج : د

[2] ب : قانونِ حفظ ؛ ج : باعونِ ، حفظش

Marfat.com
Marfat.com

درماندگیِ طبعِ سخنور بمدحِ اُو ‏ عجز شناوراست بدریایِ بی کنار
شاهان ز نسلِ حضرتِ صاحبقران بسی ‏ بودند لیک اُوست شهنشاهِ کامگار
هرچند داده پرورش هر دو یک نهال ‏ در رُتبه فرق باشد از برگ تا ببار
در زیرِ پایِ خس شده با خاک همنشین ‏ در عهدِ عدلِ اُوست زبس شعله بُردبار
از شوقِ عهدِ اُو برحم گریه می کنند ‏ اطفال از شکنجهٔ نُه ماهِ انتظار[۱]
بگذشته است از دو جهان صیت قدرتش ‏ چُون یک خدنگ کز دو شکاری کند گذار
با دوستانش خصمیِ افلاک[۱] بی اثر ‏ چُون تیغ آز مودنِ امواج بر کنار
هرتارِ پیرهن شده ماری بقصدِ خصم ‏ جز دشمنش که یافته معنی تار و مار
تا موز عضو سوخته سر بر نیاورد ‏ مانند تخم از آتش وسینه ز شوره زار
یارب همیشه تخم بیفشانده سبز باد ‏ در مزرعِ اُمیدِ شهنشاهِ کامگار

در تعریف مسجد اجمیر[۲] و تاریخ آن

خانهٔ فرشته ولی از جبههٔ پاکان بود ‏ ز احترامت در تو فرشِ تازه افتد هر زمان
پادشاهِ پادشاهان را سزای[۱] لاجرم ‏ بر درت پیوسته باشد پنج نوبت از اذان

در تهنیت عیدِ وزنِ مُبارک

عشرت بسان خندهٔ سوفار دائمیست ‏ وین طُرفه ترکه دایم وغیر مکرراست
از کارِ روزگار گره آنچنان کشود ‏ کز شش جهت کشایش در راهِ شدراست
در روزگار جز توکسی پادشاه نیست ‏ یکسر زمانه دارد و گردون یک افسراست

تاریخ فتح بلخ[۳]

دوران ز بهارِ طرب آراست جهان را ‏ جا داد بهر سینه دلِ باده کشان را
هر چهره ز مشاطگیِ عیش چنان شد ‏ کز هم نشناسند رُخ پیر وجوان را

---

۱ ل: سزای ؛ ج: سرای
۲ این قصیده نسخهٔ ل ندارد و از نسخهٔ ب از ورق ۱۵۷ الف نقل شده است.

شمشیر تو چوں لاله بکار رد به تن خصم	یاران خدنگ آب دهد لاله ستان را
آں روز رهد دشمنت از تیره درونی	کافزود اجل در دل او شمع سنان را
اقبال عدوی تو نهالیست که با خویش	چوں شعله ز ملک عدم آورده خزان را
بنشست بروز سیه خصم که حرفش	در کام سیه تاب کُند تیغ زبان را
جاں باخت ز بیم تو عدو گرچه که بگریخت	هر چند رود زنده بدان ریگ روان را
چوں در کنف عفو تو نگر بخت چو بگریخت	تا یافتی آسایش اقبال امان را
جاگیر گرفتی بدل بلخ و بدخشان	ملکی که به توران مدهد یک ره آن را
"ایزد دو جهاں داده باو بلخ چه باشد"	تاریخ بود فتح شهنشاه جهان را
تا سلخ و تلخ ایں دو بود قافیه بلخ	هرگاه که موزون کند اندیشه بیان را
در غرۀ مه عمر عدوی تو شود سلخ	غم تلخ برد ساخته شیرینی جان را

در تعریف بهار و تهنیت عید وزن شاهجهان[1]

بدریا کشتی از سبزی جزیره است	ولی یک جا نمی گیرد مکان را
چنین نقشی که میزان را نشسته	ز اختر را بود نه آسمان را
درد از بار جودش دامن حرص	خطر باشد ز طوفان بادبان را

در تهنیت مقدم بادشاهی

ای بخت مژده کز افق کعبه یار رسید	خورشید رحمتی که بهر ذره وا رسید
نارد کسی بظل هما سر دگر فرو	سر مایۀ سعادت ظل منتها رسید
زیں نوبهار کز دم عیسی نسیم توست[2]	هر درد کهنه [illegible] رسید
از گرد موکبی که به از ابر رحمتست	کشمیر را بهار دگر از قفا[3] رسید

---

[1] ایں قصیده نسخۀ ا ندارد و از نسخۀ ب از ورق : ۳۵ ب نقل شده است .

[2] ب : توست ؛ ع : داشت

[3] ب : قفا ؛ ع : تفا

Marfat.com
Marfat.com

لب تشنگانِ بادیهٔ انتظار را — بایست جان بلب رسد آب بقا رسید
در آب و تابِ غنچه گرد از حساب برد — برگت از تری بجبههٔ اهلِ حیا رسید
بی رنج گنج یافت طلبگارِ کیمیا — بی سعیِ دل بکعبهٔ حاجت روا رسید
ما را بطوفِ کعبهٔ مقصود ره نبود — خود کعبه پیشِ زائرِ بی دست و پا رسید
فرمانِ حجِ اکبر ما نیست غیرِ ما — ای جان بخود ببال که وقتِ فدا رسید
بر طاقِ چرخ بود اگر آرزویِ دل — آخر با و بلندیِ دستِ دعا رسید
شکرِ خدا که دیدهٔ امیدِ خلق را — از گردِ راهِ شاهجهان توتیا رسید
صاحب قرانِ ثانی کز خاک پای او — لبِ تشنهٔ امید به آبِ بقا رسید
می بینم این سعادت و با ور نمی کنم — چشمِ منست اینکه بآن خاکِ پا رسید
تا شد قدم ز کرنشِ شاهنشی کمان — تیرِ مراد بر هدفِ مدعا رسید
جز جان و دل نثار ندارم چنین بود — درویش چون ببارگهِ بادشا رسید
شاهنشه[1] دقیقه شناسی که فطرتش — رازِ قدر شناخت و بسترِ قضا رسید
وقتِ تلافیِ ستمِ روزگار شد — فریاد رس شهنشهِ فرمان روا رسید
می خواست دل ز دهر کشد انتقامِ خویش — از یاد رفت کینه چو نوبت بما رسید
نوعِ بشر ز رحمتِ عامش چو بهره یافت — فیضِ عطای روح بمردم گیا رسید
یک کف عبیر بادِ صبا از رهش رساند — عطری ببرگ برگِ ریاحین جدا رسید
بر جبهه دین طاعتِ این آستانش[2] رسید — سرگرمِ سجده ایم که وقتِ ادا رسید
در راهِ بندگی ز خود افتاده ایم پیش — چشم ارچه می[3] برد نتواند بما[4] رسید
فرِّ[5] سعادت از سرِ ما در سجودِ شاه — چندان بلند شد که ببالِ هما رسید
آفت ز آفتاب به شبنم نمی رسد — در کشوری که سایهٔ ظلِّ خدا رسید
از بوی آشنا دلِ هر غنچه تازه شد — هر گه ز قلبِ لشکرِ شاهی صبا رسید

---

[1] ب : شاهنشهی ؛ ع : شاهنشه — [2] ب : آشتانشت ؛ ع ؛ آستان رسید
[3] ب : می برد ؛ ع : میبرد — [4] ب : بها ؛ ع : بما
[5] ب : این بیت ندارد واز ع حاصل شده است.

Marfat.com
Marfat.com

ازگردِ لشکرش بخطا رفت بوی مشک   فیضِ قدوم بین زکجا تا کجا رسید
در خانهٔ عنکبوتِ تند شکل چنگ عیش   از مقدمش چو شهر به برگ ونوا رسید
گیسو چو ریگ شیشهٔ ساعت دلش زبیم[1]   هر دیده را که سرمهٔ آن خاکِ پا رسید
جذبِ قلوبِ عام بخاکِ درش فتاد   روزی که جذبِ خاص به آهن ربا رسید
با نامِ او سپند در آتش چو جا گرفت   دردم بقدر و شعله زنشو و نما رسید
چون صیتِ استقامتِ طبعش بلند شد   از مرکزِ زمین بخطِ استوا رسید
خاکِ رهش بدیده چو آب است در گهر   این بینش از فروغ بصیرت بما رسید
ازجامه خانهٔ کرمش همچو نوبهار   هر نخل قامتی بلباسِ عطا رسید
طولِ امل که بر قدِ او جامه بنود   پوشید خلعتی که زسر تا به پا رسید
ازکوهِ همتش بجوابِ سوالِ خلق   جائی صدا بغارتِ گوهر صلا رسید
تا آشنا بصبحِ ضمیرش شد آفتاب   روشنگری بآئینه بی جلا رسید
همچون لقای فیض بهاری که در چمن   مانندِ گل بحالِ خس و خار وا رسید
جاوید باد دولتِ شاهنشهِ جهان   کزوی به نیک و بد همه برگ و نوا رسید

تتبع قصیدهٔ بحر الابرار امیر خسرو و ستایشِ سخن

دسترس باشد چو بر معشوق دشوار است صبر   گر نهادش دزد بآشد[3] حق بدستِ زرگر ست
سعیِ کس ضائع نمی ماند به بین در آئینه   کانچه اول می نماید صورتِ روشنگر است
نیست خوبی در جهان مقبولِ طبع هر که هست   آب کاصل زندگی آمد فنائے شکر است
صبحِ فیضش بر همه روشن تر ست از آفتاب   لیک نزدِ شمع مانند و باستک [illegible]
زشت از هر رو نگارستانِ دنیا نیز[4] هست   جوی رگ را گاه گاه آبِ [illegible] ست
باغبان را سر که ابرو به هنگامِ بهار   از برای آب[5] [illegible] باغ ابر دیگر ست

---

۱ ب : بیم ؛ ع : خشم
۲ ب : ربا ندارد ؛ ع : دارد
۳ ا : گردد ؛ ب ، ج : باشد
۴ ا ، ب : میرهست ؛ ج : تیزهست
۵ ج ، ق : دارد ؛ ا : ندارد
۶ ا : دلیرست و حریص ؛ ب : حریصست و دلیر

Marfat.com
Marfat.com

خواب راحت دیدۂ انجم نہ بیند جز بروز — شب نمک از موجِ اشک من بچشم اختر است
نفسِ کافر بس کہ در عصیاں دلیرست[۱] و حریص — معصیتہایش تو پنداری شفیع محشر است

ترجیع بند ساقی نامہ

ہر لحظہ ز ساقی طلب بادہ ضرور است — بے قدر شود ہر چہ بابرام نگیریم
ایام نیرزید عطایش بگرفتن — دیگر چہ بگیریم چو آرام نگیریم
ساقی دمی و مطربِ ما غیر سخن نیست — ایں مستی ... نخواست چو [illegible] زیاں کرد

ترکیب بند در تہنیتِ نوروز

باغباں می پرورد گل را بناز ایں خوب نیست — طفل را بسیار نازک خو [illegible]
ہر نفس گر حرف اقبالت نگردد سر بلند — چوں[۲] دم نای منقارش [illegible]
عید عہدت باد چوں دورِ جوانی محترم — چوں رخ و زلفِ بتاں روز و شبت[۴] بہم[۵]

مرثیہ محمد جان قدسی

رفت و با ہم سخناں[۶] را بصلای ننواخت — اشتیاقِ وطنش بین کہ چہ بی پروا کرد
ز وطن در غم چمن گشت بنوعی دل سرد — کہ آتش خار و خس خانہ بمنقار کشید
نالہ آہستہ اگر می کشم از صبر مداں[۷] — صبر با خاطرِ ماتم زدگی یار شود

تاریخ فوت نواب صادق خان

ہر زماں زخمِ دگر[۸] ز افلاک و انجم می خوریم — سربسر داغیم از گردوں مگر دامیم ما

---

۱ ا: دلیرست و حریص؛ ب: حریص است و دلیر
۲ ا: خون؛ ب، ج: چوں
۳ ا: درجہ؛ ب، ج: درچہ
۴ ا: شب؛ ع: شبت
۵ ا: زہم؛ ب: بہم
۶ ب: ہم چناں؛ ج: ہم سخناں
۷ ب: بداں؛ ع: مداں
۸ ا: تر؛ ب: دگر

Marfat.com
Marfat.com

رفت صادق خان ز دهر آن نور چشم مردمی   در غمش چون مردمک خونابه آشامیم ما
عاشقِ صادق بیک دم گشت واصل همچو صبح   شمع را بردند واکنون تیره چون شامیم ما
قاصدانِ روز و شب ما را شتابان می برند   سوی آن عالم مگر از دهر پیغامیم ما
چون رسد وقتِ سپردن بی تعلل می دهد   از عدم بر ذمهٔ ایام چون وامیم ما
در چنین حالت زما[1] تاریخ می خواهد فلک[2]   گرچه داند بی دماغ و بی سرانجامیم ما
گفتمش ما را بما بگذار تاریخ این بسیت   "بی وجودِ صبحِ صادق تیره ایامیم ما" ۱۰۴۳ھ

تاریخ رفتنِ آصف خان به تسخیر دکن

هاتفِ غیب از پیِ تاریخ گفت   "باد سود این سفرِ فتحِ دکن" ۱۰۴۰ھ

تاریخ ورودِ شاهزاده بلند اقبال مُراد بخش به کشمیر[2]

هزار شکر که ایزد بروی اقلیمی   زیک[3] عطیه در صد هزار کام کشاد
شد ابرِ رحمت بر فرقِ ملک سایه فگن   ز گردِ موکبِ اقبال شاهزاده مُراد
رواست سجدهٔ شکر ار شود جبینِ[3] فرسا   ز نعمتی که بود از زبانِ شکر زیاد
ز گردِ راهش هر دیدهٔ که سرمه ندید   ز چشمِ مردم چون خانهٔ خراب[4] افتاد
نه برگ ریزِ خزان بود گاه آمدنش   ز مشکر مقدمِ او برگ رو بسجده نهاد
نمود روی دلی آنچنان به عالمیان   که رفت گرمی خورشید ذره را از یاد[5]
شگفته روی او را بهارگر میداشت   نمی گذاشت که یک غنچه دا شود از باد
بیادِ خلقش مانندِ نغم بر رُخِ گل   بروی انگر نواهد سپند ریشه نهاد
اگر ز کوهِ وقارش به بحر سایه فتد   عجب که موج در آید ز جا [illegible] باد
عطاش مستحق و غیرِ مستحق نشناخت   به نزدِ ابرِ جیب ایران چه منزل آباد
کشی برشته اگر گوهرِ کمالاتش   زیاده آید از شمار رشتهٔ اعداد
بهرچه پی نسپرد رای روشنانِ سپهر   زبانِ شعلهٔ ادراکِ او کند ارشاد

---

[1] ا: من؛ ج: ما   [2] این قطعه نسخهٔ ا ندارد واز نسخهٔ ب ازورق: ۸۴ب نقل شده است.
[3] ب: جبین؛ ج: زمین   [4] ب: یاد؛ ج: باد

Marfat.com
Marfat.com

زسایهٔ پی بہ بد و نیک حال شخص برد   غنا و فقر و غم و شادی و صلاح و فساد
زہی کریم کہ فیضِ مُراد بخشیِ اُو   بہر کہ بُود دلی جمع داد و خاطرِ شاد
ز روشنائیِ چشمی[1] کہ طلعتِ تو ندید   بغیر نام ندارد چہ روشنی سواد
تو چوں زکعبۂ اقبال چاربیں رکنی   چہار حد را آوازۂ تو زینت داد
چو پیر را بنود چارہ از عصا دارد   فلک زبخت جوانت توقعِ امداد
مگر برفعتِ اقبالِ تُو نظر افگند   سپہر کافرِ زریں شب از سرش افتاد
اگرچہ ہست ہزارش زباں زخطِ شعاع   بوصفِ رائ تو خور داد یک زبانی داد
رسیدہ است بعید ز مقدمش کشمیر   ز فیضِ مقدمِ تو از حیات یافت مُراد
چو جوے خشک تنے بود بے رواں کشمیر   ز فیضِ مقدمِ تو از حیات یافت مُراد
جہاں تنی است کہ کشمیر چشمِ اُو آمد   ولیک نور بآں چشم گردِ راہت باد
زعقل جستم تاریخ مقدمش گفتا   "دمید از اُفقِ مطلب آفتابِ مُراد" ۱۰۵۷ھ

تاریخ وُرودِ شاہزادہ مُراد[2]

ساکنانِ گُلشنِ کشمیر را از لُطفِ حق   طرفہ فیضی از سمائی آسماں نازل شدہ
یارب ایں مردم چہ تخمِ نیکوی افتادہ اند   کز برای ہریکی صد کامِ دل حاصل شدہ
سایۂ شہزادۂ والا گہر سُلطاں مُراد   ہمچو فیضِ ابرِ رحمت بر ہمہ شامل شدہ
ہرکجا گردِ رہِ شہزادہ شُد سایہ فگن   ہر سراب از فیضِ آں دریائی ساحل شدہ
با غبارِ موکبِ اُو فیضِ ابرِ نوبہار   راست ہمچوں سحر نزدِ معجزہ باطل شدہ
تا بہارِ مقدمِ اُو جلوہ گر شد در خزاں   رنگِ بیماری ز اوراقِ خزاں زائل شدہ
گرد راہ روشنی بخشا آں خورشید رفت   درمیانِ دیدہ و روزِ سیہ حائل شدہ
کعبۂ اقبال را چوں رکنِ چارم شد ازاں   چار حد را صیتِ عالم گیریش شامل شدہ
بر سحاب ار سایہ افگند ہمای دولتش   قطرۂ باراں بصلبِ ابر دریا دل شدہ
نزد رایش صد زباں شد مہر را خطِ شعاع   وانکہ از ہر یک بہ نقصِ خویشتن قایل شدہ

---

[1] ب : چشم ؛ ج : چشمی

[2] ایں قطعہ نسخۂ ا ندارد و از نسخۂ ب، ورق : ۸۶ ب نقل شدہ است۔

Marfat.com
Marfat.com

نگرد در راهِ مدیحش ایک از رفتار ماند | همچو نقشِ پا بیک گامش دوجا منزل شده
گرچه رازِ عالمِ بالا بر او پوشیده نیست | از کنارِ زیرِ دستان علمِ او غافل شده
دست در دامانِ اقبالش زده گردونِ پیر | گر ز نیرنگِ قضا کاری بر او مشکل شده
دستگیریِ هر که از بختِ جوانِ او ندید | چرخ عاجزتر ز پیرِ بی عصا در گل شده
"دیده باید سرمه از گردِ همایون موکبش" | بهرِ تاریخ قدومش ز آسمان نازل شده

تاریخ آمدن اعلحضرت شاهجهان باکبرآباد[1]

صد شکر که باز اکبرآباد | آمادهٔ صد هزار سود است
تا شاه جهان نشین تخت گه کرد | آرایشِ کشورِ وجود است
از مقدمِ شه چو شد سرافراز | از خلد بسوی او ورود[2] است
از شادیِ مقدمِ شهنشاه | برلب چو نفس رسد سرود است
سررشتهٔ عشرت و رگِ دل | نزدیکِ هم چو تار و پود است
۱۰۴۲ "باز آمد حق بمرکزِ خود" | تاریخِ سعادتِ ورود است

تعریف مرقع پادشاهی و تاریخ اتمام آن

بحرِ وقارش ار فگند سایه بر بحار | مانند سطرِ موج بیک جا کند مقام
شاهنشهی که پیرِ مرقع لباسِ چرخ | ذکرش دعای دولتِ او شد علی الدوام
۱۰۴۴ تاریخ شد "مرقعِ بی مثل و بی بدل" | چون این سوادِ گلشنِ فردوس شد تمام

در ایام تب لرزه گفته

ز آستین بیرون کنم گر پنجه افراخته | سیلیِ گرمی بروی شاخِ مرجان میکشم
نبض منشاریست ای دل اضطراب از بهر چیست | اره بر پای نهالِ درد آسان میکشم

---

[1] این قطعه نسخهٔ ا ندارد و از نسخهٔ ب، ورق: ۸۹ ب نقل شده است

[2] ا: تقا؛ ب، ج: تعف

Marfat.com
Marfat.com

بسترم از پهلوی من صفحهٔ مسطر زده است — داستانِ فربهی را خط نسیان میکشم
از تفِ[1] تب گر چو برقم کرده پُر سودی نکرد — من هم آخر انتقام خود ز دوران میکشم
چهره ام چون اخگر از تاب تبست افروخته — یار پندارد که بی اُو باده پنهان میکشم
من که چون ماهی مدامم زندگی از آب بود — آب میگویم کنون و آه از جان میکشم

خانه طلبیده[2]

قبلهٔ عالم شهنشاهِ جهان ظلِّ اله — طبع آگاهت براسرارِ جهان ناظر بود
ثانی صاحبقرانی زان که از نقاشِ صنع — بهترین کار است آن نقشی که در آخر بود
عرصه دارم اگرچه گفتنش در کار نیست — زان که میدانی که هر کس راچه در خاطر بود
قبله گاها! مدح سنج آستانِ حضرتم — طبعم از فیضِ ثنایت بر سخن قادر بود
خانه را کاشیانِ بلبلِ طبع منست — می خرد خسرو چنان خاطر برین[3] صابر بود
خسروِ وقتِ خودم از یمنِ مداحیِ شاه — خسرو چیله نباشد خسروِ شاعر بود

خانه طلبیده[4]

ای قبلهٔ زمانه و شاهِ جهان پناه — اقبال خاکِ پای ترا تاج سر کند
صاحبقرانِ ثانی کز حُسنِ عهدِ تو — سیمای پیری از رُخ پیران سفر کند
در شهر تا که لشکرِ شاهی در آمده — در جستجوی جا همه کس راه سر کند
گر کس بهای خانه دهد در کرایه اش — صاحب سرا مضایقه را بیشتر کند
در جستجوی خانه زبس دُور تر رویم[5] — لشکر به شهر اگرچه در آمد سفر کند
از کثرتِ سپاه که یارب زیاده باد — در هیچ کوچه باد[6] نیارد گزر کند

---

[1] ا: تفا؛ ب، ج: تف

[2] این قطعه نسخهٔ ا ندارد و از نسخهٔ ج از ورق: ۱۶۱ ب نقل شده است

[3] ب: برتن؛ ع: برین — [4] این قطعه نسخهٔ ا ندارد و از نسخهٔ ج از ورق: ۷۲ ب نقل شده است.

[5] ب: در تر رودیم؛ ع: دور تر رویم — [6] ب: یاد؛ ع: باد

Marfat.com
Marfat.com

هر خانه چون انار ز خانه نشین پر است   کوجا[1] که شخص پای ز دامن بدر کند
بعد از هزار سعی چو در شهر خانهٔ   آرم بدست هر که از آنجا گذر کند
نقش این چنین نشسته که چون مهره کشاد   مارا بضرب[2] و زور ازانجا بدر کند
از فکر خانه هست امیدم که بنده را   آسوده لطف پادشه بحر و بر کند

تعریف مُرقع پادشاهی

حُسن خطش بسکه کامل شد سپهر از کان صبح   بهر تذهیبش زر کامل عیار آورده است
سحر کاری قلم در گوشهٔ چشم بُتان   دلبری را همچو مژگان آشکار آورده است

بواسطهٔ جنگ فیل با شهزاده اورنگ زیب

شیر دل شهزادهٔ فطرت بلند اورنگ زیب   آب شمشیرش با آتش دعوی پیکار کرد
در هر اقلیمی که صیت جرأتش بخشود بار   کاروان شهرت رستم ازانجا بار کرد
پای تا سر مغزِ فطرت جوهر مردانگیست   تیغ را آمیزشش آن دست جوهر دار کرد
در حضور ثانی صاحبقران شاهِ جهان   جرأتش با فیل مست آهنگ گیرودار کرد
نیزه اش چون از سر آن فیل جوی خون کشاد   سیل گفتی سوی دشت آهنگ از کهسار کرد
رخش آن رستم دل از آسیبِ فیل از پا فتاد   جان فدائی شهسوار عرصهٔ پیکار کرد
چون سپرد آن بادپا را حق شناسیها بخاک   بر قدِ اُو را مطاف آهوی تاتار کرد
برق تا بر خاکِ اُو گرید گرفت از ابر اشک   باد بر سر خاک حسرت دور از و بسیار کرد
آسمان سنگ مزارش را[3] بشکل اسب ساخت   زان که از دل نقشِ اُو نتوان برون یکبار کرد

تاریخ ولادت شاهزاده والاگوهر سلطان مُراد بخش[4]

زسعی تربیت خورشید اقبال   برآورده ز کان پادشاهی

---

[1] ب: گویا؛ ج: کوجا

[2] ج: "و" ندارد

[3] و: "را" ندارد

[4] این قطعه نسخهٔ ۲ ندارد و از نسخهٔ ب از ورق: ۸۷ ب نقل شده است

Marfat.com
Marfat.com

سزای تاج گردون گوهری را | که نورش رفته از مه تا به ماهی
ز آبش آبروی هفت دریا | ز تابش اوفروغ صبحگاهی
نثارش تا ز دریا گوهر آرد | سحاب از برق قاصد کرده راهی
باین یکتا گهر بنگر که دارد | مجسم معنی از فیض الٰهی
بلوح جبهه اش کلک ید الله | نوشته آیت عالم پناهی
شدش سلطان مراد از آسمان نام | که بخشد هر مرادی را که خواهی
باقبال بلند[1] بے زوالش | دهد از ماه تا ماهی گواهی
بجای خویش باشد لطف و قهرش | چو در دیده سفیدی و سیاهی
خرد از بهر تاریخش رقم زد | "ز صبح چهره لامع نور شاهی"

بواسطه نقش کردن بر حاشیه کرسی پادشاهی گفته

با فروغ جبهه اش تخت شاهی میدهد | پرتوی کز صبح بر گردون همی گردد[2] پدید
گوهر از بخت[3] آخر به تخت شه نشست | زاده کان را ببین کارش باین چون کشید
رشک از بس برد بر تخت گرامی گوهرش | اشک حسرت کرد آخر چشم اختر را سفید

جهت نقش کردن بر تفنگ شاهی

تفنگ بے خطای شاه جهان | نقطه از روی حرف بردارد
راست رو موشگاف و صید افگن | در یک انگشت صد هنر دارد

تاریخ برگشتن لشکر از کابل گفته

ای شهنشاه هنرور پے در که عقل | از ره وصف تو حیران باز گشت
ثانی صاحب قران کز هیبتت | فتنه از سر حد امکان باز گشت

---

[1] ب: بلندی؛ ع: بلند
[2] ب: بحر؛ ج: بهر
[3] ا: بخت؛ ج: تخت
[4] هیگرد؛ ع: همیگردد

Marfat.com
Marfat.com

عدلت آمد در مقامِ بازخواست گردهای بد بدوران بازگشت
دشمنت در گوشهٔ از مملکت گرچه جمع آمد پریشان بازگشت
گر بادل تاخت آخر باخت او رزم جو آمد گریزان بازگشت
آرزوی سیرِ دریا کرد خس خورد چون سیلیِ طوفان بازگشت
بس که پیراهن به بدنامی درید از لباسِ فتحِ عریان بازگشت
آن که خود را میرِ مجلس می‌شمرد عاقبت از منعِ دربان بازگشت
غنچه از گلشنِ کابل نچید با دلی پُر خارِ حرمان بازگشت
دست و دلها شد فراخ از برگِ عیش تنگ چشمیهایِ ترکان بازگشت
از پیِ تاریخ عقلِ خُرده[1] دان چون به نیتهایِ ایشان بازگشت
رایتِ اقبالِ شاه انگند و گفت "دیو از ملکِ سلیمان بازگشت" ۱۰۳۹

در تعریف قصر گفته

ای بر صفایِ[2] تو آیینه برده رشک وی تشنه لب بخاکِ درت آبِ ماهتاب
محتاجِ عکسِ تست صفایِ جمالِ نهر بی سعیِ صیقل آینه را نیست آب و تاب
آسایشی که لازمِ آب و هوایِ تست از موجِ جویبار کند سلبِ اضطراب
ایوان بآب و تاب چو جایی ندیده است تا بهر چشم بینش واکرده از حباب
معنیِ دلکشایِ پندارِ صورتت مانند عکس ز آیینه[3] و نور ز آفتاب
کرد از هزار منزلِ دلکش زمانه‌ات از بهرِ تختگاهِ شهنشاهِ انتخاب
صاحب قرانِ ثانی شاهجهان که هست خاکِ رهش بدیده چو در کامِ تشنه آب
از بهرِ پاسبانیِ قصرِ جلالِ او شبها نرفت دیدهٔ انجم [illegible]
باشد فروغِ صبح ز نورِ ضمیرِ[4] او آری ز آفتاب [illegible] لمعه سراب

---

[1] ا : خورده دان ؛ ج : خرده دان

[2] ب : صفایت ؛ تصحیح قیاسی : صفایِ تو   [3] ب : زاینه ؛ تصحیح قیاسی : ز آینه

[4] ب : ابدی ؛ ج : ازلی

Marfat.com
Marfat.com

اجزائی حکمش از مددِ چرخ فارغست | بنود روان بز در کمان ناوکِ شهاب
کنجشک در حمایتِ حفظ وے آورد | خاری که آشیان کند از ناخنِ عقاب
الهام باد شمعِ سرائے ضمیرِ او | تا در سرای دهر چراغست ماهتاب

در تعریف سایبان گفته

زعرشش و فرش نشان تا بود شهنشاها | جبین بادشهان فرش آستانِ تو باد
عنایتِ ازلی راز ششش جهت بتو روست | سعادتِ ابدی[1] عاشقِ زمانِ تو باد
چو آیتی که نیابد نشان ازو پیری | همیشه در قدمِ بختِ کامرانِ تو باد
همیشه ابر که فیاضِ عالمِ خاک است | گدائی دستِ سخائی[2] گهرفشانِ تو باد
به بزمِ قدرِ تو طومارِ کهکشان در دست | سپهر از سرِ اخلاص مدح خوانِ تو باد
برائے خویش ظفر خوش کند اگر وطنی | بزیرِ چرخ همین خانهٔ کمانِ تو باد
زبدوِ صبحِ ازل تا به شامگاه آید | بقدرِ یک روز از عمرِ جاودانِ تو باد
مدام صورتِ الهام در جمیع امور | عیان[3] ز آئینهٔ طبعِ غیب دانِ تو باد
ظفر ملازم[4] تیغست بسانِ جوهر شد | سرِ عدو شررِ شعلهٔ سنانِ تو باد
همیشه بیشتر از آفتاب هردم صبح | زغیب شاهدِ توفیق میهمانِ تو باد
تو شمعِ مهر فروزی به بزمگاهِ وجود | فلک همیشه چو فانوسِ پاسبانِ تو باد
تو چشمِ عالمیانی همیشه چون مژگان | سپاهِ حفظِ الهی نگاهبانِ تو باد
خدا به هرکه دهد دولتی وسیله توئی | بزرگیِ دو جهان وقفِ خاندانِ تو باد
همیشه سرِ سخن این کتاب نه ورقی | حدیثِ رفعتِ اقبال کامرانِ تو باد
اگر[5] بدیدهٔ قیصر صبا کشاید بار | گزیده تحفهٔ او خاکِ آستانِ تو باد
ز سمع ارفعِ افلاک تا بگوشِ صدف | وظیفه خوار ز لفظِ گهرفشانِ تو باد

---

[1] ب: ابدی؛ ج: ازلی
[2] ب: بجای؛ ج: سخای
[3] ب: عنان؛ ج: عیان
[4] ب: ملایم؛ ج: ملازم
[5] این بیت از نسخهٔ ج حاصل شده است.

Marfat.com
Marfat.com

نشان زسایهٔ خورشید تا بعالم هست | همای دولتِ جاوید سایبانِ تو باد

تاریخ فوت حکیم مسیح الزمانؒ

ندا تم تاکی از فوتِ عزیزان | مرا خواهد ز دل تاب و توان رفت
نهادم پنبه های داغ در گوش | شنیدنؒ تا بکی این رفت و آن رفت
نهایت این قدر راهِ فنا امن | که بتوان بی رفیق و کاروان رفت
وبالِ آدمی باشد کمالش | که هر کس گشت کامل از جهان رفت
مسیحای زمان تا رفت اشکم | ز دل تا دامن آخر زمان رفت
اجل از کردهٔ خود شد پشیمان | ولی وقتی که تیرش از کمان رفت
بعرضِ حال ازین بس آه بیمار | که مغزش از تف تب زاستخوان رفت
سوی عیسٰی بگردون بایدش شد | مسیح عهد چون زین خاکدان رفت
ز دل تاریخ فوتش خواستم گفت | "طبیب دردِ دلها از میان رفت" ۱۰۶۰ھ

مثنویات

در تعریف اکبرآباد و باغ جهان آراؒ

بهر سر منزل از آب و طراوت | همه پُر برگ و پُر چوبِ عمارت
بجوں اندر مهیا مرغ و ماهی | کشیده خوانِ نعمای الٰهی
کدو بر خویش چنخ از مهر و مه بست | مگر بگذشتن از جونش ...
زکشتیهای گردون سیر پُرکار | بناها بر سر آبست بسیار
ز بوی خویش چندان میشود مست | که افتد هر دمش پیمانه از دست

لہ ب، سایهٔ خورشید؛ ج سایهٔ خورشید   سہ این قطعه نسخهٔ ا ندارد و از نسخهٔ ب، ورق ۹۱ الف نقل شده است

ٹہ ع، شنیدن؛ در نسخهٔ میوزیم: شنیدم

Marfat.com
Marfat.com

بخوبی سوسنش برکردہ آں رنگ   کہ برداشت از دلِ تیغ خودش زنگ

مثنوی در قحط دکن گفتہ

ز فرقِ دولتش انوار تائید[1]   فروزاں ہمچو نور از تاجِ خورشید
بدستش خاتمِ فرماں روائے   چو اختر بر فلک باشد جُدائے
سحاب از برق اگر صد سیخ می خورد   دمِ آبی بکشتِ کس نمی برد
دکن سرتاسر از حکمِ تقدیر   ز قحطی خلقش از جاں می شدی سیر
چناں شد عام رسمِ بے نوائے   کہ کس را نیست عاری از گدائے
چو شکل نان ز قرص ماہ پیدا است   ز تاثیرِ نظر بر آسماں کاست
نظر ریوں قرصِ مہ را کرد تاراج   بنانِ شب فلک ہم گشت محتاج
دہن ز انسان ز خوردن بے خبر بود   کہ گفتی اُو صدف دنداں گہر بود
ز بے برگی دہن ہا رفتہ از کار   ز جنبش باز ماندہ ہمچو سوفار
اگر از خانۂ برخواستی دُور   بسانِ کعبہ در شہری نشان بود
بعزت خواب را در دیدہ جا بود   باین نسبت کہ با مرگ آشنا بود
چو بر مردہ گریستی شخصِ غم ناک   فتادی پیشتر از اشک بر خاک
بسانِ شیشۂ ساعت دو دنیا   پُر و خالی شد از احیا و موتا

بواسطۂ نقش کردن بر حاشیہ جلد صدف کاری

گر از عرش آید کتابے فرود   تو اند نشستن بہ پہلوئے اُو
مگو جلد بُستانِ پُر یاسمین   چو رخسارۂ دلبرانِ دل نشین
ازین[2] جلد تا تکیہ گہ کردہ است   صدف آب گوہر بر آوردہ است

بواسطۂ نقش کردن بر حاشیۂ سراپردۂ پادشاہی

— ز صنعت گرِ اُو ہنر کامیاب   بہ دستیِ خیمہ دوزِ حباب =

---

[1] ا، پائید؛ ب، ج: تائید   [2] ا: ازین؛ ج: درین

Marfat.com
Marfat.com

زگلهائے تصویر دیبائے او | معطر شود خاک درپائے او

کتابہ دولت خانہ لاہور

عجب نبود اگر عرش اشتباہے | محل جلوۂ ظلِ الٰہیے
سر صاحب شکوہان گرچہ دریاست | بپائے[1] قصرشہ از درسینہاست

در تعریف کشمیر بہشت نظیر

بباید نیزہ بالا سبزہ راکند | کہ خاکی را بپایے آب مانند
فتادہ عکس گلہایش بدریا | کند نظارگیِ عیش دوبالا
زبس طولِ خیاباں نہر ناجار | زرہ ترسم کہ برگردد چو طومار
تنِ تنہا دراں میداں بکوشد | کہ خورشید از بہ بندچشم پوشد

در تعریف فتح ملک ججہار سنگھ بندیلہ

اگر تیغِ جہادش آبدار است | نمش از جویبارِ ذوالفقار است
برفتہ دامنِ داموُنی[2] از دست | نہ چوراگرد کنونش چارہ گر ہست
رعیت سرکشی از دست دادہ | زر از صد دہ ستاند یک پیادہ
فزونی جمع پردہ ہاش بستہ | بشان[3] از[4] شہر بالاتر[5] نشستہ
بہ پیشِ تامتش دہقان نست دربند | ببالایش دلے بستہ بہر بند
سمن ساگر محیطِ پُر تلاطم | بحار سبعہ راگر دیدہ ہشتم

---

[1] ا: بپائے؛ ب: بہ پیش
[2] ب: داموبی؛ ج: دامونی
[3] ا. بشان؛ ب: بسان
[4] ا: از؛ ع: در
[5] ا: بالابر؛ ع: بالاتر

Marfat.com
Marfat.com

کتابهٔ عمارت شاهجهان آباد دهلی[1]

زهی قصر والای گردون اساس / زمین گشته[2] از سایه‌ات[3] روشناس
تجلی چنان داده[4] پیرایه اشت[5] / که شد خاک آیینه از سایه اشت[6]
بلندی ز تو عالم خاک را / ز تو زیور و زیب افلاک را
زمینی[7] از تو شد با سپهر آشنا / وگرنه کجا بود آن، این کجا
زمین از تو شد در جهان معتبر / پدر کو[8] شود نامدار از پسر
توی از همه بیتها منتخب / چو مضمون برجستهٔ گردون نسب
گرفته اساست به تحت الثری / ز قارون همه گنجها رونما
تو سروی و مرغ نگه فاخته / ز آب طراوت قد افراخته
گلت را چو[9] بگرفت بنا در آب / نماند[10] آب در چشمهٔ آفتاب
ازان آب خاکت جهان تاب شد / که از دیدنت دیده پر آب شد
غم از دیدنت[11] رفته از دل بدر / ز آب گلستان تو پیشتر
تماشای این خجسته مقام / برد رشک بر چشم احول مدام
ز میخانهٔ لیک صاحب نظر / نرفته ز پای خود این جا بدر
خدایت چنان دلبری داده است / که سایه ز تو دور افتاده است
بشد از تو دوری گزین نیم کام / نه[12] هنگام صبح و نه نزدیک شام
اساس تو روزی که قد بر فراشت / زمین شیوهٔ خاکساری گذاشت

---

[1] نسخهٔ ا این مثنوی ندارد و از نسخهٔ ب، ورق: ۱۳۶ ب نقل شده   [2] ب: گشت؛ ج: گشته
[3] ب: سایه اش؛ ج: سایه ات   [4] ب: داد؛ ج: داده
[5] ب: پرایه است، پرایات   [6] ب: سایه است؛ ج: سایه ات
[7] ب: این بیت ندارد و از نسخهٔ ج نقل شده   [8] ب: که؛ ج: کو
[9] ب: چو بگرفته، ج: چو گرفت بنا   [10] ب: بماند؛ ج: نماند
[11] ب: دیدتت؛ ج: دیدنت   [12] ب: ز؛ ج: نه

Marfat.com
Marfat.com

هماں دم کہ طرح تو بستا کشید — فرح رخت خود را بآنجا کشید
فرح[1] ہر کجا ہست جویای تست — رخ او[2] بمحراب در ہای تست
نرفتست از آستانت نشاط — چو صورت کہ شد بافند[3] اندر بساط
بہ آرایش باغش آرد بہار — اگر خیزد از آستانت غبار
بہر خانہ و شہر عیش و سرور — چناں یافت جا چشم بد باد دور
چناں دامن دلکشی سوئے خویش — کہ باد از فضایت[4] نرفتست بیش
نگہ را فروغت دہد آں صفا — کہ چوں بازگردد سوی دیدہا
از و دید خورشید تاباں شود — خطوط شعاعش مژگاں شود
فروغت دہد گر بآئینہ تاب — برد دست از پنجۂ آفتاب
ترا دلکشائی بجائے رسید — کہ قفل از درت وا شود بے کلید
چناں[5] دلنشینی کہ نقش چنین — نرفت از درت ہمچو نقش نگین
بلند از تو شد نام دہلی بدہر — ز طرح تو از نازکی یافت بہر
بر آں کہنگی تازہ شد آں چناں — کہ گل داد نخلش بفصل خزاں
صفا بر دری آں چناں کز برون — شمرون تواں مردم اندرون
نہان تو پیداست از آب و تاب — صفا گشتہ غماز تو چوں حباب
ز رشک تو اے زینت روزگار — چناں شد دل آئینہ پر غبار
کہ تا عکس انجا قدم می نہد — ز بس گرد[6] دیدہ بہم می نہد
ز[7] آبے کہ در طینت فیض تست — بہ گلہائے تصویر شبنم نشست
بود در ہوا داریت ناصبور — دوام بقا و ثباتش ...
بروی تو بیند فلک ہر سحر — کہ گیرد دگر رہ جوانی ز سر
زہی دلنشینی نظر باز تو — کشایش اسیر در باز تو

---

۱ ب: رخ او ...... الخ مصرعۂ اولیٰ و فرح ہر کجا ...... الخ مصرعۂ ثانی؛ ج: مطابق متن ہذا
۲ ب: "او" ندارد؛ ج: او
۳ ب: "بافند اندر بساط" واز نسخۂ ج نقل شدہ
۴ ب: قضایت؛ ج: فضایت
۵ ب: چنین؛ ج: چناں
۶ ب: گرد در دیدہ ہم؛ ج: گرد دیدہ بہم
۷ ب: ز؛ ج: ز

Marfat.com
Marfat.com

تر و تازگی خانه زادِ تو اند | صفا دهِ هوا و دل نهادِ تو اند
شُد این چار در چار ارکانِ تو | مجا در تر از نقشِ ایوانِ تو
خمِ طاقت[1] آن ابروی دلکش است | مگر آن ماهِ نو نعل در آتش است
ز طاقت[2] بلندی همت قصیر | برش طاقِ کسری خم پشت پیر
بدستِ فلک طاق آمد کمان | کمانی که باشد زهش[3] کهکشان
پیِ دیده خویشتن روزگار | غبار از درت جسته یکسرمه وار
درت بر رُخ خلق تا باز شد | ز نقشِ جبین سینه باز شد
درت باد[4] از جبهه خاص و عام | چو گردون ز اختر منقش مدام
درین آستان بوسه گر یافت بار | فرامش کند عقیق لب های یار
درین آستانِ سلاطین پناه | دهد هر کرا بخت و اقبال راه
بجای قدم بر زمین سر نهد | سرش منتِ آن گه بر افسر نهد
ز[5] طرحِ بنای متینت اگر | شود صفحه کاغذی بهره ور
توان بست از آن بر رهِ سیل بند | چنین کز متانت شدی بهره مند
فزود از متانت چنان لنگرت | که کوه از صدا شد سبک تر برت
بجنبِ وقارت ز بی لنگری | غباری بود سدِ اسکندری
چو دیوارت آئینه وش دیده است | نفس را بجز صبح دُز دیده است
سرای شهنشاهی و این ادب | ز روشندلان با تو بنود عجب
سرای شهنشاه عادل توئی | از آن پادشاهِ منازل توئی
خدا داده چون بختِ شاهی ترا | بود کرسیت تختِ شاهی ترا
شُد از نسبتِ شاهِ مالک رقاب | ز افلاک رفعت پناهت خطاب
شهنشاهِ آفاق شاهِ جهان | بتائید ثانی صاحب قران

---

1. ب: خم طاق ابروی آن؛ ج: خم طاقت آن ابروی 2. ب: طاق؛ ج: طاقت
3. ب: رهش؛ ج: زهش 4. ب: یاد؛ ج: باد
5. ب: این دو سیزده بیت ما بعد ندارد و از نسخهٔ ج نقل شده ورق ۱۸۷ الف

Marfat.com
Marfat.com

بدرگاهِ قصرِ جلالش سحاب[1] — ببالد به سقا شود گر حباب
ز فرقِ شکوهِ سلیمانیش — کند فخر خاقان به دربانیش
فراخور بقدرش نهی گر بنا — برون رفت باید ز تحت السما
فرازد چو قصرِ فراخور بشاں — شود عالمِ خاک[2] یک خشتِ آں
نشینند چو شاهنشهِ بے همال — بدولت در ایوانِ جاه و جلال
ز پاسِ ادب خشت در آں بنا — کند از مربع نشستن ابا
ستون راست[3] گوئی ز حلمش نظر — کہ چوں سقف برداشت بار[4] بسر
ز فیضِ نظر شد چناں کامگار — کہ با سرفرازی بود برد بار
نهد حفظِ او گر بنائے بر آب — شود ساختہ زود[5] تر از حباب
بملک کہ حفظ ویش داشت پاس — بود خانہ هیچوں کماں بے اساس
ز خاکِ درش سرمۂ دیده[6] دید — کہ می بیند آں را کہ باید شنید
قسم خورده دولت بخاکِ رهش — کہ سر بر نمی دارم از درگهش
چہ درگہ پناهِ بلند اختران — کہ خاکش بود افسرِ سروران
بدرگاهِ جاهش کہ آورد رو — کہ شبنم از کنارش نشد کامِ او
چو یابد سراز آستانش مکاں — شود جبهہ اش خطِ لوحِ اماں
کند سیل گر خانہ را خراب — زند آتشِ برق را در سحاب
کہ از زنگہا شاهِ روشن نهاد — ز رافت نظر افگند بر سواد
سیاہی دهد زینت و اعتبار — بہ هر خانہ چوں خانۂ چشمِ یار
اشارت نماید اگر سرمہ را — کہ بر عکس طبعش کند آشنا
خلافِ طبیعت شود زو پدید — کند خانۂ چشم اعمی سپید

---

[1] ج: پیالا شود گر بسقا؛ ع: مطابق متن ہذا
[2] ب: ایں و بیت ما بعد ندارد؛ دار نسخۂ ج نقل شده
[3] ب: است؛ ج: راست
[4] ب: بازی؛ ج: باری
[5] ب: رودبر؛ ج: زودتر
[6] ب: دید؛ ج: دیده
[7] ب: وزاں؛ ج: ازاں

Marfat.com
Marfat.com

بہ تعمیرِ دل کردہ ز انساں شتاب — کہ سیلاب ویرانہ سازد خراب
شہنشاہ از خاطرِ مستغیر — بنوعی است از حالِ دلہا خبیر
کہ می بیند از شعلۂ شمعِ ہوش — کہ ہر روز از زنِ چشم[1] و گوش
بدل چند دارد شدہ میہمان — ازان[2] خانہ کی گشتہ مہماں رواں
نہد خانہ بر باد حفظش بنا — بدانساں کہ زین[3] ست برباد پا
نیابی زیک کعبہ دل نشاں — گر احسانش بنود لباسی براں
نیابی زیک خانۂ دل سراغ[4] — کہ از نورِ مہرش ندارد چراغ[5]
بعہدش[6] کہ سوراخِ موری شگافت — کز احسانِ اُو خرمن آنجا نیافت
ولی نعمتِ عالم احسانِ اُوست — ز خورشید تا ذرہ برخوانِ اُوست
سرائے جہاں چیست مہماں کدہ — کہ جودش[7] درو میزباں آمدہ
بود تا کہ روئی نیشازِ[8] اُمم — سُوئے خانۂ کعبہ محترم
چو کعبہ شہنشاہِ صاحب قران — ز ہر نا ملایم بود در امان
سوئے درگہش روئے امید باد — رسا فیضِ عامش چو خورشید باد

کتابہ دولت خانہ سہرند[9] و تاریخ آن

زہے عرش بنیاد، دولت اساس — چو خورشید در آسماں روشناس
گُلِ وصفِ تو تا بگیرد در آب — رود فکر تا چشمہ سارِ سحاب

---

[1] ب: دید ؛ ج: دیدہ — [2] ب: وزان ؛ ج: ازان
[3] ب: زینت بر باد ما ؛ ج: زنیست برباد پا — [4] ب: چراغ ؛ ج: سراغ
[5] ب: چراغ ندارد و از نسخۂ ج نقل شدہ — [6] ب: بعہدے ؛ ج: بعہدش
[7] ب: کہ ؛ ج: و — [8] ب: بناز ؛ ج: نیاز
[9] ایں مثنوی نسخۂ الف ندارد و از نسخۂ ب، ورق ۱۳۹ ب نقل شدہ

اس مثنوی و مابعد کی مثنوی کا عنوان "کتابۂ دولت خانہ کشمیر" درج تھا جو صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ مثنویاں، سہرند میں تعمیر ہونے والے محل مقدس، خوابگاہ والا کی تعریف میں لکھی گئی ہیں، جن کا حوالہ بابِ اول میں دیا جا چکا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

ز توصیفت[1] اندیشه رفعت گزین — سرِ فکر کرسی زانو نشین،
ز دیوار تا رازِ پنهان نمود — مگر خاکت[2] آئینه سوده بود
تماشایت ای[3] بینش افروزِ چشم — بهارِ نگاه است و[4] نور زچشم
ز تو گلشنِ رنگ و بو خرم است — برای نگاه هست دو دیده کم است
برد[5] آب آئینه را روزگار — که از آستانِ تو شوید غبار
نظر گر ز نظاره ات مانده دور — بغربت فتاده است در روی خور[6]
صفایت بر افلاک پرتوفشان — ز روی تو روشن سوادِ جهان
ترا تاب[7] خورشید با آب[8] صبح — یکحت را فروغِ سفید آب صبح
زمین دلربائی ندارد چو تو — فلک آشنائی ندارد چو تو
در آئینه عکست اگر جا کند — ز دیدار خوبان تبرا کند
گرانست بار تماشا ترا — چه نازک برآورده بنا ترا
گرفتی جهان را چه بالا و پست — ترا دارد ایام از هر چه هست
زمین از تو بر جای خویش ایستاد — جهان را وفلک را عماد
چو اربابِ عرفان بقیدِ مکان — بسر برده و سیر در آسمان
به قارون بیت گرچه همسایه شد — ز وصفت[9] سخن آسمان پایه[10] شد
لبِ بامِ تو تنگ در ز[11] جلال — بهم یافت[12] چون دو لب[13] اتصال
چه خوش کردی آغوشِ افلاک را — بیت داد دل عالمِ خاک را

---

[1] ب: توصیف ؛ ج: توصیفت
[2] ب: خاک ؛ ج: خاکت
[3] ب: "ای" ندارد ؛ ج: دارد
[4] ب: "و" ندارد ؛ ج: و
[5] ب: مصرعهٔ ندارد
[6] ب: صور ؛ ج: نور
[7] ب: آب ؛ ج: تاب
[8] ب: تاب ؛ ج: آب
[9] ب: وصف ؛ ج: وصفت
[10] ب: پایه ؛ ج: مایه
[11] ب: چون ؛ ج: ز
[12] ب: ماه ؛ ج: یافت
[13] ب: دولب ؛ ج: دولت

Marfat.com
Marfat.com

عجب نیست گر سرکش افتادهٔ — فلک رتبه گر زمیں زادهٔ
به از یک دگر جمله اجزاے تو — تناسب اسیر[1] سراپاے تو
رواقت[2] اگر خواهد از شیشه زیب[3] — ز عشاقِ بستاں دلِ ناشکیب
فلک را همیں ساز و پیرایهٔ — زمیں از تو دارد همیں سایهٔ
زمیں فرش راه تمناے تو — فلک یک سر و پُر ز سودای تو
ز نظاره‌ات چوں شود کامیاب — نگه خانهٔ دیده را باشد آب
توی[4] گلبن وخشت برگِ گلست — بر آب طراوت[5] ز طاقِ گلست
طراوت چناں داد پیرایه‌ات — که ابر آب بردارد از سایه‌ات
چو از دیدنت پیر گردد جوان — بطاقت چرا مانده از خم نشاں
چو بتا[6] ز خوبیت نازد بخویش — کند پنجهٔ خویش از بوسه ریش
صفایت که آئینه را داد تاب — به گُلهاے تصویر داد است آب
به کلکِ[7] تو چوں نقشِ[8] تصویر رفت — ز رنگ از گلستانِ کشمیر رفت
به کان شفق رنگِ دیگر نماند — طلا در صدف هاے اختر نماند
هُنرمند نقاشِ مانی قلم — نکرده صُور بے معانی رقم
چو بر صفحهٔ رو کشد دیده را — نماید[9] نگه‌هاے دزدیده را
ز بس برده در کار دقت بکار[10] — گلی را کشید[11] است در یک بهار
درآید چو از روزنت آفتاب — نهد بر گلت نقطهٔ انتخاب
کشید است نقاشِ نازک ادا — کشاده دل و[12] تنگیِ دستها

---

[1] ب: امیر؛ ج: اسیر

[2] ب: ایں مصرعه ندارد و از نسخهٔ ج نقل شده

[3] ب: ایں بیت ندارد و از نسخهٔ ج نقل شده

[4] ب: توی گلبن و برگ وخشت؛ ج: توی گلبن وخشت برگ

[5] ب: طاقت ......؛ ج: ز طاقِ گلست

[6] ب: چو نیاز؛ ج: چو بتا ز

[7] ب: کلک؛ ج: بنقش

[8] ب: نقش؛ ج: کلک

[9] ب: نماند؛ ج: نماید

[10] ب: نگار؛ ج: بکار

[11] ج: کشیده؛ ب: مطابق متن ما

[12] ب: "و" ندارد

Marfat.com
Marfat.com

کند نقش گلزار جزو آشکار ❊ کند گر گلی می نماید بهار

فلک ماندهٔ[1] ویک صدف لاجورد ❊ همه رنگ ها را نثارِ تو کرد

برنگ ارچه طاؤس افسانه است ❊ صدف وار نقاشِ این خانه است

پُر[2] آوازهٔ خوبیت روم و چین ❊ سرائے شهنشاه باید چنین

شه کشور عدلِ شاهِ جهان ❊ جهان بخش ثانی صاحب قران

شه آسمان قدر، خورشید چهر ❊ منور از و خانهٔ چشم مهر

چو نظارهٔ عارضِ او کند ❊ باسکندر آئینه یک رو کند

به بزمی که شاه است مجلس فروز ❊ فلک از ثوابت نهد عود سوز

می بزم رانیست رنگِ صفت ❊ صراحیست دُلهای پُر معرفت

گلِ شمع بزمش بهار سپهر ❊ ز دُودِ بخورش فلک سبز[3] چهر

چنان خیزد از عود عنبر دخان ❊ که اختر بود نافهٔ[4] در آسمان

فتاد است درپائے قدرش[5] هلال ❊ رکاب از ازل آمده پایمال

سرایش فلک را سعادت فزا ❊ بُنه آشیان کرد جایک[6] هما

اگر مور یاد[7] آرد از محفلش ❊ شود بارگاهِ سلیمان دلش

بنام ضمیرش تهی[8] گر بنا ❊ شود خاک آن جمله اسب و هوا

که از راحتِ عهدش[9] افسانه خواند ❊ که درخواب خوش چشم رهزن نماند

نگردد اگر در دعایش بلند ❊ شود دست در آستین کوچه بند

خود از پاسِ او آب عهد شاه ❊ ز روزن بنزی[10] نکرده نگاه

تمیزش نخواهد ازان بحر آب ❊ که باشد صدف زیر دستِ حباب

---

۱ ب: ماند؛ ج: مانده و

۲ ب: بر؛ ج: پُر

۳ ب: سیر؛ ج: سبز

۴ ب: ناقه؛ ج: نافه

۵ ب: قدر؛ ج: قدرش

۶ ب: چابک؛ ج: جایک

۷ ب: پادارد؛ ج: یاد آرد

۸ ب: تهی؛ ج: نهی

۹ ب: مدتش؛ ج: عهدش

۱۰ ب: بنزی نکردد؛ غ: بنزی نکرده

Marfat.com
Marfat.com

گلِ خلقِ اُو چوں نماید ز دُور　　کشد پردہ دامن بعیبِ بخور
نگارد قلم گر ز خلقش سخن　　شود نقطۂ نافۂ غزالِ ختن[1]
علو کفش علویان را مدد　　سرِ چرخ را اخترِ اُو خرد
چو گر دید دولت سرایش[2] بنا　　بتاریخ اُو رفت فکرِ تقضا
رقم دید آخر بلوحِ ازل　　"سرائے شہنشاہ والا محل" ۱۰۴۸ھ

کتابۂ دولت خانۂ سہرند و تاریخ آن[3]

دیدۂ نظّارہ وقفِ حیرت است　　زیں بنا کار آمگاہِ[4] دولت است
ہست کشمیر از صفا جنت سرشت　　باشد ایں دلکش بنا قصرِ بہشت
اے[5] گلِ خاکت بہار رنگ و بو　　خشتت[6] از خوش طینتی آئینہ رو
تا ز دیوارِ تو نگرفت آب و رنگ　　صبح را آئینہ بر نامد ز زنگ
تا شدہ دیوار تو افراشتہ　　آئینہ در[7] روی بنا داشتہ
پردۂ کج گر برخسارت کشید　　کرد در آئینہ روی خود سفید
باشد از تر دستیِ بنائی تو　　سایہ چوں ابر سیہ در پائی تو
روی دیوارت ز موجِ آبرو　　نقش بر آب است نقاشی بر اُو
پیش نقاشِ تو ای نقشِ بہار　　نامیہ رنگ آورد از لالہ زار
کار نقاشانت از بس دلبر است　　بید را بار صنوبر در بر است
دل بگلہائے سقفت جابجا　　نقشِ طاؤس است بربالِ ہما
تا بہ نقشت خانۂ تصویر رفت　　آب و رنگِ[8] گلشنِ کشمیر رفت
خانہ از نقاشِ تا گلشن نشد　　معنیِ بستان سرا روشن نشد[9]
ای وجودت در جہانِ رنگ و بو　　بر ہمہ بالانشینِ آب رو

---

[1] ب: سخن؛ ج: ختن
[2] ب: سرایت؛ ج: سرایش
[3] ایں مثنوی نیز از نسخۂ ب نقل شدہ است: ورق ۱۴۱ الف ب
[4] ب: راکام گاہ؛ ج: کار امگاہ
[5] ب: ایں؛ ج: اسے
[6] ب: خشت؛ ج: خشتت
[7] ب: بر؛ ج: در
[8] ب: رنگ و گلشن؛ ج: رنگِ گلشن
[9] ب: شد؛ ج: نشد

Marfat.com
Marfat.com

ای بصورت شاهدِ باغِ جناں ‌ ‌ نهر در نوراست چوں در تن تواں
عکسِ موجِ دهر بر دیوار و در ‌ ‌ همچو ماهی کافتد از دریا بدر
اندریں دارالسرورِ دل پذیر ‌ ‌ عالمِ آبیست هر سو گوشه گیر
خانهایست در صفا همتای چشم ‌ ‌ رو بروی همچو منظرهاے چشم
پایه است[۱] در غور چوں فکرِ حکیم ‌ ‌ سقفت از رفعت بودِ دستِ کریم
دلکشایی آلتی در شانِ تو ‌ ‌ عشرتِ عالم بود مهمانِ تو
می رود رضواں ازیں دلکش بنا ‌ ‌ تا به گلزارِ جناں رو بر قفا
بسکه دیوارست بود آئینه رو ‌ ‌ روی دولت می تواں دیدن درو
تا ترا آبِ صفا آراست چهر ‌ ‌ صبح را ناشسته[۲] رو خواند سپهر
پیشِ نقاشِ تو از بهرِ شرف ‌ ‌ لالهٔ گلزارِ جنت شد صدف
اے بهارے رونمای هر گلت ‌ ‌ روحِ مانی عندلیبِ هر گلت
بسکه گلهایت بهم انگند رنگ[۳] ‌ ‌ یک گلت آراسته از چند رنگ
رفعتت گوید بآوازِ بلند ‌ ‌ کز کدایں سرفرازم بهره[۴] مند
قامتت را هرکه دید افراخته ‌ ‌ گوید ایں را سرفرازی ساخته
ز ارتفاعِ شانِ خانِ نکته داں ‌ ‌ پایهٔ قدرت به فرقِ فرقداں
محفلِ اقبال را مسند نشیں ‌ ‌ بندهٔ شاهِ جهاں باید چنیں،
آبروی گلشنِ کون و مکاں ‌ ‌ ثانیٔ صاحب قراں شاهِ جهاں
راے او با شمع گر یاری کند ‌ ‌ خانه را از دود گچ کاری کند
گر به تعمیرِ جهاں آرد شتاب ‌ ‌ خانها بستا نخواهد چوں حباب
حفظِ او بر موم اگر خواند فسوں ‌ ‌ شمع را در خانها ساز[illegible]ں
نیست در عالم بجز[۵] او شاه کس ‌ ‌ خانهٔ یک شمع را فانوس بس

---

۱ ب: پایهات؛ ج: پایهٔ
۲ ب: ناسانه رو خواهد؛ ج: ناشسته رو خواند
۳ ب: چنگ؛ ج: رنگ
۴ ب: سربلند؛ ج: بهره مند
۵ ب: بجز اوشاد؛ ج: بجز او شاه

Marfat.com
Marfat.com

کس نیاید در جهان آب و گل — زو بهاری همچو خلقش معتدل
بهر اقبالش اگر سوزی سپند — دود آن بر چرخ اندازد کمند
روی او شمع سرای کائنات — خانه زاد خاطرش آب حیات
چون تمامی یافت این رشک بهار — گوهر تاریخ ها کردم نثار
لیک تاریخی که لایق شهر تست — "قصر اقبال و محل دولت است" ۱۰۴۸

غزلیات

ردیف الف

جز حرف عشق نیست سراسر بیان ما — چون شمع یک سخن گذرد بر زبان ما
گرمی درین چمن ز بهار و خزان ندید — نگرفت آتشی بخس آشیان ما
آرام را ز قافلهٔ اشک برده اند — یک جا نشد مقام کند کاروان ما
شکلی که چشم دهر تواند که بنگرد — رنگ شکسته نیز بروی خزان ما
از بار عشق اگرچه دوتائیم یک دلیم — از راستی دو خانه ندارد کمان ما
از شوق ناوکت همه تن آب می شویم — پیکان چسان بماند در استخوان ما
چون جنبش نسیم تغافل وزد[1] کلیم — مانند موج می رود از کف عنان ما

* * *

در نیل کشند ار نبود دسترس خون — عشاق تو بی رنگ نپوشند کفن را

* * *

نماز بی وضوی زاهدان اجر[2] دگر دارد — وضو آبی بود کالای این طاعت فروشان را
بکویش چون رسی ای اشک از هم خانه یاد کن — بیاد آستان او دهی جاروب مژگان را

---

[1] ا، ب: شود؛ ج: وزد
[2] ا: اجر؛ ب: اجری

Marfat.com
Marfat.com

علایق لازم این نشأ باشد[1] بلکه زینت هم — که بی زنجیر نبود رونقی زندانِ شاهان را

* * *

ای برو دوشِ تو آفتِ دل و دین را — آن نه کمر مور خرمنیست سرین را
کامِ دلم نیست جز گزیدنِ آن لب — گرچه به دنداں کسی نه کنده نگین را
یک شبکی هم چراغ خلوتِ ما شو — چند تواں شمع بود خانۂ زین را
ناصح ازاں غمزہ زخم تازہ ندارد — قدر چه داند تبسمِ نمکین را
کیست که مائل بخال کنج لبت نیست — هر که بود راغبست گوشه نشین را
هر که فرو تن مسلمست ز آفت — نقش سفید است و روسیاه نگین را
صندلِ هندو بتان ز خونِ کلیم ست — زین[2] شفق آراستند صبحِ جبین را

* * *

شمشیر آزمودن بر مرده از تو خوش نیست — ضایع به صیدِ اغیار مپسند نازِ خود را
چوں شیشۂ شکسته در شانِ طاقتم نیست — آن قدرتی که پوشم یک لحظه رازِ خود را

* * *

با همه ناقابلی داریم رنگی از قبول — باشد از باراں نشانی گوهرِ بی آب را

* * *

خورده راگل خونِج گرد نوبتِ پیراهنست — بسکه می سوزد سپند آن روی آتشناک را

* * *

ارباب معانی داده ایزد — درین دنیا وصالِ حورِ عین را

* * *

عیبِ عریانی مارا حق چو پوشد از کفن — بر نمی دارد زکارِ ما بحشر ... ده را

* * *

هیچ دردی نیست کو را چاره همراه نیست — بر سر آتش نشاندیست خارِ پا مرا

* * *

---

[1] ا : آمد ؛ ب : باشد

[2] ا : خرج ؛ ج : چستر

Marfat.com
Marfat.com

وحشی طبیعتی را آخر بسر نبردیم　　　باعزلت آشنا شد طبعِ رمیدهٔ ما

٭ ٭ ٭

نیست دریں کارگہ غیر نخِ آہِ من　　　رشتہ کہ قیمت دہد گوهرِ مقصود را

٭ ٭ ٭

زپیری وکہن سالے نشد کم قوتِ بادہ　　　ہماں یک جرعہ اش از دل برُد غمہاے عالم را

٭ ٭ ٭

بُردہ[1] را پنہاں کند دُزد، و دلیراں می برند　　　برسرِ بازارِ معنی شہرتِ دزدیدہ را

٭ ٭ ٭

بدستِ دہریم آں تیغ آزمودہ کہ ہست　　　زنگِ طالع بدپیچ وتابِ جوہرِ ما

٭ ٭ ٭

شدم گر در جوانی پیر شادم کز سرِ حسرت　　　نخواہم یاد کردن رونقِ عیشِ جوانی را

٭ ٭ ٭

اشتیاقِ آں گل رو سازدش چوں بیقرار　　　آورد تا آں سرکو خارخارِ آئینہ را

ردیف ب

بستہ ست بر میانِ کمر بندگی زموج　　　بس بر درِ خدیوِ جہاں ایستادہ آب

ردیف ت

ہمہ ہندو صنماں وردِ زباں شان رامست　　　کہ رمیدن روشِ آہوی ایں صحرا نیست

٭ ٭ ٭

زبسکہ چینِ جبین در دیارِ ما عامست　　　کشادہ روئی آئینہ جائے حیرانست

٭ ٭ ٭

جائے کہ حسنائے عیش بستہ اند　　　جز خانۂ دلکشائی زیں نیست

٭ ٭ ٭

[1] ا: بردہ؛ ج: پردہ

Marfat.com
Marfat.com

عشق[1] آں روزی کہ از داغ وفائی گل فشاں | سینہ ام را کرد روشن آسماں اختر نداشت
عشق می گیرد کمال از پرتو خورشید حسن | شمع تا روشن نشد پروانہ بال و پر نداشت

* * *

ہر کس کہ دست بیشِ بدشمن نداد طرح | گو پس نشیں کہ نقشِ مرادش بساز نیست

* * *

کہنہ شد ماتم دل آہ سیہ پوشش ہماں | شد زبان سودہ ولے حسرت شیون باقیست

* * *

از رم[2] وحشی غزالاں حسن دام از صد دہن | خندہ ہا بر کوششِ بیہودۂ صیاد داشت

* * *

بسکہ از چشم ترم دیوارِ کویش نم کشید | گل بشادابی چو خارِ آں سرِ دیوار نیست

* * *

چو ماتمی[3] داری گنہ از چشم بد مرساد | دلش تہی نشد ارچہ ہزار بارم سوخت

* * *

چمن لافِ استغنای زند ولے مشنو | بہر دامنِ گلچیں نوکِ خار قلابست

* * *

فروتنی کند و ہمرہی بدشمنِ تند | وگرنہ حرزی بر بازوی شناورنیست

* * *

دل ترکِ آشنائی ما زود کرد و رفت | زاں شر پسندِ یار کہ عیبِ وفا نداشت

* * *

عزیز مصر جفایم گذشت آں خواری | کنوں ہمہ قسم ناوکت بہ جاں ...

* * *

تنہا نہ ز دل زود بروں رفتہ جفایت | بر پیکرم از ایں ہمہ زخم تو نشاں نیست

---

[1] ایں بیت و بیت مابعد نسخہ الف ندارد واز نسخہ ب نقل شدہ است

[2] ایں بیت نسخہ الف ندارد واز نسخہ ب نقل شدہ است   [3] ایں بیتِ زائد از نسخہ ج نقل گرفتہ

Marfat.com
Marfat.com

چوں روزه خوری جانب میخانه روان شو   بهتر ز سفر چاره برائے رمضان نیست

* * *

یار اگر امروز با ما دوست، فردا دشمنست   گاه ابر کشتهٔ ما، گاه برق خرمنست
تا تو در دل جا گرفتی از فروغ عارضت   دیدهاے داغ روشن‌تر ز چشم روزنست
در کمین بنشین اگر خواهی شکار افتد بدام   خویش را بنما که آن روی نکو صید افگنست
انس میگیرم بمردم پر بیابانی نیم   هم وثاق شعله‌ام آرامگاهم گلخنست
گرچه بے روزن بود غم خانهٔ ما چوں حباب   لیک دایم از صفای سینهٔ ما روشنست
بسکه قدر گلرخاں در دور حسن او شکست   گل ز بس خواری تو پنداری غریب گلشنست
چارهٔ سوز درون از من نمی آید کلیم   فکر خود کن کآب این آتش نهان در[1] دامنست

* * *

در غریبی هیچ کس بے طالع فیروز نیست   حیرتی دارم که چوں قدر چراغ روز نیست
از فسون عشق شهبازی بچنگ آورده ام   در بر دبامی که آنجا بهله دست آموز نیست
چوں سپند از روی گرم هرکس از جا کی روم   دل نمی سوزد در آں آتش که مجمر سوز نیست
بسکه از ذوق شهادت زندگانی تلخ شد   غیر شمع کشتهٔ ما را انجمن افروز نیست
آستین خامه کوته دست و معنی بس بلند   حیف یک خیاط در واسطه موافق دوز نیست
از شفق هرشام می در جام گردوں میکنند   تا شود روشن که وقت باده خوردن روز نیست
نقش ما نشسته بود آنجا که نقش پا نشست   نسبت این جبهه با آن[2] خاک در امروز نیست
پا ز عشرت خانهٔ مشرب منه بیروں کلیم   بزم می هرشام هست و روزهٔ سی روزه نیست

* * *

دریا دلیم و موجهٔ دریاے همت است   نقشی که هست بر تن ما را حصیر نیست

* * *

پاے طلب براه تو از کار مانده است   اشکم ز بس دویده ز رفتار مانده است

* * *

---

[1] ا: نهان در دامنست؛ ج: درون از من ست   [2] ا: ما آن؛ ج: با آن

Marfat.com
Marfat.com

هر زهروِ از حقیقتِ این ره نه آگہست — نتوان سُراغِ کعبہ ز ریگِ روان گرفت

٭ ٭ ٭

منم که گردِ ملال آبروی کارِ منست — فسردگیِ خزاں حاصلِ بہارِ منست
دگر به بیکسی من[1] بگو[2] که گریه کند — چه کار شمع همین خنده بر مزارِ منست
بجیب تمِ چو دُر ابرِ سفید باران نیست — چه دجلهاست که در چشمِ اشکبارِ منست
به هرچه رو دهد آئینه دار می سازم — زمانه منفعل از طبعِ سازگارِ منست
بسانِ سرمه و چشمند عشق و بختِ سیه — از و چه شکوه کنم زیبِ روزگارِ منست
هنوز کلبهٔ من از متاعِ بے برگی — چناں پُرست که صد چند خانه دارِ منست
بسانِ نائے فغان را در آستیں دارم — کلیم نوحه سرائی همیشه کارِ منست

٭ ٭ ٭

خاکش بآب سیل سرشت از پی شگون[3] — روزی که دهر غمکده ام را بنا گذاشت

٭ ٭ ٭

قد میکشد و لیک فرو می رُود به خاک — آری نهالِ بختِ مرا این نما بس است
رهزن بسیست تا بتوانی جریده رو — سامانِ راهِ عشق همیں خار پا بس است

٭ ٭ ٭

سیار دراں کوئی با مدادِ نسیم — پرواز[4] به بالِ دگری در پرکاره است

٭ ٭ ٭

تا چه خواهد بر سرم آورد کینِ باغبان — از گلم آتش بخارِ آشیاں افتاده است

٭ ٭ ٭

پست فطرت هوسِ گوشهٔ عزلت نکند — تا گدا بر سرِ ره نیست دلش خرسند است

٭ ٭ ٭

پیامِ عالم بالا که گوش تشنهٔ اوست — ترانه ایست که با آبشارِ کشمیر است

---

[1] ا : من ؛ ب : ما — [2] ا : مگو ؛ ب ، ج : بگو
[3] ا : سگون ؛ ب : شگون — [4] ا : پر..... ؛ ب : پرواز
[5] ا : دلدانکوی مابداد ؛ ب : دراں نکوی باماد

Marfat.com
Marfat.com

به رشتهاے دو زلفش کمانِ حلقه بست   دلا به بین که بپا زوی با کمالے هست

* * *

تمام کیست بعالم به بین که با آن فیض   سحر بشمعِ مبارک اثر نپامده است

* * *

تختهٔ آخر پے تابوتِ کراست   که ز دریا[1] به کنار افتادست

* * *

به هر کجا که رود دیده می رودم چکنم   ز اشک یکسر زنجیرِ او بپائے منست

* * *

من که همچون ساغر لبریزم آب از سر گذشت   از کرمی ترسم که باید بے لب پیما سوخت

* * *

در راهِ فنا قافله دان اهلِ جهاں را   دین ماندنِ دنیا همه یک روز مقامست

* * *

دامن از دامنِ صحراست درو کی گنجد   در سر کوی تو پائے که به سنگ آمده است

نیست چون جامهٔ اربابِ جنوں چاک هزار[2]   تنم از پیرهن پوست به تنگ آمده است

* * *

از سر نو قسمتی باز نخواهند کرد   خار بپا می رسد گل بسر افتاده است

* * *

دل از شکسته بالے[3] و ز سرکشیِ گلبن   چون نقش پائی آخر بر خاک آشیان بست

* * *

مضراب[4] مطرب از رگِ طنبور خون[5] کشاد   در خاطرش کرشمهٔ ساقی خلیده است

بے دستِ[6] مزد خار ز پائے نمی کشد   همراهی زمانه باین جا کشیده است

---

[1] ا: سلامت؛ ج، ب: ز دریا   [2] ا: هزار؛ ب: بزار؛ ج: براز

[3] ا: پائے در؛ ج، بالے وز   [4] این بیت زاید از نسخهٔ ب نقل گرفته

[5] ب، خون: ج: چون   [6] ا: بے دست مزد؛ ج، بے مزد دست

Marfat.com
Marfat.com

هرکس که تیغ جرأتِ طبعش برنده تر — اول زبانِ دعوی خود را بریده است

* * *

امید کام یافتن از روزگار ها — عطر گلاب[2] از گل اختر کشیدن است

* * *

هر گلی کز رشتهٔ گلدسته گردد پای بند — پیچ و تابِ عندلیب رشته بر پا رشتن است

* * *

چشم پوشیدن ز نیک و بد چراغ دیده است — روشنی[1] دل را ز نورِ دیده پوشیده است
باکه گردون سازگاری کرد تا با ما کند — بر مرادِ دیده هرگز آسیا گردیده است
سرو را دانی چرا آزاد میگویند خلق — زانکه دامانِ تعلق زین چمن برچیده است
گر قفس تنگ است از بی رحمیِ صیاد نیست — صید از ذوقِ گرفتاری بخود بالیده است
گر بصحرا می‌روم در سر بدریا میکشد — سیلِ راهِ بر و بحر از اشکِ من پرسیده است
جامهٔ لایق بآن دستارِ عریانی بود — بر سر هر کس که دستارِ جنون پیچیده است
چشم خود را بایدش دادن بمردم عاریت — هر که خود را لایقِ بالانشینی دیده است
با چنین همت که جان بخشی بعالم می‌کند — حیرتی دارم که آن لب خنده چون ز دیده است
دیدهٔ دارم که ویران گشته از یک قطره اشک — خانهٔ چشم تو گوئی از گل نم دیده است
دیدهٔ بی دل چسان از زخم می‌ترسد کلیم — چشم داغِ من ز مرهم آن چنان ترسیده است

* * *

ما نه تنها[3] میگذاریم از غمِ بختِ سیاه — هر کجا روشندلی دیدیم شمع این شب است

* * *

حاصلِ شب زنده داریهای تو دل مردگی ست — خوابِ بخت ای دیده بهتر باش[illegible] بیداری ست

* * *

جزو جزو من جدا آشفتهٔ هر جزو اوست — گو چو من دیوانه مجنون تمام اجزا یکی ست

* * *

---

۱ ا: مطابق متن ہذا؛ ج: روشنی دل ز نور دیده
۲ تصحیح قیاسی۔ عطر؛ ا: نکر
۳ ا: نہ تنہا؛ ب: نہ ہیں ما

Marfat.com
Marfat.com

جز خاک کوئی دوست کہ نتواں ازو گذشت — از چاکِ سینہ بستنِ خونم دو انداشت

* * *

در عشق دست و پائے ازیں بیش میسزدم — آں دست ماند بر سرو آں پائے در گلست

* * *

وقت رفتن دل ازاں بر داشتن دشوار نیست — گوشہ ویرانہ از ملک سلیماں بہتراست
بختِ سیاہ بر سرِ معراج کوتہی است — از موی زنگیاں طرہم نارسا تراست
آں جا کہ کارِ تیغ زبانِ خموشی است — ہر کس لب از سوال بہ بندد گدا تراست

* * *

عنقا و وفا جفت بنودند ندانم — از بہر چہ ایں ہر دو بیک جاے مکاں[1] یافت
ہر تارکِ دنیا نہ شناسائی جہان است — عنقا بحقیقت خبر از کارِ جہان یافت

* * *

آئینہ دار روی دلش جانب ریاست — آں را کہ پشتِ[2] کار بہ از روی کار نیست

* * *

براہِ شوق کہ پر[3] ہم گسست سالک را — شکستہ پائی تو دایم دلا بجواب چراست

* * *

یک ہوا دار از خطش بر جا نماند آخر چرا — یک گلستاں خار را یک خار دامنگیر نیست
یا زبانِ شمع باشد یا زبانِ من کلیم — آں زبانی کا شناسای شکوۂ تقدیر نیست

* * *

چشم پوشیدۂ ما بر رخِ دل دوختہ است — کہ حباب از نظرش بستہ بہ دریا باز است
یک سرو گردنی[4] از خاک مذلت بالد — بہتر آنکس کہ ز ابنائے زماں ممتاز است

* * *

آبرو دارم زمینِ عشق ہر جا می روم — بہ رُخِ پروانہ کس در ہیچ مجلس در نبست

---

۱ ا: تواں؛ ج؛ ب: مکان
۲ ا: پشت؛ ج: پست
۳ ا: پر؛ ج: سر
۴ ا: گردنی؛ ج: گردن

Marfat.com
Marfat.com

گر نه اثر ربط سرین با کمر اوست — این کوه غم بر دل ازان موی میان چیست
هر ذره اگر گرم طلب نیست درین راه — در بادیه سرگشتگی ریگ روان چیست

٭ ٭ ٭

می رساند خوشه اش خود را بابر از شوق برق — مزرع امید ما از بسکه عاشق آفت است
در ره عشقت که دارد پیش و پس را صد خطر — پیش رفتن پرخطر و پس نهادن جراتست[۱]
پیش ساغر شیشهٔ گردن کج کند[۲] دانی چرا — یعنی از گیرنده بر بخشنده جای منت است
بوی خون باید شنید انکه قدم در ره نهاد — نیست سودی با سفر در راه اگر امنیتست[۳]

٭ ٭ ٭

پایهٔ دونان بود نزد لئیمان بلند — خار سزاوار جز بر سر دیوار نیست

٭ ٭ ٭

حیات هم بسر آید چو رزق خورده شود — چه نعمتست که در کام پیر رندان نیست

٭ ٭ ٭

تمتعی نبرند اغنیار ز نعمت خویش — که باغبان نشناسد که سیر گلشن چیست

٭ ٭ ٭

عمرے دلم که همسفری کرد با سرشک — آگه نشد که منزل این کاروان کجاست

٭ ٭ ٭

ربط خس با شعله چسپان تر از نهیم باش کو — یار اگر بد خوست قرب مدعی جانکاه نیست
زخم صید مدعا کاری نمی باشد کلیم — لخت دل گاهی که پیکان خدنگ آه نیست

٭ ٭ ٭

ز اقتضاے طالع واژون و بخت پست ما — آفتی در راه ما گر هست غیر از ... ست

٭ ٭ ٭

در دیده و دلم بنود اشک را قرار — طفلی که شوخ طبع بود خانه دشمن است

---

۱ ا: جرات است؛ ب، حیرتست ۲ ا: کند؛ ب، نهد
۳ ا: امراست ست؛ ب ج: اگر امنیتست

Marfat.com
Marfat.com

گر دل مکدر است نظر از جهان به بشد   در خانه هر غبار که باشد ز روزن است
تا ساختم به نیک و بد خشک سالِ دهر   خاکی که می کند بسرم بخت روشن است

* * *

دلا سرِ سفرت زین خرابه منزل نیست [1]   تو گرچه غافلی از مرگ، مرگ غافل نیست
بکوی عشق ثباتِ قدم چه می داند   ز اشکِ خویش حریفی که پائے در گل نیست
مدام ز آتشِ هجران کسی نسوخته چو من   ز شب زیاده تب و تاب شمع محفل نیست
رهی بکعبهٔ مقصد رسد ز زهد و صلاح   ولیک جرعهٔ آبی درین دو منزل نیست
سرشکِ عاشق بیچاره هیچ تخم وفاست   که در زمین بهشتش امید حاصل نیست
بروزِ حشر ندارد ز سرخروی رنگ   شهیدِ عشق اگر شرمسارِ قاتل نیست
اگرچه ما نه گرفتیم جائے مجنون را   جنونِ ناقصِ ما کم ز عقلِ کامل نیست
سعادتیست اگر از سرِ زبان می بود   حدیثِ مهر و وفایت که از تهِ دل نیست
ره گشایش کار آنچنان فلک بربست   که راهِ قافلهٔ موج سوی ساحل نیست
ندیده ام بجز از اشکِ بی قرار کلیم   مسافری که بآرام هیچ حایل نیست

* * *

آرام در رمست دمی آرمیده نیست [2]   آن کس که طبعش از همه عالم رمیده نیست
بر روی ما ز آفتِ سیلیِ روزگار   امید بازگشتنِ رنگِ پریده نیست
خوش آن که دل بسلسله مویان نداده است   وز مشکِ زلف بوی بزخمش رسیده نیست
دنیا شکسته کشتیِ بحرِ حوادث است   در کشتیِ شکسته کسی آرمیده نیست
دست ار کشاده نیست همانا گنیت دست   فرقی میانِ بسته پر و پر بریده نیست
هرکس ندیده طرهٔ در پا کشیده را   جاکش ز جیبِ صبر بدامن کشیده نیست
عمرم تمام صرفِ ره جستجوی شد   تا یافتم که مهر و وفا آفریده نیست
یا خانهٔ حبابِ بود یا دلِ کلیم   جائے که عنکبوتِ حوادث تنیده نیست

---

[1] این غزل زاید از نسخهٔ ب از ورق : ۱۹۰ب نقل گرفته است

[2] " " " " " : ۱۹۲ب " " "

حشمت خراجِ باده ز مینا نها گرفت … زلفِ تو باجِ مشک ز چین و خطا گرفت
آئینه راز پرتوِ خورشید رو نداد … تابی که چهرهٔ تو ز آتشِ حیا[1] گرفت
دل را فریب کام نیفگنده در بلا … در دامِ عشق پیشتر از دانه جا گرفت
در خاک گرنشست چو ما کی بخون طپید … نقشِ قدم کجا بر هت جای ما گرفت
چشمی که شد ز حسرتِ لعل لبت سفید … چون چشمِ داغِ من ز نمک توتیا گرفت
از الفتِ قدیم که دارد بایں هدف … تیرِ تو استخوانِ مرا از هما گرفت
مستی ز چشم تو نبود خوشنما دگر … رویت ز خط چو ماتمِ اہلِ وفا گرفت
دانسته‌ام که حالِ فقیران چه می‌شود … حرصِ غنی چو کاسه ز دستِ گدا گرفت
منت ز دستگیر کشیدن کشنده است … ضعف آن چنان خوش است که نتوان عصا گرفت
هردم کلیم کاتشِ سودا در او فتاد … مانندِ شمع در شب[2] ایں زلف جا گرفت

* * *

بی‌آه سرشکِ من روان نیست … آری[3] سببِ گردِ کاروان نیست
تن گشته ز درد بسکه لبریز … گنجایشِ تب در استخوان نیست
دارد در تابِ زلفِ او را … رشکِ کمری که در میان نیست
از غارتِ عشقِ خانه پرداز … گر نام بود مرا نشان نیست
چون دیدهٔ دام باد بر خاک … چشمی که ز عشق خون‌فشان نیست
تا شیشه ز درد نیست خالی … راحت در زیرِ آسمان نیست
ما گریه ز شمع یاد داریم … با سیلِ سرشک بادبان نیست
مرگی که نماند از تو چیزی … کمتر ز حیات جاودان نیست
رازِ تو کلیم چون بپوشد … جز نام تو آتشی [illegible]

* * *

هوای کشمیر و لرز زاهد خشک اثر نگذاشت[4] … ز باد [illegible] ابر نگذاشت

---

[1] ب، صفا؛ ع، حیا [2] ب، ماتِ ... [illegible]

[3] این غزل بالا از «نسخهٔ ب» از ورق: ۱۹۲ ب، ۱۹۴ ب نقل شده است

[4] این غزل نسخهٔ و ندارد و از نسخهٔ ب ۱۱ از ورق ؛ ۱۹۵ ب نقل شده است

Marfat.com
Marfat.com

اگرچه کاسهٔ مستان شکست بر سرِ من — دلم به لاله هوای قدح ز سر نگذاشت
که دیده است ضعیفی باین توانائی — توان به هیچ تنی تابِ آن کمر نگذاشت
که دیده روی ترا ای بهارِ گلشنِ حسن — که صد هوس را بر روی یک دگر نگذاشت
کسی که گشت فراغت شعار گوشهٔ فقر — نبرد خوابش تا خشت زیر سر نگذاشت
هنروران همه رفتند باغبانِ قضا — به باغِ گیتی یک نخلِ بارور نگذاشت
کسی گذاشت پس از مرگ نامِ نیک بدهر — که قیمتِ کفن و مزدِ نوحه‌گر نگذاشت
بقایِ دولتِ دنیا ز شمع روشن شد — که تاجِ زر بسرش دهر تا سحر نگذاشت
کلیم زینسان بی خانمان همیشه نبود — اثر ز غمکده اش اشکِ بی اثر نگذاشت

٭ ٭ ٭

کدام شب که ز هجر آتشم بجان نگرفت — له بسانِ شمع مرا اشک در میان نگرفت
رمیده ام ز گرفتن چنان به همتِ فقر — که خاکم از قدمِ هیچ کس نشان نگرفت
علاقهٔ بدن و جان دو سنگ راهِ وفاست — خوش آن رمیده که الفت باین و آن نگرفت
بهست و بود رگ و ریشهٔ من آتشِ شوق — چنان گرفت که آتش به نیستان نگرفت
کسی که تلخی منت چشیده همتِ او — مرادِ جان و جوانی ز آسمان نگرفت
ز خوانِ نعمتِ دنیا چه بهره دارد — دلم که غیرِ سر انگشت در دهان نگرفت
تو قدرِ دیدهٔ گریان چه دانی ای ناصح — چو هرگز آتشِ عشقت بجان و مان نگرفت
سری که خدمتِ فتراکِ او نکرد کلیم — برات بوسه بر آن خاکِ آستان نگرفت

٭ ٭ ٭

زمان بی غمی کودکی چنان بگذشت — که پیر را بشراب انسِ طفل با شیر است

٭ ٭ ٭

ردیف د

پر تاب مده به زلف و بگذار — کین فتنه شبی ز پا نشیند

٭ ٭ ٭

له این غزل زاید نسخهٔ ا ندارد و از نسخهٔ ب؛ ورق : ۱۹۷ الف نقل شده

Marfat.com
Marfat.com

زیں بخشش آب و تاب کہ روی تو بردہ است — جز گرد روی کار با خجگہ نمی رسد

٭ ٭ ٭

نتواں ناصح عریانی مارا پوشد — راز پنہاں نشود[1] چوں بہ ملا می افتد

٭ ٭ ٭

بنگر بجز ونار ے من گر نہ دیدہ — آں آتشی کہ طرح کشش بوریا شود

٭ ٭ ٭

مجلس تہی ز غیر شد و ما ہماں خموش — رہزن نماند و راہِ سخن وا نمی شود

٭ ٭ ٭

زخلق کندہ دماغی چگونہ بر تابم — بایں دماغ کہ از بوئے گل زکام کند

٭ ٭ ٭

راہ[2] عشقست ایں کہ خارش رابوداز دیدہ ننگ — دل بایں شاداست کاسیبی زخار پاند ید

٭ ٭ ٭

بایں روشش اگر از دیدہا نہاں گردد — بغیر نام کمر درمیاں نمی ماند

٭ ٭ ٭

ارزاں فروخت اشک متاعِ تشکیبِ ما — کالا ز دستِ طفل تواں رایگاں خرید

٭ ٭ ٭

تیغت کہ ہست تشنہ بخونم عجب مدار — از شوقِ مور جوہرش از پے برآ ورد

٭ ٭ ٭

دربر عاشق[3] دیوانہ بہ فتوای جنون — گر ہمہ جامۂ کعبہ است دریدن دارد

٭ ٭ ٭

برات روزی چشم نوشتہ اند بہ دریا — ازاں زماں کہ خطِ موج را برآب نوشتند

بگر اہل معرفتی نور جوی سطر بیابی — کہ نسبتی بود آنہا کہ در کباب نوشتند

٭ ٭ ٭

لہ ا، "نشود" ندارد ؛ ج ، نشود — سہ ا، میابی ؛ ج ، بیانی

کہ ایں بیت زاید از نسخۂ ب نقل شدہ است۔

Marfat.com
Marfat.com

آنکه گل را بجمالِ تو برابر گیرد　　روکشی بر رخ آئینۂ زنگار کشد

٭ ٭ ٭

خطاب یافتہ دیوانۂ دو زنجیرہ　　ستم‌کشی کہ ہوادارِ زلف و کاکل شد

٭ ٭ ٭

سنگ از کف طفلاں بجز بدین چو تواں خورد　　دیوانہ چرا ملکِ بیابان نفرد شد

٭ ٭ ٭

حرص گدائے دربدری گنج می نہد　　گر قسمتِ ازل ز طلب بیشتر شود

٭ ٭ ٭

نے تابِ کمر دارد و نے کوہ سرینی　　شمعست دہیں قامتی اندام ندارد

٭ ٭ ٭

طفلِ اشکی کہ ندیدست بجز خانۂ چشم　　حیرتم سوخت کہ چوں راہِ بیاباں داند

٭ ٭ ٭

بہارِ عشرتم را آخر می‌نگر کہ بخت اکنوں　　پی آرایش باغم گل از بازار می آرد

٭ ٭ ٭

چوں عصا ہر کس کہ باشد بہرہ‌مند از راستی　　زیرِ دستِ خلق شد محکوم نابینا فتاد

٭ ٭ ٭

شوق ہر کس را کہ سامانِ سرشکم دادہ است　　خاک در چشم اگر ہم چشم دریا می شود

٭ ٭ ٭

در گلشنِ محبت نخلِ امیدِ عاشق　　چوں سبزۂ خطِ او پیوند با خزاں کرد

٭ ٭ ٭

بخاکساراں ربطیست سرفرازاں را　　سوادِ ننگ ز ہمراہیِ غبار[1] نکرد

٭ ٭ ٭

ہزاراں خر زمانہ برد بر بام[2]　　ولی یک یوسف از چہ بر نیاورد

---

[1] ا: سوار؛ ج: غبار　　[2] ا: برمام؛ ج: بربام

Marfat.com
Marfat.com

ز آبِ دیده و خاکِ مذلت — فلک مارا چها بر سر نیاورد

⁂

خاک دارد فلک از کاسهٔ امید دریغ — طمعِ خام از و آبِ بقا می خواهد
گریه خاکسترِ دل را همه دُزدیده بچشم — بے رُخت آئینه دیده جلا می خواهد

⁂

بچوبِ تاک بزن دست، باده گر نبود — چو کارِ ضعف بپا مردیِ عصا افتد

⁂

همت سدِ خضری باید که همراهی کند — اشکِ ما سرگشتگاں تابی به داماں می برد

⁂

تنگست راه پیش[1] سبک شو که مردِ عشق — سررا بجا[2] گذاشت که نامِ نکو برد

⁂

هر بد از پرتوِ نیکاں نبرد بهره که زهر — می کشد گر همه از دستِ مسیحا باشد

⁂

همیں پند[3] از زبانِ حال گوید شیشهٔ ساعت — که فرصت داں غنیمت دست بالا زیر می گردد

⁂

درونِ خلوتِ فانوس نیست جای دو شمع — چو دل بعشق بود زنده جاں نمی باید
کریم بر سرِ کانِ نمک چرا لرزد — حباب بوسه دگر درمیاں نمی باید

⁂

به نادان کارِ دانا مهربانیست — دلِ بینا به نابینا بسوزد

⁂

تا بکی سینه برد نور به هر زخم از پیش — سپرِ تازه گهی هم ز جگر می باید

⁂

---

[1] ا: پیش؛ ب: عشق
[2] ا: بجا گذاشت؛ ج: بخاک داشت
[3] ا: پند؛ ج: پتد

Marfat.com
Marfat.com

بسترم چوں نقشِ پا[1] بالیں نداشت[2] کلبه ام را نقشِ بام و در نبود
تن اگر بگداخت از غم خوش دلم اشکِ ما را رشتۂ گوہر نبود
خانۂ دلہا اگرچہ کعبہ است ایمن از[3] آں چشمِ غارتگر نبود

* * *

دیدۂ ما چشمِ آہو چشمِ جادو دیدہ است ہیچ چشمی را باین سامان پرکاری ندید
دیدہ نابیناست تا در بندِ خوابِ دائم است کورگویم بخت را چوں روی بیداری ندید

* * *

لباسِ عافیتی بہرِ دل نمی دوزم کہ ابرہ در گرو آستر نمی باشد

* * *

مارا کہ تلخ کام نخست آفریدہ اند غیر از لبِ پیالہ مکیدن نمی رسد
اینست اگر زمانہ و ابنائے اُو کلیم ہیچ آرمیدنی بر مسیدن نمی رسد

* * *

دامنم از می اگر آلایشی دارد چہ شد کس گریباں راتمی باید بدستِ اُو دہد
پارۂ مومم بدستِ انقلابِ روزگار زو نخواہم ساخت ہر صورت کہ خواہد رو دہد

* * *

بشکر مایدۂ فقر تر زباں باشم بغیرِ خاک مرا گرچہ در دہاں بنود

* * *

از عدم دیر آمدیم ایں قسمتِ ما می رسد کم نصیب است آں کہ در آخر بریغما می رسد
بختِ ما گر نارسا افتاد زلفِ او رساست طرہ اش آخر بدستِ کوتہ ما می رسد
در پناہِ بادہ از آسیبِ دوراں باک نیست صد شکست از شیشہ مستاں بخارا می رسد
واعظ از افسون نخواہد[4] توبہ داد از می مرا[5] پا نخواہم خورد تا دستم بہ میشا می رسد

---

[1] ا: "پا" ندارد؛ ج: پا
[2] ا: بداشت؛ ج: نداشت
[3] ا: ازن؛ ج: ازآن
[4] ا: بخواہد؛ ع: نخواہد
[5] ا: ترا؛ ج: مرا

Marfat.com
Marfat.com

عشق اگر مهلت دهد هم تا بکی خواهد کشید — شمع اگر بسیار اماں یابد[1] بفردا می رسد
مردمی می زیبد الحق چشم بیمارہ ترا — خود بایں حال و بحالِ خستگان وا می رسد
چشمت از مستی چه داند حالِ دلها را که چیست — کنج کاویهای مژگانست بایں ها می رسد
خرمی در طالعم چوں نیست بیهوده است سعی — خس نخواهد سبز گردید ار بدریا می رسد
بر ز نخلِ آرزو هرگز نمی چیند کلیم — در چه فصل ایں میوهٔ خامِ تمنا می رسد

* * *

شانه روکش کرده زلفش را هلاکِ قدِ اوست — زآرزوی قامتِ او ایں الفها می کشد

* * *

مریض را چو عیادت کشد دوا چکند — کسی به پرسش یک شهر آشنا چکند
چو شانه نوبت چاکم بسینه افتاد دست — بدست شوق همیں جیب یک قبا چکند
گرفتم اینکه سرِ همتم ز چرخ گذشت — کسی به کوتهی بختِ نارسا چکند
بدیده کاسه همسایه دال اگر ندهد — دو شیشه خونِ جگر با خمارِ ما چکند
مپرس حالِ دل آندم که در حدیث آئی — کریم چوں گهر افشاں شود گدا چکند
به هر نواله گرم استخواں دهی اے بخت — تو خود بگو که دریں قحط پس هما چکند
کلیم شکوه ز توفیقِ چند شرمت باد — تو چوں بره نه نهی پائے رهنما چکند

* * *

هرچه از عمر سفر کوتاه شد یارب که بخت — مایهٔ افزونی شبهائے وصلِ ما کند

* * *

نفاقِ پیشه گراں بر دلِ کسی کم شد — [1] نگفت حرفِ حق و دلنشینِ عالم شد
کسی که موم صفت چرب و نرم شد ز نفاق — بمجلسِ غم و شادی چو شمع محرم شد
بدانش آنکه سرآید بکس طرف نشود — دگر طرف شده ناکرده بخت نازم شد
که همچو آئینه در دهر خود نمائی کرد — که او ز منتظرِ کلفتِ دما دم شد
ز خلق غیر تری ستر او نمی دانم — چه آب بود که داخل بخاک آدم شد

---

[1] ا: یابد؛ ب: می ماند

Marfat.com
Marfat.com

غرورِ حسن چه پروای تمنای ما دارد — که آفتاب نه گرم از برای شبنم شد
نمی توان چو نفس یافت در سراپایم — ز تیغِ جورِ تو زخمی که به ز مرهم شد
جهان چو تنگ شود کسبِ نیک نامی کن — که هر که از سرِ فلسی گذشت حاتم شد
زبان که تیشهٔ دشمن تراشی است کلیم — چو ترکِ آن نتوانست کرد ابکم شد

ردیف ش

هلاکِ غیرتِ آن سائلم که سوخت ز رشک [1] — براهِ دیده اگر جاده را ز خویشش به پیش

٭ ٭ ٭

بادهٔ روز آتشِ دهر نگ و دشمن دشمن است — گر حکیمی منکری در شبِ مهتاب باش

٭ ٭ ٭

جهان را آزمودم تلخ و شیرین بیم و امیدش — نیرزد عشرتِ عیدش به رنجِ دیده و ادیدش
حیاتِ جاودان را غیرِ کلفت حاصلی نبود — همین مرگِ عزیزان دیدهٔ خضر از عمرِ جاویدش
درین میخانه یارب ساغرِ ما را چه پیش آید — میِ خونابِ حسرت می شود در جامِ جمشیدش
اگر گلگون نباشد اشک می آید ز دل بیرون — بسانِ طفلِ غمگینی که نبود جامهٔ عیدش
بهار آمد که گردد باغبان را نخوتی حاصل — که گردد چترِ سلطانیست بر سر سایهٔ بیدش
کسی را شوق در راه تو بنشاند که بنشینی — اگر بر دیده اش بر راه باشد چشمِ امیدش
ندارم دیدهٔ لایق باین دیدار می خواهم — که گیرم عاریت از چرخ چشمِ ماه و خورشیدش
نمی چسپد زبان بر مریدان و هواداران — کلیم از دل اگر می بود شیخِ شهر تجریدش

ردیف م

از برای چو منی الفتِ تیرِ تو گذاشت — می کشد این همه دلجوی پیکانِ توام

٭ ٭ ٭

از انقلابِ دوران هر در و بر سر آمد — ناچار در خُمِ چرخ من صاف درنشینم

٭ ٭ ٭

---

[1] این غزل زاید نسخهٔ ا ندارد و از نسخهٔ ب، ورق: ۲۸۱ ا نقل شده است

Marfat.com
Marfat.com

چوں جام درین میکده از دست حریفاں   خوں می خورم و زهرهٔ فریاد ندارم

* * *

ساحلِ دریای بی دادم که پایم پس نرفت   این قدر کز موج زخم بی محابا دیده ام

* * *

جنسِ کساد خود به رهِ سیل برده ام   دارد روای زقفا نارو ائیم

* * *

از ظفر خاں بود آن[1] جمعیت و طرح غزل   باکه دیگر زلفِ معنی را پریشاں می کنم

* * *

از برائے کلفتِ من سیرِ یک گلشن کم ست   از گلستاں چوں برایم رو به زنداں می نهم

* * *

رخت صندوق به تابوت نخواهد گنجید   هرچه با خود نتواں برد ز خود دور کنیم

* * *

بسکه راه ناامیدی را مکرر رفته ام   چشم اگر برهم نهم این راه را سر می کنم

* * *

دایم فتاده ایم ز هر باکه عاجز نیست   تا عذرِ لنگ نیست از و پا نمی خوریم

* * *

چرخ اندک بخش گو هرگز مرادِ من بده   نقش کم ننشسته بهتر هیچ درهم نیستم

* * *

مذاقِ تلخ چو شیرینیٔ قناعت یافت   چو طفلِ گل خورم و خاک را شکر گیرم
شوم ز می چو فلک سیر کوکبِ خود را   بر چرخ پس دهم و اختر ... گیرم

* * *

با طفل کو دنیم و سبق نامه هائے دوست   صد بار خوانده و دگر از سر گرفته ایم
چوں دام برگرفتنِ ما[2] بهر دانیست   گیرنده ایم و اسم طمع بر گرفته ایم

* * *

---

[1] ر: بود از آن؛ ج: بود آن   [2] ر: ما ندارد؛ ب: دما

Marfat.com
Marfat.com

در آتشم چو شعله آوازِ دُود نیست — گر آتشم بدل زنی ازجان نهاں کنم

٭ ٭ ٭

بعید کام دریں دشت طالعی دارم — کہ غیر رخنہ نیفتادہ است در دامم

٭ ٭ ٭

چُوں نباشد سبزہ گلگوں رُخِ سبزانِ ہند — کم ز ابر دیدہ خوں درپائے شاں باریدہ‌ام

٭ ٭ ٭

خوش آں غیرت کہ بے خود جانبِ دلدار میرفتم — دمی کز خویش می رفتم بکوے یار می رفتم
خوش آں خلوت سرا گر اتحادِ حُسن و عشق آنجا — توازمی مست می گشتی و من از کار می رفتم
وداع پا براہِ اُو پر و بالست سالک را — زخود در پیش می بودم چو بی رفتار می رفتم
کنوں گر گلستاں در دامنم باشد نمی بینم — گزشت آں کز پی یک گل بصد گلزار می رفتم
بعزلت عادتی دارام کہ گر از گوشۂ خلوت — بگلزارم کسی بردی بپای دار می رفتم
نشانش را ز خود چُوں یافتم در جستجوی اُو[1] — بگردِ خویشتن گردیدہ چُوں پرکار می رفتم
دگر تقریب رفتن چُوں بہ بزمِ اُو نمی دیدم[2] — برائے پرسشِ آں نرگسِ بیمار می رفتم
گہی شورِ جنوں از عقل با خود اینقدر دیدم — کہ بہرِ خود نمای بر سرِ بازار می رفتم
کلیم از یاد کس رفتن اگر در دستِ من بُودی — چو برق از خاطرِ این چرخِ کج رفتار می رفتم

٭ ٭ ٭

مظہرِ سرگشتگیم ہمچو جام — آئینۂ صورتِ حیرانیم

٭ ٭ ٭

عشق یک صُورت ندارد تا تواں اُو را شناخت — قطرہ‌ام چُوں گریہ زور آورد دریا می شوم

٭ ٭ ٭

تا بر رُخِ او نظر فگندیم[3] — از دل ہمہ را بدر فگندیم
شمشیر ستیزہ تیز تر شد — ہر چند کہ ما سپر فگندیم

---

[1] ب: بکوی   [2] ب: نمی دیدم ؛ ا: نمی دیدم
[3] ایں غزل زاید نسخہ ا ندارد و از نسخہ ب از ورق ۲۸۵ ب نقل شدہ است۔

Marfat.com
Marfat.com

تا رسم و رهِ جنوں گرفتیم — هر جا رسمیست بر فگندیم
صبر و طاقت کمر نه بستند — تا چشم بر آں کمر فگندیم
مژگانِ تو عار داشت از ما — دل بر سرِ نیشتر فگندیم
گو فرصتِ آه و ناله ما را — ایں کار به نوحه گر فگندیم
پروازِ بلند کم نه کردیم — هر چند که بال و پر فگندیم
بر فرقِ کلیم کار گل کرد — خاک از غمش بسر فگندیم

* * *

ز پرهیزِ قناعت دردِ فقرم را دوا کردم — [۱] چو قوت یافتم تسخیرِ ملکِ آں زدا کردم
بسیرِ کوی او تا باز شد پای سرشکِ من — چه طفلاں را بایں امید از مکتب رها کردم
دریں ماتم سرا چوں من دگر کلفت بیری کو — دمِ خوش بر نیارد در دلِ هر کس که جا کردم
دمید از کرسیِ زانو سرم در خشتِ بالیں هم — هوای سربلندی راز سر روزی که وا کردم
قناعت کرده تا طبعم به هیچ از فتوی همت — ز غیرت استخواں را تلخ در کامِ هما کردم
بخونِ دل بسی می بایدم دیگر شنا کردن — بایں زودی عبث خود را چنیں بے دست و پا کردم
مرا در دوزخِ هجرِ تو می سوزد که گر زانجا — بآتش التجا بردم از و کسبِ هوا کردم
میانجیِ ضعیفم در میاں پامال گردیدم — گریباں را دمی کز دستِ بیتابی رها کردم
نیم ممنونِ بختِ بد کلیم از وادیِ کامی — ازیں ناسازگاری طالعِ بد را دعا کردم

ردیف ن

تیره روزانیم ما را اخترِ طالع یکیست — از شکستِ زلفِ زنگیاں شد در جنگِ من

* * *

جدائی از خمِ زلفت دلِ بے صبر و طاقت را — بسی مشکل بود چوں مفلس از هندوستاں رفتن

* * *

گرچه مورم ولی آں حوصله راهم دارم — که به بخشم بود از ملکِ سلیماں از من

* * *

[۱] ایں غزل را نسخۂ ا ندارد و از نسخۂ ب، ورق ۲۸۶ ب نقل شده است.

Marfat.com
Marfat.com

بسعیِ خویشتن هرگز نکردی نیک بخت ایدل
تمامِ عمر اگر بالِ هما خواهی بستر بستن

٭ ٭ ٭

بیشی از خواهی به هر پس مانده همراهی گزین
سربلندی بایدت دیوارِ کوتاهی گزین

در رهِ عصیان هم[1] ای دل همتی باید بلند
بهتر از شیطان رفیقِ راهِ گمراهی گزین

روز از خجلت بگاه انجاکه شب مهمان شدی
گر غیوری شیوهٔ شمعِ سحرگاهی گزین

عزتِ[2] این خانه را لایق نباشد هر چراغ
از برائے کعبهٔ دل شمع آگاهی گزین

پا چو از در ها کشیدی گنج در دامن بیاب
دیده از دُنیا چو بستی هر چه می خواهی گزین

تا نمانی از گرانی ناامید از جذبِ[3] عشق
از درونِ جا نگاهی از برون رُخ گاهی گزین؛

گر درون لبریز نشتر باشدت از نیشِ خلق
لب به بند از شکوهٔ کس مشربِ ماهی گزین

پادشاهان با نزاکت بارِ عالم می برند[4]
بار بر عالم گذار و فقر بر شاهی گزین

رهبرِ عامی کلیم از دی عصا بهتر بود[5]
در طریقت مرشدت گر اوست گمراهی گزین

٭ ٭ ٭

دستگیران را زبس چرخِ زبون کس دشمنت
هر کجا خاریست در پائے عصا خواهد شدن

در هوائے شمع رویت ای چراغِ دیدها
بر تنِ فانوس پراهن قبا خواهد شدن

٭ ٭ ٭

فلک جامِ مرادم کی دهد گر آید از دستش
بر د پیمانهٔ داغ از حسد از دستِ من بیرون

ردیف و

در هر چمن اگر گلِ رنگیں نشان کند
باران کمی کند نقطهٔ انتخاب او

ردیف ه

از کعبتین رنجش در نزدِ[6] بی گر و چیست
چون مطلبی نداری بد کرد کو ستاره

٭ ٭ ٭

[1] ا: همی دل؛ ب، ج: هم اے دل
[2] ب، ج: حرمت
[3] ا: خویش؛ ج: عشق؛ ب: شوق
[4] ا: می کشند؛ ج: می برند
[5] ج: بود
[6] ا: نز؛ ج: نزد

Marfat.com
Marfat.com

از دوست هرچه رفته گم کرده یاره از دل　　وایافتست هرکس گم کرده را[1] نجسته

ردیف ی

گر بود کامروائی ز تو بس بگرفتی　　داخلِ قرضِ شمار انچه ز دنیا یابی

* * *

دلِ ما را به جگر ناوکِ دل دوزِ تو دوخت　　بر جگر هم پس ازین حقِ طپیدن داری

* * *

بوصفِ مورِ سلیمان جنابِ من که بگویم　　چگونه بهر سلیمان کنم تلاشِ ثنائی

* * *

تابِ کمر نبرد[2] دست تاب و توانِ صبرت　　زین غم خبر نداری دردِ کمر نداری

* * *

کمانِ قامتِ تو گوشه ها بخاک رساند　　طریقِ راست چو تیرِ خطا نمی‌گیری

* * *

تو کی بر حرص خواهی چار تکبیر فنا گفتن　　که هر جا چار راهی بنگری خواهی گدا کردی

رباعیات

نه از گریه است ضعفِ چشم نه ز درد　　این پرده بردی کارِ بحران[5] آورد
هر خانه که صاحبش سفر کرد از آن　　ناچار در و غبار بنشیند و گرد

* * *

نسبت که حنا زیب فزائی تنِ اوست　　کو هیست که نالهٔ زار در دامنِ اوست
نی نی غلطم که آسمان دگر است　　وز رنگِ حنا شفق ته پیرامنِ اوست

* * *

---

[1] ا: «را» ندارد؛ ج: را　　[5] ق: برده است

اے خواجہ تو[1] گر سری تن قافلہ را　　یارب بہ زنند گردن قافلہ را
بوی کس خفتۂ تو بیدار کشند[2]　　گیرد طمع راهزن قافلہ را

٭ ٭ ٭

اے آینۂ صبح زرشکت در تاب　　سرمایہ ز آب مرمرت بردہ سحاب
ثابت ز بقاے دولت پادشہیست　　نقاشی مرمرت کہ نقش بست بر آب

٭ ٭ ٭

اے قصر کہ دلنشینی ارزانی اوست　　ہر جا چشمست وقف حیرانی اوست
کی ہمسر اوست طاق کسریٰ ہر گاہ　　کسریٰ در قدر بندہ ہای اوست

٭ ٭ ٭

دل در بر تست گر بر من بودی[3]　　در خانۂ سینہ بے تو شیون بودی
دور از تو چہ روز سہی می دیدم　　گر دیدۂ اشکبار روشن بودی

٭ ٭ ٭

از بارگہت چہ زینتی دوران یافت　　ز و عرش و فرش ہر چہ می جست آن یافت
از میخ زرش چہ گنجہا یافت زمیں　　وز جبہۂ او فلک سرو سامان یافت

٭ ٭ ٭

ای تازہ بنا کہ عرشش ہمسایۂ اوست　　رفعت حرفی ز رتبہ پایۂ اوست
باغیست کہ ہر ستون سبزش سرویست　　کاسایش خاص و عام در سایۂ اوست

٭ ٭ ٭

گیرند ز تو دادہ جان تن را[4]　　دادن نتوان گفت چنین دادن را
زان گونہ کہ کاہ و دانہ از دہقانست　　ہر چند بہ باد میدہد خرمن را

٭ ٭ ٭

---

[1] ا : "تو" ندارد؛ ج : تو　　[2] ب : مکن
[3] ج : گمیر
[4] این رباعی زاید نسخۂ ا ندارد و از نسخۂ ب، ورق : ۲۴۳ ب نقل شدہ است.

Marfat.com
Marfat.com

این خانه نگاه راعنان گیر بود [1] حوضش مراتب مهر تنویر بود
تاریخ بنای آن ز معمار خرد جستم گفتا "زینت کشمیر" بود

* * *

این خانه که فیض را مکان آمده است [2] همسایهٔ برج آسمان آمده است
فواره چسان جسته ز بالاخانه آب از نه زجوی کهکشان آمده است

* * *

راحت زینشان [3] طرب سرائی می‌خواست عشرت در بزم دهر جائی می‌خواست
فواره اش آستین ز در بر کرده آئینهٔ حوض رونمائی می‌خواست

* * *

دی زلزله چرخ را بر دمی انداخت [4] در سینه بنائے آرزو می انداخت
هر ذره چو از جهان بجائے افگند اے کاش مرا بکوئی او می انداخت

* * *

همت سه طلاق دختر رز را داد بر فرق کلاه ترک را کج بنهاد
در پیش فطرز جلوهٔ ساقی نیست از هر چه گذشتی به پس پشت افتاد

* * *

---

[1] این رباعی زاید نسخهٔ ا ندارد و از نسخهٔ ب، ورق : ۲۴۴ ا نقل شده است
[2] " " " " " ، " " " "
[3] ب : عنان ؛ ج : رنیسان
[4] این رباعی نسخهٔ ا ندارد و از نسخهٔ ج نقل شده است

Marfat.com
Marfat.com

حصہ (ب)

قصیده در تهنیت نوروز

در مدح ابوالمظفر شاه جهان بادشاه هندوستان

چنان ز مقدم نوروز شد طراوت عام
که سبز گشت هم از آبِ تیغ چوبِ نیام

اگر ز عالم بالا نوید رحمت نیست
بخاک این همه باران چه می برد پیغام

زمانه از رقم سبزه بر صحیفهٔ خاک
سند نوشته که از ابر می ستاند وام

چمن ز یک نمِ باران رساند سبزه با بر
بسرعتی که کسی پس دهد جوابِ سلام

ز رقصِ برق بود ابر گرمِ در[1] پاشی
نه رقصِ او شود آخر نه این نثار تمام

ز بسکه چوبِ قفس را هوا ملایم کرد
به پیچد از طپشِ مرغ همچو حلقهٔ دام

ز چرب و نرمی این جوهرِ هوا چه عجب
که مغز روغن گردد بحقّهٔ بادام

ز بسکه شیشهٔ رطوبت پذیر شد ز هوا
اگر ز باده خورد صدمه[2] افتد از اندام

سرودِ محفلِ مستان مگر دمی شنود
نهاده ابر به هر خانه سینه بر لب بام

شگوفه پیرهنِ تر بشاخ اگرچه فگند
ندید پرتوِ خورشید را درین ایام

ز بسکه برق شب و روز در کمین زدنست
نگاه داشته پیلِ سحاب را ز خرام

ز حسنِ تربیتِ برشگال نیست عجب
که خار پشت شود همچو گل حریر اندام

بلفظِ خار بگردد اگر زبانِ قلم
دماغ خامه کند نکهتِ گل استشمام

---

[1] ب : در کرم پاشی

[2] ا : تکیه ؛ ب : صدمه

Marfat.com
Marfat.com

صفای خاک به نوعی که آتش از دل سنگ   فروغ داده چو از شیشه بادهٔ گلفام
بساط سبزه در و دشت را تمام گرفت   زمین تمام زبان شد بشکر نعمت عام
بایں که در بن زمین ریشه[۱] زپا شنه برد   شگفت غنچه گل میخها و ریخت تمام
شود ز لطف هوا بر تنش قبای حریر   درین بهار گنه گار اگر کشند نجام
جهان ز پرتو دلهای بی غبار افروخت   چنانچه شمع کساداست در قلمرو شام
کسی که چین جبین خط سرنوشتش بود   ز انبساط زمان هرزه خند شد چون جام
چمن خوشست و گر گلشن دگر خواهی   که با شدش به ازین فیض دلکشائی عام
بیا بدرگه شاهنشهی که از در او   شگفته غنچهٔ گل میخ بر رخ ایام
جهان بدولت شاه جهان قرار گرفت   بدان مثابه که بیمار نیست بی آرام
بصارتش نگرد از حجاب تن رخ جان   فراستش بدر دل برد پی الهام
بدست قدرت صاحب قران ثانی داد   زمانه نیزهٔ خورشید و خنجر بهرام[۲]
کمال فطرت ذاتی رسیده تا حدی   که حال شخص تواند شناختن از نام
ز دلنشینی پیوسته صیت شاهی او   خورد بگوشش بدان سان که بوی گل بمشام
ز سر برهنگی آفتاب روشن شد   که بسته بهر طواف حریم او احرام
بروز عید جلوسش به تخت پادشهی   اگرچه خطبه و منبر رسیده اند بکام
به بخت تخت ولی رشک می برد منبر   چرا که قسمت منبر نمی رسد جز نام
بعهد شاه ز بس فتنه گوشه گیر شداست   برون نمی رود از خانه چون زبان ز کام
نمی گذارد محراب پشت بر دیوار   ز بسکه تقویتش ضعف برده از اسلام
رواج شرع بحدی که در قلمرو هند   زمین تشنه نخورد آب را ... [illegible]
اگر گیاه کند دعوی طراوت خویش   با فتاب ز دار القضا رود اعلام
بغیر اذن بگلزار اگر صبا بوزد   بروی بوی به بندد در دماغ زکام

---

۱ در ب: رشته، در ل، ج: ریشه

۲ در ب: این بیت درج است، ل، ج: ندارد

زبس شباہت ظالم بدست درعہد شش　　خجل ز پیکر خود گشته[1] شخص شیر اندام
توجهی که بدرگاه کبریا دارد　　نهد بدرگه او جبهه خواص و عوام
بود نشانهٔ تسخیر هفت اقلیمش　　نهد بسجدهٔ حق بر زمین چو هفت اندام
ستوده شیوهٔ دینداری و جهانداری　　نموده جمع بهم چون دو باده در[2] یک جام
بود درازی زینت قبای عمرش را　　چنانچه هست خوش[3] آینده اختصار کلام
مدام تا که دمد آفتاب بعد از صبح　　همیشه تا که نیاید چراغ پیش از شام
مباد پیش و پس دولت ترا تعیّن　　بسان آخر اعداد[4] و اول ایام

در تهنیت نوروز و عید مبارک رمضان
و اورنگ پرجلال پادشاهی

خجسته مقدم نوروز و غرّهٔ شوال　　فشانده اند گل عیش بر سر مه[5] و سال
به بزم عیش دو جامست در کف ساقی　　ضرورتست بلی این دو عید را دو هلال
ز روزه خشکی زاهد فزوده می باید　　برای دفع یبوست دو جام مالا مال
مگر تلافی سی روزه تشنگی بکنم　　کشاده ام بر ساقی دو دست را بسوال
می دو آتشه خوش دلی زبس پیداست[6]　　بآن رسیده که داخل کنیم آب ملال
شگفته غنچهٔ سر خُم کشود و روزه گذشت　　دگر چه بهتر ازین خواهی از محول حال[7]
ز روزه طفل هوا و هوس بمکتب بود　　رسید عید و ز مکتب رها شدند اطفال
وفور عیش پدید[8] است از در آمد کار　　ازین بهار نمایان بود نکوی سال
ازین بدایت خوش حسن عاقبت[9] پیداست　　چنانچه عاقل آسوده شد ز فکر مآل
شب وصال بر آمد ز عید کوتاهی　　زبس رسای عشرت گرفته است کمال

---

[1] در ج : این لفظ نیست　　[2] در ا ، و ، در ب ، ج : در
[3] در ا ، ج : خوش آینده ، در ب : ز آینده　　[4] در ا : اعدا ، در ب ، ج : اعداد
[5] ا : چو گلهائے عیش بر سر سال ؛ ب : چه گلهائے عیش بر مه ؛ ج : گل عیش بر سر مه
[6] ج : تنداست　　[7] ب : سال
[8] در ا ، مبداست ؛ در ب ، ج : پدیداست　　[9] در ا : عاقبت ؛ در ب ، ج : عافیت

Marfat.com
Marfat.com

مسافری که سوی کشور وجود آید[۱] — رود به پشت پدر عشرتش با استقبال
ز مومیائے اصلاح در[۲] زمانهٔ ما — شکسته بنود غیر قرعهٔ رمال
هلال دار نباشد دو روز ما یکسان — ز بسکه رو بترقی نهاده است احوال
زمانه راه تنزل ز هر طرف بسته است — چنانکه آب ز دریا برند در غربال
بهار آبی بر روی کار خاک آورد — که جوهری نشناسد بلور را ز سفال
جهان بهانه طلب گشته بهر سبزے — بای که نم ز دهن یافت سبز گشت خلال
عروج نشو و نما بین که همچو سبزهٔ خط — برخ ز آب عرق[۳] سبز گشت دانهٔ خال[۳]
نمو گرفته تر همچو آب فواره است — که تا ز صحن چمن سر زده[۴] است کشته نهال
صفای خاک بنوعی که ماهی اندر آب — ز اشتیاق زمین در زمان بر آرد بال
شگوفه سیم فشان بی نسیم تحریکی — کرم گهیست که بخشند پیشتر ز سوال
بدست رنگرز نوبهار در یک خم — قبای غنچهٔ گل سبز و پیراهن شد آل
برائے سبقت بیرون شدن شگوفه و برگ — به تنگنای رگ شاخ می کنند جدال
هوای ابر چنان نرم کرده آهن را — که از گرانی پا می شود رکاب دوال
ز امتزاج[۵] هوا آتش انچنان سیراب — که از سیاهی ذاتی بشست روی زگال
رطوبتیست زمین را که دانه در ته خاک — ز خویش آب بر آورده است چون همال
درین بهار گنهگر فرشته بنویسد — نم هواش بشوید ز نامهٔ اعمال
زمانه زان سان قانون اعتدال نواخت — کز آب و آتش آسوده شد دف قوال
هزار آیه بر آید[۷] نشاط تغیرش — اگر ز دفتر ننوشته[۶] کس کشاید فال
هلال دل خوشی اهل اکبر آدم — که از سر عید گرفتند کام دل امسال
بچشم مردم دار الخلافه عید نویست — غبار موکب شاه جهان جهان جلال

---

۱ درا، آید؛ درب،ج، آمد — ۲ درا، در؛ درب،ج: از

(۳-۳) درا،ج: مطابق متن؛ درب: زآب دهن گشت سبز — ۴ درب، سرزده است کشته نهال

۵ درب: امتناج؛ درا،ج: امتزاج — ۷ درب: برآمد؛ درا،ج: برآید

۶ درب: پیوسته؛ درا،ج: ننوشته

Marfat.com
Marfat.com

رسید کوکبهٔ صاحبقران ثانی را — زگرد لشکر کش ای آسمان بخویش ببال
بهار آب رخ خود فروخت تا که خرید — غبار راهش از توتیا فروش شمال
غبار[1] نعل سمندش بدیده که نشست — نشست منزلت توتیا بصف نعال
زفیض مقدم شه جوی آب حیوان شد — چه خوش بساحلش آمد سفینهٔ آمال
زرشک جودش ابر از وجود دلگیر است — بغایتی که زند خویش را به تیغ جبال
کفش کشاده چنان کاب دستش ار بجو رو — بگفتگو بگشاید زبان بستهٔ لال
به بزم جود مقدم نشین شاهان است — که بر عطاش تقدم نکرده است سوال
کسی که دست به فلسی نداشت از کرمش — بزیر پای در آورده مال چو پامال
گه سخاوت چون سیل سر بسر تعجیل — گه سیاست چون تیغ کوه پر اهمال
زبیم نهیش بی اذن در نیارد[2] شد — اگر بخانهٔ آئینه رو نهد تمثال
زپنجهٔ شیر بعهدش نشان خون[3] شکار — چنان بشست که زایل شد آل از چنگال
بود مناقب ذاتش ز مدح مستغنی — کبوتران حرم را چه زینت از خلخال
جهان بعهدش زانصاف انچنان پر شد — که در میانه سودا نیافت جا دلال
قضا نهان خود از رای او نمی پوشد — چو خسته که به پیش طبیب گوید حال
چنانچه شاه جهانست سایهٔ یزدان — بود زعرش برین نیز تخت او تمثال
بوصف تخت مرصع گهرفشان شده ام — خدا نصیب کند عمر نوح و طول مقال
هزار رسیلان یاقوت و صد بدخشان لعل — برد نمائی گرفتست تا نموده جمال
فتاده پرتو یاقوت و لعل بر الماس — چنانکه عکس چراغان فتد در آب زلال
زمرد گهنش تازه تر ز سبزهٔ نو — که اجتماع نقیضین را شمرده محال
طلای تخت[4] شدی آب آتش یاقوت — اگر نه قطره فشان میشدی ز لعل[5] لال
به پیش نقش و نگارش بهار باغ ارم — خجل زجلوه چو طاوس ریخته دنبال

---

۱ در ب، بخار؛ در ا، ج، غبار
۳ در ا: خون؛ در ب: چون؛ در ج: جون
۲ در ب: درنخواهد؛ در ا، ج: درنیارد
۴ در ا: بخت؛ در ب، ج: تخت
۵ در ا، ب: زلال؛ در ج: زلعل

Marfat.com
Marfat.com

توان ز آتشِ یاقوت او چراغ افروخت   که نه ز باد[1] رسد آفتش نه ز آب زوال
ندیده وصف توان کرد نقش که برق گهر   ز دور سوزد مرغ نگاه را پر و بال
اگر فروغ گهر های او به یاد آرند   ز تیرگی بدر آید طبیعتِ[2] جهال
ز فکر نقش و نگارش بکارگاه سخن   هزار رنگ بر آورد پرنیانِ خیال
به پای[3] تختِ خود آن کوکب گهر چو رسد   اگر بر افسر قیصر رسد[4] فتد بوبال
ز آب و رنگ جواهر شدست گلبندی   نگاهبانش اگر کرده تخت پوش از شال
بشکل کوه ولی پر حباب چون دریا   حباب مختلف الوان مختلف اشکال
به قیمتش نرسد فهم جوهری هرگز   چگونه کوه بسنجد ترازو مثقال
بهاندارد دیگر هرانچه خواهی هست   ز شان و شوکت و فر و شکوه و حسن و جمال
همیشه تا که بر آورنگِ زرنگار سپهر   نشسته خسروِ سیارگان باستقلال
به تخت[5] پادشهی همچو قطب ثابت باش   نه بیند اخترِ جاهت تغیرِ احوال

در تهنیت عید وزن مبارک و فتح دکن

در مدح شاه جهان و تعریف از عید وزن

گردون نشاط کود کے از سر چناں گرفت   کانگشتر کواکبش از کف[6] تواں گرفت
آں کس که پیر زاد ز مادر ملال وار   خود را ز انبساط طبیعت جواں گرفت
بوی گل هوانے ایام تا شنید   در باغ عمر[7] بلبل عیش آشیاں گرفت
در کوی میفروش ز ارزانی نشاط   هر تنگدست کامد[8] رطل گراں گرفت
از شیشه استفاضه انوار می کنند   عالم تمام مشرب اشراقیاں گرفت

---

۱ در ب: "آب" در متن و "باد" بر حاشیه   ۲ در ا: طبایع ؛ در ب، ج: طبیعت
۳ در ب: به پای تخت خود آں کوکب گهر چو رسید ؛ در ا، ج: به پای این تخت آں کوکب گهر چو رسید
۴ در ا: رود ؛ در ب، ج: رسد   ۵ در ب: "خجسته" در متن و "تخت" بر حاشیه نوشته است
۶ در ب: سر ؛ در ا، ج: کف   ۷ در ا: عمر ؛ در ج: دهر
۸ در ا: آمد ؛ در ب، ج: ساند

Marfat.com
Marfat.com

اکنون هجوم کام بود مانعِ وصال　　گل پُر شد آنچنان که در گلستان گرفت
بلبل ز بسکه برگ نشاطش فراخ شد　　گلزار در محوّطِ[1] آشیان گرفت
بخت و ستاره سرکشی از سر نهاده اند　　شاید گلاب از گُلِ انجم توان گرفت
یک بختِ خفته در همه عالم کسی نیافت　　از بس صلای عیشِ زمین و زمان گرفت
دورانِ ما چو چنبر دف دامِ عشرتست　　سامانِ عیش بین که گران تا گران گرفت
بنگر که در بهار چه گلهاش بشگفد　　اکنون که دهر کار بهار از خزان گرفت
زینسان که روزگار جوانمرد خوش اداست　　تاوان عمر رفته توان از جهان گرفت
این روی تازه که جهان را نموده[2] رو　　گوئی ز گرد موکب شاه جهان گرفت
صاحب قران ثانی کز حُسنِ عهدِ اُو　　گلزار دهر رونقِ باغ جنان گرفت
سامان عید وزن مبارک همی کند　　دوران که جمله حاصل دریا و کان گرفت
آمد هما بسایهٔ شاهین اُو نشست　　میزان ز وزنِ تا شرفِ جاودان گرفت
دوران ز خوان حشمت شاهی بخشش وزن　　اوراقِ نُه فلک را یک بیره پان گرفت
از مرکز خلافت ازین یک سفر که کرد　　شاهنشه زمانه زمین و زمان گرفت
از یک کشاده بال ز شهباز دولتش　　چندین شکار فتح شه کامران گرفت
تعداد قلعها و فتوحات چون کنم　　هر روز کشوری شه گیتی ستان گرفت
پیر و جوان چو[3] تیر و کمان از سپاهِ شاه　　هر جا قدم نهاد ز فتحی نشان گرفت
حکاک تیغ کند برد نام فتح را　　هر قلعه را که همچو نگین درمیان گرفت
گردون چو خاتمست در انگشت کنگرش　　آن قلعها که شاه سلیمان مکان گرفت
چل قلعه فتح شد که یکی دیوگیر بود　　کان را نمی توان بکمند و کمان گرفت
وان گونه مرتفع که اگر قلعه دارِ آن　　راضی شود توان کمک از آسمان گرفت
گوئی ز اتصال حصارش بآسمان　　دستیست کنگرش که ز گردون کمان گرفت
کوتاه بود شعر بلندم ز وصفِ آن　　مسطر بزیر پای سخن نردبان گرفت

---

[1] درج : محوّط باغ آشیان؛ در ل، ب: محوّط آشیان　　[2] در ل : نموده رو ؛ در ج : نمود روی
[3] در ج، ز ؛ در ل، ب : چو

Marfat.com
Marfat.com

مرغ سخن ز دفتر اگر پر برآورد — بر بام وصف آن نتواند مکان گرفت
کوهش ز چار سوی تراشیده آمدست — تا آسمان تواندش اندر میان گرفت
هرکس تراشش خارهٔ آن را نظاره کرد — مانند تیشه انگشت اندر دهان گرفت
گر کوه کندن این بود و زخم تیشه اش — رو نیست بیستون که ز ناخن توان گرفت
تحقیق عمق خندق آن[۱] گر کسی کند — باید ز امتداد زمان ریسمان گرفت
از رفعت خیبر و درب گر سخن[۲] کنم — خواهد نفس بقالب شخص بیان گرفت
تا شد ظفر برالکی و پالکی سوار — اودگیر و اوسه را همه در یک زمان گرفت
نصرت براهل انکی و تنکی گرفت تنگ — تا[۳] انچو الجزائی خط امان گرفت
در بحر شعر کشتی نامش روان نشد — آن قلعها که حضرت صاحبقران گرفت
از انچه تا کنارهٔ دریای شور رفت — پرکار فتح بین که گران تا گران گرفت
دریا بلب چو کاسه پر از شراب فتح — از سم اسب لشکر گیتی ستان گرفت
دار الخلافه قلعه آن شد طلسم گنج — زین[۴] قلعها که قدرتت از سرکشان گرفت
این ملکها به تیغ گرفتی و از تو خصم — انگشت حسرتست که اندر دهان گرفت
از غصهٔ گرفتن این ملکها عدو — گر آب خورد در گلویش استخوان گرفت
تا فتح قلعهای حباب است کار باد — تا تیغ موج عرصهٔ آب روان گرفت
هر ملک را که از پی فتحش شوی سوار — گیری همین که دست مبارک عنان گرفت
جاوید مان که کوکب بخت بلند تو — خواهد خراج[۵] عمر ابد ز آسمان گرفت

در تهنیت عید وزن مبارک و عید جلوس

در مدح شاه جهان و تعریف از برخورد دو عید

باز از دو عید مجلس ایام گلشنست — چشم طرب چو دیدهٔ بادشاه روشنست

---

۱ درل، او ؛ درب، ج : آن
۲ درل: ...ن ؛ در ب، ج : سخن
۳ ل لفظ "تا" ندارد
۴ درج : زین گنجها که قدرت السرکشان
درل، ب : زین قلعها که قدرت از سرکشان
۵ درب : چراغ ؛ درل، ب : خراج

Marfat.com
Marfat.com

بر گلبهای خاطرِ عشرت نصیب ماست　　تابیده آفتابِ طرب از دو روزنست
عشرت چناں رساست که در گلشنِ[1] مُراد　　گلهای عیش بر سرم افزون زدامنست
عیدِ جُلوس دوزنِ مبارک یکی شداست　　دل را براوج عیش دو بالا نشیمن است
دلها کشاده بستگی نیست ور بود　　پیشِ خدا و سایۀ اُو دست بستنست
صاحب قران ثانی شاهنشهٔ جهاں[2]　　کاقبال را ز خاک درش چشمِ روشنست
هندو جهاں ز روی عدد هر دو چُوں یکیست　　شه را خطاب شاهِ جهاں زاں[3] برهن است
از ابرِ خُلق اُوست که در بوستانِ دهر　　گلخن بفرقِ گُل زده مانند گلشن است
نقشِ چنین چُو نقشِ نگیں از درش نرفت　　آری نمی روند زجای که مامنست
هوشش فریبِ ظالمِ[4] عاجز نما نخورد　　داند که نالهٔ شاهد بیداد ها ونست
باخصمِ ناکشش مدد بخت چاره ساز　　بیهوده چُوں ز راه گزر گرد رفتنست
از شیشهٔ شکسته تراوشش نکردی　　تا فتنه را بگوشهٔ عزلت نشیمن است
قانون ضبط ملکش به هر سرزمیں که بست　　زنجیرهائی جاده در پای رهزنست
انجاکه سعی کرده در اصلاحِ مُفسداں　　آتش بسانِ باد هوا دارِ خرمنست
سررشته مخالفتش را کسی که یافت　　بی پود و تار زندگیش همچو سوزنست
گر سر بدانه طایرِ قدرش در آورد　　گردوں و انجمش همه یک مُشتِ ارزنست
جائی که اوج گیرد شهباز فطرتش　　پرواز طایرِ فلکی چشم جستنست
پیشِ نفاذ حکمش بادِ سبک عنان　　برجای خشک مانده تر از آبِ آهنست
در بزم کون کرده تقدم بر آبِ خضر　　تا با چراغ دولتِ اُو ربط روغنست
کف الخضیب دانی بر اوجِ چرخ چیست　　دستی که کبریای ترا باردامن است
شاهنشها! تمام فتوحاتِ تازه ات　　مانندِ آبِ تیغ تو بر خلق روشنست
بُت خانه نهشتِ جهادستِ بملکِ هند　　سرمایۀ بت اکنون دست برهمن است

[1] در ا : گلشن ؛ در ج : خاطر
[2] در ا : جهان ؛ در ب : زمان
[3] در ب : زان برهن ؛ در ا : جهانی برهن
[4] در ا : ظاهر ؛ در ب، ج : ظالم
[5] در ا، ج : مدد ؛ در ب : بنود

Marfat.com
Marfat.com

در بحر رزمگاه که سرها حباب اوست
با دیست تیغ تو که سر و تن بهم زنست

یکتا له راه ملک بماهی گرفته
طی اللسان ز وصف چنیں جلدی الکنست

آں قلعها به تیغ گرفتی که آفتاب
چوں شمع نیم سوخته نزدش فروتنست

هر گنج گوهری که گرفتی ز سرکشان
افزون ز ضبط حوصلهٔ بحر مخزنست

دریا بروز جود تو لرزد بخویشتن
پوشیده نیست لرزشِ نوبت معین است

شاها! ز دستِ همتِ عالم نوازِ تو
با نالهٔ بحر و با جگر خسته معدنست

دریا حباب برکف عینک فروش گشت
کم مایگیش بر همه امروز دشمنست

چوں مدحتم باوجِ ثنایت نمی رسد
گر ختم بر دعا کنم ایں صرفه منست

تا بهره ترا ز و از قسمتِ ازل
گه سنگ و گه زر و گهر و گاه آهن است

خصمت همیشه سنگِ حوادث نصیب اوست
سرگشته را مناسبتی با فلاخن است

در تهنیتِ عید و مدحِ میر جمله

در مدحِ روح الامین

قدسیان کردند مشقِ نامِ آں فرخنده فال
شکلِ نون بر لوحِ گردوں نیگرانیک از هلال

پادشاهِ کشورِ دانشوره روح الامین
آنکه از ضبطش مزاجِ دهر دارد اعتدال

بر فلک هر برگ او گردد زبان طعنه
گر بیاد رفعتش در باغ بنشانی نهال

چوں بنونِ اسمِ او دارد مه نو نسبتے
زیں شرف در نه فلک اختر نیفتد در وبال

از فلک پیش از شبِ عید ار نخواهد ماه نو
سینهٔ بازش نماند آسماں از بس هلال

آسمان قدرا! مه نو جلد تن لب گشته است
غالباً بوسیدنِ دستِ تو دار[illegible]یان

زیں خجالت کز درت یک ماه روگرداں شده[1]
جبهه دارد گونی [illegible] زبیه گرد انفعال

چوں به بوسم دستِ زرپاش ترا در روزِ عید
می شود زریں لبم زیں فیض مانند هلال

دستِ دُرپاشِ ترا امروز هر کس بوسه داد
در دهانش رشتهٔ دنداں شود عقدِ لآل

---

[1] در ا، ب: شده؛ در ج: شده است

Marfat.com
Marfat.com

خصمت از ہر روز عیدی می کند نبود عجب
تا سر آید عمر او تعجیل دارد ماہ و سال

نام نیکویت جہان بگرفت گویا نقطہ ایست
درمیان حلقۂ نونش جہان بایی جلال

ماستانندہ نباشد زاں کہ نقص ہمتست
نجرت جان از عدو نگرفت ہنگام قتال[۱]

خامہ اندر دست تو چوں نامہ از ہم وا شود
بستگی را خوش ندارد آں کف دریا نوال

تا کند کسب سعادت از در و دیوار تو
بر سر جامت ہما پیوستہ بکشاداست[۲] بال

از حروف حلقہ دارش حلقہ در گوش افگند
گر نجواہم بیتی[۳] از دیوان تو بر اہل حال

جند دیوان تو کز بہر جلدش در ختن
پوست را از تن بدنداں میکند بیروں غزال

لفظ بر معنی دلالت می کند و زبس ظہور
در ہمہ اشعار تو معنی بود بر لفظ دال

نقطہ بر فوق حروفش ہمچو اختر بر سپہر
تحت الفاظش نقط چوں در تہ دریا لآل

خلعت الفاظ بر قد معانی دوختہ
راست ہمچوں جامۂ[۴] کلک تو بر بالای نال

گر ز کلک سحر سازشش[۵] نقطہ گیرد الف
پشت او از بار معنی خم شود مانند دال

بسکہ مربوط اند معنیہا بہم چوں سلسلہ
جزوہا یابند بے شیرازہ باہم اتصال

معنی از کلکت جدا نبود کہ از بس التیام
ریشہا در خامہ ات معنی فرو بردہ زنال

چونکہ دارد نسبتی با دفتر اشعار تو
دفتر گل را نپا رد رو[۶] بہم باد شمال

از پی تذہیب او خورشید راحل کردہ اند
تا ز سرلوحش بسازند آفتاب بے زوال

آسماں افتادہ در پیش مذہب چوں صدف
وز شفق شنجرف در وی سودہ بہر رنگ آل

در ضمیرم ہست معنیہا ولی بس می کنم
کز پریشاں گفتنم نگرفت صاحب را ملال

ہاں کلیم از حال خود حرفی نگوئی زینہار
تا دعا باشد کسی ہرگز نگوید شرح حال

تا جدا اندیکیں را از شمال ادراک شخص
تا بنزد عقل باشد دوست غیر از بدسگال

دوستت دلشاد بادا ہمچو اصحاب الیمین
بدسگالت خستہ جان مانند اصحاب الشمال

---

۱ در ا: جلال؛ در ب، ج: قتال

۲ در ب، ج: بکشودہ است؛ در ا: بکشاداست

۳ در ا: ہستی؛ در ب، ج: بیتی

۴ در ا، ج: جامہ؛ در ب: خامۂ

۵ در ا: سازد؛ در ب، ج: سازشش

۶ در ا: زد؛ در ب: رو

Marfat.com
Marfat.com

تعریف مسجد اجمیر و تاریخ آن

تاریخ اتمام مسجد شاه جهان

ای سوادت در دل عالم سویدا را نشان ‌ ‌ ‌ چون دل ارباب عرفان نور بر عالم فشان

من نگویم کعبه لیک این قدر گویم که هست ‌ ‌ ‌ جبههٔ اوتاد عاشق سجدهٔ این آستان

صفحهٔ رخسار دیوار[۱] ترا تا دیده است ‌ ‌ ‌ تنگ آمد[۲] ز اختلاط آئینه آئینه دان

پرتو انوار[۳] تو چون عالم افروزی کند ‌ ‌ ‌ صبح را گردد نفس انگشت حیرت در دهان

گمرهان را تا فروغ آتش منزل شده ‌ ‌ ‌ گم نگردد در بیابان نیز راه کاروان

از صفا و نور پاشی دیدهٔ عالم توئیه ‌ ‌ ‌ پیش و پس صفهای طاعت از تو چون مژگان عیان[۴]

خانهٔ فرشت ولی از جبهه پاکان بود ‌ ‌ ‌ ز احترامت در تو فرش تازه افتد هر زمان

از سجود جبههٔ نورانی اهل صلاح ‌ ‌ ‌ شد[۵] فضایت همچو صحن آسمان اختر نشان

گر نه صاحب خانه بروی قدرت خود را بکار ‌ ‌ ‌ چون توان گنجاند چندین فیض را در یک مکان

رایگان فیض سماوی را کجا داری قبول ‌ ‌ ‌ طاعت مقبول بالا می فرستی پیش از آن

پادشاه پادشاهان را سزای[۶] لاجرم ‌ ‌ ‌ بر درت پیوسته باشد پنج نوبت از اذان

شکل محرابت کمان بازوی ایمان بود ‌ ‌ ‌ وز دعای مستجاب آماده تیر این کمان

مسجد آرا نیست می زیبد امامش جبرئیل ‌ ‌ ‌ خلوت روحانیان را شمع باید بی دخان

داده[۷] ایمن حرمت اجمیر را فیض حرم ‌ ‌ ‌ سرنوشت ساکنانش نیز جز خط امان

زین محل فیض هر حاجت که می خواهی بخواه ‌ ‌ ‌ می توان صد دسته گل بست از یک گلستان

دست استاد قضا تا از رخامت ساخته ‌ ‌ ‌ رو سفیدی ابد آماده شد[۸] [illegible] کان

---

۱ ا، رخسار دیوار ؛ ج، دیوار رخسار ‌ ‌ ۲ ا : آمد ؛ ج : اندر

۳ ا : انوار ؛ ب : رخسار ؛ ج : دیوار ‌ ‌ ۴ ا : عیان ؛ ب، ج : نهان

۵ ا : ای ؛ ب، ج : شد ‌ ‌ ۶ ا : سزای ؛ ج : سرای

۷ ا : داده یمن حرمت جبریل ؛ ب : دادا ایمن حرمت اجمیر ‌ ‌ ۸ ا : شد ؛ ب، ج : گشت

Marfat.com
Marfat.com

بحرِ پاکان[1] تا درا جرِ این بنا گردد شریک   در لباسِ مرمری شد آب دریا ها نهان
می توان کردن وضو از آبِ سنگِ مرمرت   کعبه دیدستی که از سنگش بود زمزم روان
ای ستونت شمعِ کافوری بزمِ[2] اولیا   منبر و آلات در رفعِ عملها نردبان
ای فروغِ مرمرت در نیتِ فرضِ عشاء   میگذارم فرضِ صبح آید همیشه بر زبان
آسمانِ فیض را صبحِ سعادت پرتوی   آفتابت روی نورانی طاعت پیشگان
بر نمازت صورتِ اتمام فایض نا شده   می برند اجرِ اش را یک یک بافلاک ارمغان
بازین هرگز عباداتت نمی شد آشنا   گر نمی آمد نمازت را تشهد در میان
نیست در وی حاصلِ اوقاتِ اهلِ طاعتت   جز دعای ثانی صاحب قرآن شاه جهان
تقویت از بسکه عهدش میدهد اسلام را   نام ضعفِ اعتقاد آخر برافتد از جهان
توبه را هم[3] لشکرِ عصیان نمی آرد[4] شکست   قوتِ دین را به بین در پیروی آخر زمان
این زمان از سجده یزدانست پیشانی کبود   هر سری کز صندلِ بت داشت از سرخی نشان
در بنای خیر این سعی که دارد همتش   حاصلِ کان جمله خواهد گشت آخر حرفِ کان
گر نه تعمیرِ[5] جهان کردی به حکمِ معدلت   از برای کشتِ دهقان جا نماندی در جهان
کی ز بحرِ مدحتِ او سوی ساحل میرود   گر ورقهای سفینه جمله گردد بادبان
در پناهِ قدرتش بازوی بی زوران قویست   تا بآن غایت که گوهر سفته گشت از ریسمان
کبک اکنون میکند از سینهٔ شهباز پر   تا از آن سامان کند نقش و نگار آشیان
تیغِ او آن روز در بازار[6] شهرت جلوه داشت   کز نهیبش مغز شد خلوت نشینِ استخوان
تیرِ او در روی دشمن گفت پیغامِ اجل   شمع را هر چیز در دل هست آید بر زبان
گرچه هفت اقلیم را در قبضِ حکم آورده است   لیک دستِ همتش چیزی نگیرد جز عنان
بسکه با اعدای او زخمِ[7] حوادث خو گرفت   دشمنش را بعدِ مردن شانه گردد استخوان

---

[1] ل : باکان ؛ ب : پاکان

[2] ل : بزم ؛ ب : به بزم

[3] ل : "هم" ندارد ؛ ج : دارد

[4] ل : یارد ؛ ج : آرد

[5] ب : "تعمیری" 'ی' زاید است

[6] ل : بازار ؛ ب، ج : میدان

[7] ل : دست ؛ ب، ج : او زخم

Marfat.com
Marfat.com

خصم جاهش را که بی برگی بُوَد سامان او	جغد باشد هم متاعِ خانه و هم پاسبان
دشمنش را بهرهٔ از دستگاهِ خویش نیست	شاخ بیجامه نمی پوشد ز زرهای خزان
خلق او را هیچ مکروهی نباشد ناگوار	بر دل آیینه عکسِ زشت کی باشد[1] گران
بحرِ حلمِ او نگردد ابروی موجش ترش	گر شود طوفانِ مکروهات او را میهمان
کی شود آگاه از کنهِ کمالاتش سپهر	ساحل از دریا نه بیند غیر سطحی در میان
آورد سیمرغ[2] را صیاد[3] معنی در قفس	گر بگنجاند[2] حدیثِ شانِ او را در بیان
در زمانش بسکه دوران سازگاری میکند	مجرم اندر خانهٔ زنجیر باشد میهمان
سرفرازی با خود آورد است شمع بختِ او	سربلندی در دل کان بوده بهره با سنان
گر حدیثِ قدرتش از دل بسوی لب رود[4]	زخمه اندر سد دندان افتد از تیغ زبان
وصف رایِ بی خطایش بر زبان گر بگزرد	ره نیابد در حریم گفتگو سهو اللسان
رونقِ کار سپهر او داد ورنه پیش ازین	ماهیش بی آب بود و دیو او بی ریسمان
آرزوی خاکِ پایش میکند دوران ولی	نرخ می پرسد همی مفلس ز کالائی گران
تا همیشه قبلهٔ اسلام سمتِ کعبه است	قبله گاهِ آرزو بادا جنابش جاودان
مسجدش کان کعبهٔ ثانیست تاریخش بود	"کعبهٔ حاجاتِ دنیا مسجدِ شاه جهان" ۱۰۴۷

---

[1] ا: آید؛ ب،ج: باشد

[2] ا: نگنجاند؛ ج: بگنجاند

[2-3] ا: سیمرغ راصیاد؛ ب: صیاد را سیمرغ

[4] ا: آورد؛ ب: رود

Marfat.com
Marfat.com

قطعات

بواسطهٔ قرضداری خود گفته

از بزرگی طلب ادائی قروض خود را کرده است

ای خداوندی که باشد نسبت انعام تو   راست با حرص و طمع چون نسبت دست و دهان

دست جودت از جهان رسم قناعت برفگند   میکند اکنون هما پهلو تهی از استخوان

نقطهٔ تنگ بر سر دریا نهد ابر از حباب   بحر دستت را اگر روزی ببیند دُرفشان

چون یکی مردود جودتست از بهر همین   حاملهٔ نارد در ایام تو غیر از تو امان

همتت می خواست یک را از عدد بیرون کند   گشت آخر وحدت واجب شفاعت خواه آن

کامبخشا! از هجوم قرض خواهان میکشم   آن پریشانی که زهرا ز دست صاحب همتان

قرض خواهان همچو آب ارچه برویم میکشند   گر شوم آب از حیا و در زمین گردم نهان

من که چون عیسی بجردگشته ام از مفلسی   میگریزم از کف ایشان کنون بر آسمان

در زمین صدره فرو رفتم ز بس شرمندگی   شور بختی من ندیدم از زر قارون نشان

پشت سر می بایدم خارید از شرمندگی   وز تهی دستی بدستم نیست اکنون ناخنان

بس که هردم بر سر راه من آیند این گروه   در گمان افتم که من معشوقم اینان عاشقان

قافیه گر شایگان افتاد عیب من مکن   شایگان بندم همی بر یاد گنج شایگان

بس که مسکینم ز بار قرض ایشان بعد مرگ   استخوانم بر هما باریست چون کوه گران

دست از من بر نمیدارند بهر هر درم   تا نمیگیرند از من همچو قارون صد ضمان[1]

روزگار از قرض ایشان داشتی مانند من   می نمود تندی[2] ز رفتن منع اجزای زمان

---

[1] ا، ج: ضمان ؛ ب: زبان   [2] ا: مینمودی ؛ ج: مینمودندی

Marfat.com
Marfat.com

کاشکی میداشتی تا روزگار دولتت — می بماندی در جهان چون نام نیکت جاودان
مردمان گویند مفلس در امان حق بود — سایهٔ حق چو توئی زان از تو می خواهم امان

در قلعهٔ شاهدرک گفته

هنگامی که در بیجاپور مورد سوءظن قرار گرفته و به حبس افتاده است

فلک قدرا! نمی پرسی که گردون — چرا آزرد ما را بی محابا
چرا زد راه بیمار غمی را — که می آمد بدرگاه مسیحا
حدیث طرفهٔ دارم که باشد — برای بی دماغان به ز صهبا
بعزم سیر بیجاپور گشتیم — رهی با اختری خوش دشت پیما
دو بال طایر شوقیم هر دو — نمی بودیم یک ساعت شکیبا
ولی آخر ز چشم زخم گردون — عجایب سنگ راهی گشت پیدا
بچنگ راهداران اوفتادیم[1] — چگویم تا چها کردند باما[2]
همه اندر تجسس موشگافان — همه در کنج کاوی ذهن دانا
بسرحد[3] عدم گر جای گیرند — نخواهد رفت بیرون کس ز دنیا
یکی گوید که دزدانند باشند — به زندان چند که زنجیر فرسا
دیگر گوید که جاسوس فلانند — که از تفتیش ما گشتند رسوا
یکی میگوید ایشان را بکاوید — که شاید نامهٔ گردد هویدا
زبس تفتیش از هم میکشودند — اگر در بار ما بودی معما
بجرم این که می ماند بنامه — کشیدند استخوانها را ز اعضا
سواد نامه را می ماند شستیم — سیاهی را باشک از چشم [illegible]یا
در آن غوغا ز ترس خود دریدند — ملایک نامهٔ اعمال ما را
بغیر از سرنوشت بد که گم باد — نوشته همره ما نیست اصلاً

---

۱ ا: اوفتادیم؛ ب: افتاده اما
۲ ا: باما؛ ب: مارا
۳ ا: بسرحد؛ ب: بسرکتم

Marfat.com
Marfat.com

کنون در چنگ ایشان مبتلایم — نمی دانیم چاره جز مدارا
چون مژگان پیش چشم ایستاده — سیاهان روز و شب بهر تماشا
ز بهر پاس[1] هندوهای با تیغ — چو ما استاده دایم بر سر ما
برای ضبط ما پر بسته مرغان — همه هم پشت همچون موج دریا
عجب دارم که با این منع جاده — ز نقش جبهه هر بی سر و پا
اشارت کن که چون اقبال کردیم — بخاک آستانت جبهه فرسا

در قلعهٔ شاهدرگ گفته

در مدح شاهنواز خان موفقی که ظاهراً تحت نظر قرار گرفته بوده است

حدیث شکوهٔ گردون بلند خواهم کرد — مگر بدرگه خان جهان رسد فریاد
پناه اهل هنر شهنواز خان که کند — ز رای روشن او آفتاب استمداد
جهان بذات عدیم المثال او نازان — بدان مثابه که اهل هنر باستعداد
کشد شمار عطاهای بی حدش هردم — ز صفر حلقه بگوش مراتب اعداد
خرد ز وسعت میدان همتش گفته — هزار برهان بر لاتناهی ابعاد
بعهد عدلش خنجر کشیده می آید[2] — بانتقام کشیدن چراغ در ره باد
دمی که خامه نگارد حدیث قدرش را — سیاهی شب قدر آورم بجای عداد
قضا بهفته و ایام کرد تعبیرش — چو تیغ تیزرسش پیوندهای دهر کشاد
ز شرم ناخن اندیشه اش همی فگند — سر خجالت در پیش تیشهٔ فرهاد
زهی شکسته اهل هنر درست از تو — چه[3] واقع است که ما را نمی کنی امداد
سزای بی گنهان گر چنین بود چکنم — بفرض اگر گنهی کس بما کند اسناد
بگنج ده من سی روزه مست رسوا را — زمانه چله نشین کرده است چون زهاد
روا بود که فراموش کرده از من — خصوص از پی صد گونه شکوه و بیداد
گرفتم این که رهم میدهی بخاطر خویش — ز بسکه مضطربم زود میروم از یاد

---

[1] ا : هندوهای پاس ؛ ب، ج : پاس هندوهای
[2] ا : آمد ؛ ب، ج : آید
[3] ا : واقع است ؛ ب ، دل تو بیست

Marfat.com
Marfat.com

رضای آمدن از نیست رخصت رفتن — کرم نما که درین ره نمی توان استاد
بدان مثابه ازین آمدن سبک شده ام — که همچو موج به پس میروم ز جنبش باد
هزار کوه غمم سنگ[1] راه شد تا کے — ز نوک خامه کنم کار تیشهٔ فرهاد
کلیم گوهر از زنده ایست حیرانم — که از کجا بکف طالع زبون افتاد

تعریف مرقع پادشاهی و تاریخ اتمام آن

در مدح شاه جهان و توصیف مرقع شاهی

پروردهٔ کدام بهارست این چمن — کز بهر دیدنش نگه از هم کنیم وام
هر خط آن چون خطهٔ کشمیر دلفریب — وز حلقهٔ حروف براه نظاره دام
از دیدنش نظارگیان مست می شوند — زانکه[3] بادهٔ که دایرها را بود بجام
از بس که دیده خیره شود در نظاره اش — نتوان شناخت نقطه کدامست و خط کدام
یاقوت ثلث این خط اگر می نگاشتی — مستعصمش بدیده نشاندی ز احترام
تذهیب داده شاهد خط را چه زینتی — آری شفق فزوده بحسن جمال شام
آراسته بهشتی تصویر حوریان — حوری که باشد آن را غلمان کمین غلام
چسپان شد اختلاط خط و صورتش بهم — پیچد بموی طرهٔ تصویر زلف لام
مو از زبان چو خامهٔ نقاش سر زند — نطق از ز حسن صورت او سر کند کلام
تصویر و خط چو صورت و معنی قرین بهم[2] — وز اتحاد کرده در آغوش هم مقام
تمکین حسن[4] اگر نشدی مانع آمدے — در باغ صفحه شاهد تصویر درخرام
چندین هزار نقش بدیع انتخاب کرد — دوران که شد مرقع شاه جهانش نام
صاحبقران ثانی از اقبال سرمدے — شاه ستاره لشکر خورشید احتشام
کوه وقارش ار فگند سایه بر بحار — مانند سطر موج بیک جا کند مقام
شاهنشهی که پیر مرقع لباس چرخ — ذکرش دعای دولت او شد علی الدوام
تاریخ شد "مرقع بی مثل و بے بدل" — چون این سواد گلشن فردوس شد تمام

---

[1] ا: سنگ؛ ب: سد
[2] ا: بهم؛ ب: هم
[3] ا: آن؛ ج: زان
[4] ا: حسن؛ ب: خط

Marfat.com
Marfat.com

تعریف مرقع پادشاهی

در توصیف از مرقع شاهجهان

نقش بند کارگاه صنع همچون زلفِ یار[1] | نقش پرکاری دگر بر روی کار آورده است
از بهار گلشنِ فردوس رنگین نسخهٔ | کاتب قدرت برای روزگار آورده است
نازم این زیبا مرقع را که چون روی بیان | صفحه اش خطی بخونِ نوبهار آورده است
این مرقع نیست غوصی[2] کرده غواصِ قلم | یک صدف لبریز دُرِ شاهوار آورده است
محضر خوبی بخطِ جمله استادان رساند | میرسد فخرش مسجّل[3] افتخار آورده است
حُسنِ خطش بسکه کامل شد سپهر از کان صبح | بهر تذهیبش زرِ کاملْ عیار آورده است
رُوحِ مانی عندلیبِ گلبنِ تصویرِ اُوست | این گلستان این چنین بُلبل هزار آورده است
از تحرک خامهٔ نقاشِ جادوکارِ اُو | پنجهٔ تمثالها را رعشه دار آورده است
سحرکاریِ قلم در گوشهٔ چشمِ بُتان | دلبری را همچو مژگانِ آشکار آورده است
جلد را شیرازهٔ جمعیتِ خاطر از وست | کاین چنین زیبا نگاری درکنار آورده است
طرحِ این گلشن شه جنت مکان کرد از نخست | این زمان لیکن گلِ اتمام بار آورده است
حُسنِ سعی ثانی صاحبقران شاه جهان | آب شادابیش اندر جویبار آورده است
آن شهنشاهی که این پیرِ مرقع پوش[4] چرخ | نقد انجم بر درش بهر نثار آورده است
باد عهد دولتش پیوسته تا روزِ شمار | کو بعالم رسمِ جودِ بی شمار آورده است

تاریخ فتح بلخ

شکر خدا را که یک توجهٔ اقبال | زد دو گلِ فتح تازه بر سرِ دوران
همچو خدنگی که بگذرد ز دو نخچیر | گشت بیک دفع فتح بلخ و بدخشان

---

1 ا، زلفِ یار؛ ب، نوبهار
2 ا: غوصی؛ ب: عوضی
3 ا، ج: سنجل، ب: مسجل
4 ا: مرقع بوس؛ ج: مرقع پوش

Marfat.com
Marfat.com

شاہد این فتح را رسد ز نکوئی — گیرد اگر رونما ولایتِ توران
چون گہر فتح پادشاہ زمانہ — گوہر دیگر نہ بحر دارد و نہ کان
لشکرِ اقبال سُرخ روی شد از فتح — رنگ ز خون ناگرفتہ چہرۂ میدان
والی بلخ از حدیث کردی و تردی — گشت زِ[1] گرد سپاہ فتح گریزان
در عوض از دست دشمنت چہ برآمد — اینکہ دہ انگشتِ خویش کند بدندان
ثانی صاحبقران و شاہجہان را — دادہ خدا بختِ[2] ملک گیر ز شاہان
عزتِ اقبال تو بہ مذہبِ افلاک — واجب و لازم بسانِ حرمت مہمان
از سر دشمن چو مایہ یافت سنانت — یافتم آن روز معنی سر و سامان
خصم ترا سر بلند از سر زانوست — کرسی زانو کجا و تختِ سلیمان
بسکہ برو روزگار تنگ گرفتہ — دشمن تو در حصار رفتہ ز دامان
بر سر خوان مصیبت است ہمیشہ — چشم عدویت ز رشک شور نمکدان
بختِ بلند چو یافت خلعتِ ایجاد — غالب مطلق خطاب یافت ز یزدان
از صفِ اقبالِ شاہ یکہ سواریست — شعلہ کہ تنہا زند بہ قلبِ نیستان
تاکہ نہیبِ صفِ سپاہِ تو دید — چشم عدویت رمیدہ از صفِ مژگان
چون شود از شکلِ نعل اسبِ سپاہت — صورتِ دامی زمین عرصہ توران
دانہ شود قطرہای خون عدویت — صید گرفتار اُو ہمہ تن بی جان
فتح شود باغبان گلشن رزمت — معرکہ از خون دمی کہ گشت گلستان
فتح بہ تیغت قسم خورد کہ ندیدست — ہمچو سپاہت ظفر پناہ بہ دوران
جامہ سُرخ ار نیافت نیست شگفتہ — تیغ تو در روزِ عید رزم چو طفلان
از پی تاریخ فتح قبتہ الاسلام — برد چو غواصِ فکر [illegible] بان
رایت والی ملک پست شد و گفت — "بلخ مبارک بود بہ سایۂ یزدان"

---

[1] ب : ز ؛ ج : از

[2] ج : ملک بخت گیر ؛ ب : مطابق متنِ ہذا

Marfat.com
Marfat.com

تاریخ وفات مُمتاز محل

گوهری ارجمند از کفِ شاه　　رفته کز دیده خون نمی بندد
حاصلِ هر دو کون شاه جهان　　بدهد گر به سلک پیوندد
رختِ گُلگُون شفق نمی پوشد　　که بجز سیاه نه پسندد
آسمان بر سر از مه و خورشید　　چهرهٔ زرد گر نمی بندد
گشت[1] تاریخِ این مُصیبتِ عام　　"صبحدم زین الم نمی خندد" ۱۰۴۰ھ

---

[1] ا: گشت ؛ ج: گفت

Marfat.com
Marfat.com

غزلیات

۱

بدل کردم بمستی عاقبت زهد ریائی را
رسانیدم بآب از زمین می بنیاد تقوی را

زسینه این[1] دل بی معرفت را میکنم بیرون
چرا بیهوده گیرم در بغل مینائی خالی را

تعلق نیست با جان گر نیفشاندم بپای او[2]
من بیدل نمی فهمم تکلفهای رسمی را

گذشتن از جهان نادید ز پای همت هرکس
نباشد هیچ معجز بهتر از تجرید عیسیٰ را

بود آرایش معشوق حال درهم عاشق
سیه روزی مجنون سرمه باشد چشم لیلیٰ را

پس از درد جدائی محنت ایام ننماید
زآتش هیچ پروا نیست دور از آب ماهی را

دو مصرع در سبکروحی کلیم آن طور می باید
که در پرواز شهرت بال باشد مرغ معنی را

درین چمن چو گلی نشنود فغان مرا
کجاست برق که بردارد آشیان مرا

حدیث زلف تو از دل بلب چو می آید
بسان خامه سیه می کنند زبان مرا

زبس که مانده ز پروازم اندرین گلشن
ز نقش پا نشناسند آشیان مرا

بزندگی نشستی به پهلوم هرگز
مگر خدنگ تو بنواز د استخوان مرا

چو نخل شعله به باغ جهان به یک عالم
نه کس بهار مرا دیده، نه خزان مرا

چو شمع در ره باد صبا سبک روم
نسیم وصل تو اندر [illegible] ان مرا

ندید کوچه زخمی که ره بدر نه رود[3]
چو بر دلم گذرانستا دلستان مرا

---

[1] ا: اے؛ ب، ج: این

[2] ا: تو؛ ب، ج: او

[3] ا، ج: رود؛ ب: برد

Marfat.com
Marfat.com

زبس که نقش سیه چرد کان بدل جا کرد   به تن سیاه چو رگ ساخت استخوانِ مرا

کلیم وام کن از خامه همزبانی چند
که یک زبان نکند شرحِ داستانِ مرا

لب فرو بستم زیان دارد زبان دانی مرا   چشم پوشیدم نمی زیبید عریانی مرا
شانه در زلفِ تو بادی میدهد از حالِ من   بی تو زینسان درمیان دارد پریشانی مرا
نکته سنجی چیست عیب کس نفهمیدن که چیست   می کند فهمیدگی تعلیمِ نادانی مرا
یک دو گامی از سرِ کویش سفر خواهم گزید   باز پس گر نا آورد اشکِ پشیمانی مرا
بندگی را در رهِ خدمت زبس[1] شایسته ام   می شود داغِ غلامی خطِ پیشانی مرا
گرچه خوارم عزتم این بس که در بیع نیاز   میدهی خود را بمن تا آنکه بشانی مرا
گرچنین از بارِ غم خواهم بخود رفتن فرو   شمع سان آخر کند دامن گریبانی مرا
از خرابی کس نمی گردد بگردِ خانه ام   پاسبانی نیست مشفق تر ز ویرانی مرا
روشناسِ ابرِ رحمت گشته ام از فیضِ او   عاقبت آمد بکار آلوده دامانی مرا

گرم کردم جائی خود در گوشهٔ گلخن کلیم
کی دگر از جا برد تختِ سلیمانی مرا

بگذاشتم بهم بد و نیکِ زمانه را   آزاده ام نه دام شناسم نه دانه را
سرمای سردمهریِ گل بود در چمن   آتش زدیم خار و خسِ آشیانه را
کنجِ قفس بایمنیِ او بهشت نیست   بی دام دیده ایم درین گوشه دانه را
از حلقهای زلفِ تو داغم که می دهند   انگشترِ سلیمان انگشتِ شانه را
تیرِ مرادِ من به هدف بر نمی خورد   در خانهٔ کمان بنهم گر نشانه را
خواهم اگر ز گوشهٔ عزلت برون روم   گم می کنم ز نابلدی راهِ خانه را

در کوی یار سر بنه و خود برو کلیم
با خود مبر امانتِ این آستانه را

---

[1] ل : زبس ؛ ج : بسی

Marfat.com
Marfat.com

نیلگوں شد فلک از تیرگی اختر ما / گرد و آیینہ سیہ تاب ز خاکستر ما
بیکسانیم گذاری بشر ما کہ کند / مگر از گریہ گہی بگذرد آب از سر ما
ای دل انگار کہ چوں تیغ بہ بند اوفتادیم / بہر آنست کہ ظاہر نشود جوہر ما
نہ تدرو[۱] دیم نہ طاؤس چہ دریا دیدہ است / کہ پر دیدۂ دام از پی بال و پر ما
روی گرمی چو نہ بینیم بہ کس وا نشویم / نخل مومیم، بجز شعلہ نچیند[۲] بر ما
لشا از بادہ ندیدیم و طرب در مستی / خاک محنت زدۂ بود گل ساغر ما
اشک اختر ہمہ از دیدۂ گردوں بچکد / مصلحت نیست کہ دودی بکند مجمر ما
پیش این جوہر مانی کہ درین بازارند / قیمت رشتہ فزوں تر بود از گوہر ما

نیست دور از اثر طالع پست تو کلیم
کہ بچاہ افتد اگر سیر کند اختر ما

ز تیغش چاک شد دل چوں نہاں سازم[۳] غم او را / گریباں پارہ شد گل را کجا پنہاں کند بو را
سپہر دوں در فیض آنچناں بستہ بر عالم / کہ سیلاب بہاری ترنمی سازد لب جو را
سخن در ہر زبان بے رحمت تعلیم می گوید / اگر طوطی بہ بیند یک رہ آن چشم سخن گو را
بہ کنج گلخنم نہ بستری باشد نہ بالینی / چو خاکستر بر اخگر می نہم پیوستہ پہلو را
ز رسوایی بعالم عیب من شد فاش و آسودم / کہ دیگر در حق من ہیچ حرفی نیست بدگو را
نروید سبزہ از ہر جا نمک زاریست حیرانم / کہ خط چوں سبز و خرم میکند لعل لب او را

بہ زاری کام دل حاصل تواں کردن کلیم اما
مقید ہمچو بلبل گر شوی یار تنک خو را

ہیچ دلسوزی نہ داند چارۂ کار مرا / شمع بہ گریزد اگر بیند شب تار مرا
دست ہر کس را بسان سبحہ بوسیدم چہ سود / ہیچ کس نکشود آخر عقدۂ کار مرا
ماندہ در قید لباسم زانکہ گاہی میفروش / می ستاند در گرو این کہنہ دستار مرا
ہیچ نقش پا ندارد بام و در ویرانہ ام / روزگار از بسکہ کوتہ ساخت دیوار مرا

---

۱ ا: این بیت ندارد و از نسخہ ج نقل شدہ است   ۲ ا، نچیند؛ ب، نچیند

۳ ا: سازم؛ ب، ج: سازد

Marfat.com
Marfat.com

خوردنی زخمست و آشامیدنی خونِ جگر | چون کنم این سازگار افتاده بیمارِ مرا
گر سیه روزم دلے چون سرمه خواهانم بسیست | روشنی از من بود چشمِ خریدارِ مرا

نزدِ رندان قول و فعلِ من سند باشد کلیم
سهل باشد زاهد از بد گفتهٔ اطوارِ مرا

بهر منزل فزون دیدم ز هجران زاری دل را[1] | خوشا حالِ جرس فهمیده است آرامِ منزل را
ز شوقِ هند زانسان چشم حسرت بر قفا دارم | که رو هم گر براه آرم نمی‌بینم مقابل را
چمن را غنچهٔ نشگفته بسیار است می‌ترسم | که در گلزار ایران هم نه بینم شادمان دل را
اسیرِ هندم و زین رفتنِ بے جا پشیمانم | کجا خواهد رساندن پرفشانی مرغِ بسمل را
اگرچه هند گر وابست امان از وی نمی‌خواهم | نگیرد دست استغنائی من دامانِ ساحل را

بایران می‌رود نالان کلیم از شوقِ همراهان
بپائے دیگران همچون جرس طے کرده منزل را

هر کس بقبلهٔ کرد روئی نیاز خود را | هندو صنم پرستد من سَر و نازِ خود را
بگذاشت آستانش در جبهه ام سجودے | بے سجده میگذارم اکنون نمازِ خود را
شمشیر[2] آزمودن بر مرده از تو خوش نیست | ضایع بصیدِ اعیا رمپیشند نازِ خود را
چون شیشهٔ شکسته در شان طاقتم نیست | آن قدرتی که پوشم یک لحظه رازِ خود را
در کنجِ نامرادے تا کے ز منعِ دشمن | در زیرِ سر گزارم دستِ درازِ خود را
از نقشِ پا برشکم گر چشمه همی گذارد | بر آستانِ جانان روئے نیازِ خود را

پروانه سان نگردد هر لحظه گردِ شمعی
خواهد کلیم بے دل عاشق گدازِ خود را

شهیدِ آن قد رعنا وصیت کرده همدم را | که بندد نیزه بالا در عزایش نخلِ ماتم را
اگر گویم که خاتم چو دهان اوست از شادی | شود به زخم ناسورش علم سازد قدِ خم را
ز پیری و کهن سالی نشد کم قوتِ باده | همان یک جرعه اش از دل برد غمہاے عالم را
درشتند اهلِ عالم خواه شهری خواه رستایی | قضا نا بیختہ گل کرده گوئی خاکِ آدم را

---

[1] این بیت و بیت مابعد از نسخهٔ ب نقل شده است   [2] ل: مطابق متن ہذا؛ ج، د: ازاں رو که میگذارد

Marfat.com
Marfat.com

توهم از فیض خاموشی چو غواصان گهر یابے
نگهداری گر از بیهوده گفتن یک نفس دم را

فلک می آورد ما را برون از کورهٔ محنت
ولی روزی که خود بیرون کند این رخت ماتم را

بزمی چاره داغِ جفای دوستداران کن
که داخل گر نباشد موم نقلی نیست مرهم را

بدانے[1] تاکه شهدِ زندگانی نیست بی تلخی
خدا[2] دو سال عمرت داده جا باه محرم را

علاجِ دیده بی آب جستم از خرد گفتا
مقابل ساز با خورشید روئی چشمِ بے نم را

نه بینی مایه پستی که کس بنود طلب گارش
شرار این آرزو دارد که یابد عمر شبنم را

بغیر از خانه ویران سازی و رختِ سرا سوزی
کلیم آخر چه حاصل آتشین اشکِ دمادم را

که خریدی ز غم گردشِ دوران ما را
دیده گر مفت نمی داد بطوفان ما را

مفلس از جنسِ خود ارزان نفروشد چکند
کم بها کرد تهی دستی دوران ما را

رشک این گرسنه چشمان مژه دارد هرچند
دهر بر خوان تهے ساخته مهمان ما را

در چمن دیده ز نظارهٔ آدم نشدیم
گرچه ز دوست قضا این همه سوهان ما را

ناصحان گر نتوانید که آزاد کنید
بفروشید بآن زلفِ پریشان ما را

خصمی زشت بآئینه چه نقصان دارد
چه غم از دشمنی ، مردم نادان ما را

چون گهر غربت ما به ز وطن خواهد بود
در بدر کو لفگن گردشِ دوران ما را

چشمِ جادوی تو هرچند برد دل ز کلیم
باز دل میدهد آن عشوهٔ پنهان ما را

قراری برد از خلق آه و زاریِ ما
بایں قرار اگر ماند بے قراری ما

شویم گرد و بدنبالِ توسنت افتیم
دگر برائے چه روز ست خاکساری ما

کدام بارِ غم از خاطری زیاد آید
که دهر ننهد بر دوش بردباری ما

خمارِ صحبت تو عقل و هوش از ما برد
چه مستی ز تقاضا داشت میگساری ما

تو چون روی بره انتظار دیدهٔ خلق
بهم نیاید چون زخمهائے کارے ما

---

[1] بدانے ؛ ج ؛ ندانے

[2] قضا ؛ ج ؛ خدا

Marfat.com
Marfat.com

بروی دشت اگر گرد بادت آید پیش   ازو بپرسی احوالِ بیقرارے ما

نماند جان و دلے تا بیادگار دهیم
کلیم را ببر از ما بیادگاری ما

ت

نوبهار آمد دگر دُنیا خوشست و دنیا خوشست   خانه در رهن شراب اولیست تا صحرا خوشست
درمیان نیک و بد زین بیشتر هم فرق نیست   گُل بستر[۱] گرمی پسندی خار هم در پا خوشست
سر بسر عمرش به تلخی هیچ کس چون من نرفت   روز بر پروانه گر بد بگذرد[۲] شبها خوشست
حُسنِ مستغنیست، امّا عشق می گوید بلند   خاطرِ خورشید از سرگرمی حربا خوشست
پُر تنک ظرفست مینا هرزه خندد افتاده جام   بد حریفانند دیگر میکشی تنها خوشست
میکند زنجیرِ کارِ سبزه و آبِ روان   اے دل از زندانِ غم بیرون نیاے جا خوشست
هیچ منظوری بزمِ میکشان چون شیشه نیست   عالم آبست آنجا سبزهٔ مینا خوشست
نام خود را رخصتِ سیرِ جهان بهرچه دار   گر ز کنجِ عزلتِ خود خاطرِ عنقا خوشست

تا ازین خون گرم تر کردند غمخواران کلیم
گاه گاه از دوستداران شکوهٔ بیجا خوشست

زین چمن عاشق ز نخلِ عیش هرگز برنداشت   غیرِ زخمِ خونچکان دیگر گلے بر سر نداشت
عاقبت مکتوبِ ما را سوی او پروانه بُرد   تابِ سوزِ نامه ام بال و پرِ دیگر نداشت
عشق[۳] آن روزی که از داغِ وفائی گُلرخان   سینه ام را کرد روشن آسمان اختر نداشت
عشق[۴] میگیرد کمال از پرتو خورشیدِ حُسن   شمع تا روشن نشد پروانه بال و پر نداشت
بیقراری بین که بعد از سوختن همچون سپند   یک نفس خاکسترم جا بر سرِ اخگر نداشت
شب که از شمعِ جمالش دیده ام روشن نبود   مردمک در دیدهٔ من قدر خاکستر نداشت
هرگز از دوران کلیمِ خسته آسایش ندید   در دلش صد نیش بود از خار و در بستر نداشت

---

[۱] ل: بسترگرمی؛ ج: گرلبرمی   [۲] ل: بگذرد؛ ج: بگذر

[۳] این بیت نسخهٔ ل ندارد و از نسخهٔ ب نقل شده است   [۴] این بیت نسخهٔ ل ندارد و از نسخهٔ ب نقل شده است

Marfat.com
Marfat.com

راحتی دارم که با سودای عشقم کار نیست — در جگر سوزی ندارم آهم آتشبار[1] نیست

عندلیب ما بامید چه بندد آشیان — شبنم و گل را چه آمیزش درین گلزار نیست

گر وفا پایم نه بندد بدوی گردان بشوم — پشت طاقت بر سر کوی تو بر دیوار نیست

از گلستانی که زاغ و بلبلش هم نغمه اند — چشم بستم بیش ازین در دیده جای خار نیست

در محبت بیکسی در عشق تنهایی خوش است — شادمانی بهتر از آن غم که بی غمخوار نیست

بسکه از چشم ترم دیوار کویش نم کشید — گل بشادابی چو خار آن سر دیوار نیست

هجر[2] تا آمد کلیم خسته جان تسلیم کرد

می شناسد طاقت خود را حریف آزار نیست

فراق هم نفسان جان بیقرارم سوخت — گیاه خشکم و هجران تو بهارم سوخت

چو من مباد کس آوارهٔ هزار وطن — فلک ز[3] داغ جدائی هزار[4] بارم سوخت

زمانه از شب تارم چراغ باز گرفت — پس از وفات من آورد و بر مزارم سوخت

سرشک راه بدامن نبرد در شب هجر — چو شمع لخت جگر گرچه در کنارم سوخت

طبیب خسته دلان بعد مرگ مشفق شد — بوعده کرد وفا چون در انتظارم سوخت

چه مایه داری گنه از چشم بد مرساد — دلش تهی نشد ار چه هزار بارم سوخت

مرا جدایی جانان اگر نکشت کلیم

چه منت تف آه شعله بارم سوخت

ناله می آید بکویت راه چندان دور نیست — گر[5] تو هم گاهی کنی یاد اسیران دور نیست

گرچه ما را امیدی بر باد لفشان دامنت — تا بدانی خاک مشتاقان ز دامان دور نیست

کیست در کویت که شبها ناله ام نشنیده است — جمله میدانند که این بلبل ز بستان دور نیست

میکند هجرت مدارا زانکه میداند که من — گر کشد کارم بمردن آب حیوان دور نیست

تا دل و جان بوده ایم ای صبا آخر توهم — بوی گل را قیمت ارزان کن گلستان دور نیست

---

۱ ا: چشم الساد؛ ب، ج: آهم آتشبار

۲ ا، هجر؛ ج: عشق

۳ ا: ب؛ ج: ز

۴ ا، هزار بارم؛ ب، ج: هر دیارم

۵ ا: اگر؛ ج، گر

Marfat.com
Marfat.com

دست بیتابی بفرقم مشت خاکی هم بریخت   تا ز دامانت جدا شد از گریبان دور نیست
با بلا هم پیرهن یارب[1] کسی چون من مباد   پایهٔ گرد در دامن آرم از مغیلان دور نیست

دور از ان در گر ندارد خاطر جمعی کلیم
از وطن آواره گر باشد پریشان دور نیست

پیری رسید و موسم طبع جوان گذشت   ضعف تن از تحمل رطل گران گذشت
باریک بینت چه ز پهلوے عینکیست   باید ز فکر دلبر لاغرمیان گذشت
وضع زمانه لایق[2] دیدن دو بار نیست   روپس نکرد هر که ازین خاکدان گذشت
در راه عشق گریه متاع اثر نداشت   صد بار از کنار من این کاروان گذشت
از دستبرد حسن تو بر لشکر بهار   یک نیزه خون گل ز سر ارغوان گذشت
حب الوطن نگر که ز گل چشم بسته ام   نتوان دلے ز مشت خس آشیان گذشت
طبعی بهم رسان که بسازی بعالمی   یا همتی که از سر عالم توان گذشت
در کیش ما تجرد عنقا[3] تمام نیست   در قید نام ماند اگر از نشان گذشت
مضمون سرنوشت دو عالم جز این نبود   کان سر که خاک راه شد از آسمان گذشت
بے دیده راه اگر نتوان رفت پس چرا   چشم از جهان چو بستی از و میتوان گذشت
بدنامی حیات دو روزی نه[4] بود بیش   گویم کلیم با تو که آن هم چسان گذشت
یک روز صرف بستن دل شد باین و آن   روز دگر بکندن دل از جهان گذشت

براه شوق تو جز اشک و آه با من نیست   ازان متاع چه بهتر که باب رهزن نیست
ز بس گداختم[5] از غم، چنان سبک شده ام   که خون ناحق من نیز بار گردن نیست
بغیر دیده و دل کز رخت مزد و غ برند   دو خانه هرگز از یک چراغ روشن نیست
درین چمن دل ما همچو غنچهٔ پیکان   ز صد بهارش امید یک شگفتن نیست
برائے قافلهٔ کعبه سبک بارے   هزار بدرقه و راهبر چو رهزن نیست

---

۱ ا: اگر ؛ ج: گرد
۲ ا: لایق ؛ ج: قابل
۳ ا: عنقا ندارد و از نسخهٔ ب نقل شده است
۴ ا: "نه" ندارد و "از نسخهٔ ب نقل شده است
۵ ا: گداختم ؛ ج: که کاستم

Marfat.com
Marfat.com

دلم که در کفِ عشقت ز موم نرم ترست — چو وقت پند[1] شود کم ز سنگ و آهن نیست
به بحرِ هستی غیر از حباب نتوان یافت — سری که منتِ تیغ تو اش بگردن نیست
کم از هنر بنود عیب چون بجا باشد — که تنگ چشمی نقصت[2] و عیب[3] سوزن نیست

کلیم را سرِ هم خانگی به شعله بنود
دگر نه جای بهتر ز کنج گلخن نیست

عارف که جا بجز بسرِ کوی فنا نه ساخت — هر جا که سیلِ راه ندارد سرا نه ساخت
افلاک را بفکرِ من انداخت وصلِ او — کم بخت را سعادتِ بالِ هما نساخت
درِ ملکِ زندگی دل بی شورِ عشق نیست — آری بد هر کس جرسِ بی صدا نساخت
زان کوی پا کشیدم و رفتیم ز یادِ او — دارویِ ناگوارِ صبوری مرا نساخت
عاشق[4] که چشمِ حسرتِ او وقفِ آن لب است — تا داشت دسترس به نمک توتیا نساخت
دلی که از شیردلان مرد گفته اند — آن را که تنگدستی بیدست و پا نساخت
گفتم که دل بدستِ من آمد ز ترکِ عشق — دل کز تو شد جدا بمنِ بی نوا نساخت
شمشیر اتیا ز جهان[5] را برش نماند — یک جوهری زر و خزف از هم جدا نساخت

در روزگار تنگ دلی عام شد کلیم
زانکه شمع در دلِ فانوس جا نساخت

آهم ز سرکشی به تلاشِ اثر نرفت — هر جا ندید روی دل آن جا دگر نرفت
چون یافت اینکه شر تبش[6] از خون عاشقست — بیمارِ چشمِ تو که طبیبش بسر نرفت
باآنکه در رهت ز دو عالم گذشته ایم — یک گام آشنای ما پیشتر نرفت
جز خونِ دل که رنگِ وفا داشت این حنا — دیگر چه داشتم که ز دستم بدر نرفت
بگریخت خواب و روشنی از دیده رخت بست — بی روی تو چها که ازین چشم [illegible]
خود را به پیچ و تاب هزار آرزو نداد — آسوده آنکه از پی [illegible] کم نرفت

---

۱ ا: پند؛ ج: بند
۲ ا: نقصت؛ ب: عیب است
۳ ا: عیب؛ ب: نقص
۴ این بیت زاید از نسخهٔ ب نقل شده است
۵ ا: جهان؛ ب: زبان
۶ ا: سرتبش؛ ج: شر تبش

Marfat.com
Marfat.com

دیگر بجواب تشنه چه بیند بغیر آب — مُردیم و شوق تیغ تو مارا ز سر نرفت
شعر بلند را چه غم از کادکاوِ دَخل — آبِ گهر بسفته شدن از گهر نرفت

از آستینِ خامه و آلای من کلیم
یکباره دست[1] معنی خواهش بدر نرفت

هرگز دلت نشان گذار وفا نداشت — سنگی که ره فتاد برو نقشِ پا نداشت
دل از هجومِ درد تو شرمندگی کشید — ویرانه حیف در خور سیلاب جا نداشت
شمعم ز بادِ دامنِ فانوس می کشد — آن محنتی که در رهِ بادِ صبا نداشت
از هایِ هایِ گریهٔ من تا دلش گرفت — دیگر چو آبِ تیغ سرشکم صدا نداشت
بر سینه خطِ زخم چو خوانا نوشته — داغ ارچه بود حاجت این نقطها نداشت
روزی هزار بار اگر گریه دیده را — می شُست بی تو خانهٔ چشمِ صفا نداشت
جُز خاک کوی دوست که نتوان ازو گذاشت — از چاکِ سینه بستن خونم دوا نداشت
گر آب و دانه در قفسِ مرغِ دل نبود — صیاد را چه جرم قفس آن قضا نداشت
از گریه ام که زیبِ عروسانِ گلشن ست — پایِ گلی نبود که رنگِ حنا نداشت
دل ترکِ آشنایی ما زود کرد و رفت — زان شد پسند یار که عیبِ وفا نداشت

دست جنون لباس چو کند از بر[2] کلیم
چون غنچه غیر زخم بزیرِ قبا نداشت

شگفت غنچه ولی موسمِ خزانِ منست — فروغِ عارضِ گل برقِ آشیانِ منست
چنان نهفته ام اسرارِ عشق را که لبم — خبر نیافت که نام که بر زبانِ منست
زبان بسته باشکِ روان گذاشت سخن — چو طفلِ بسته زبان گریه ام بیانِ منست
عزیزِ مصر جفایم گذشت آن خواری — کنون همه قسم ناوکت به جانِ منست
سفید[3] روی اما جگاه جور از وست — باین تو خوار مبینش[4] که استخوانِ منست
بغیر ازین که بنظاره ات ز خویش روم — دگر به هر سفری می روم زیانِ منست

---

[1] ا : یکبا....ست ؛ ب : یکباره دست
[2] ا : ازین ؛ ب : ازبر
[3] ا : سفیدروی ؛ ج : سفیده روئی
[4] ا : میش ؛ ج : مبینش

Marfat.com
Marfat.com

مرا برائے تغافل بہ بزم می خواند بداو تا نرسد گوشش بر فغانِ منست
بچاک سینہ و فریاد و پیشرو اویم جرس براہِ وفا میرِ کاروانِ منست
کلیم این ہمہ خون پس ز فیض کاوش کیست
اگر نہ آن مژہ در چشم خون فشانِ منست

رفتن ز درت کارِ من دل نگران نیست گر گشتہ شوم خونم ازان کوی روان نیست
با تیرِ بلا چون ہدفم روے کشادہ گر کوہ شود درد و غم عشق گران نیست
حالِ من بے برگ و نوا را چہ شناسد آن سرو کہ آگاہ ز تاراج خزان نیست
رسوائے ما را ز کفن پردہ چہ[1] پوشید گر شمع بہ فانوس دور باز نہان نیست
شمشیرِ تو خوبست کہ بے خواست برآید فیضی نرساند بدل آبے کہ روان نیست
طائر مددم گر نکند کے بہ برآئے[2] بے یاری کس تیر در آغوشِ کمان نیست
تنہا نہ ز دل زود برون رفتہ جفایت بر پیکرم از این ہمہ زخم تو نشان نیست
چون روزہ خوری جانبِ میخانہ رواں شو بہتر ز سفر چارہ برائے رمضان نیست
کس واقفِ حیرانیٔ ما نیست درین بزم کانجا کہ تو ئی دیدہ بغیری نگران نیست
در دامنِ الوند دگر غنچہ شود گل
زنہار مگوئید کلیم از ہمدان نیست

توبہ کردی مستی از چشم بتان افتاد است تاک را ہم از خزان آتش بجان افتادہ است
دست تاکش بشکند گر بر درِ عشرت قفل گر ہمین سرپنجہ چندین پہلوان افتادہ است
شیشہ کے باشد کہ در پشت دلی خالی کند شکوہ دارد کہ ساقی سرگران افتادہ است
بوی خون می آید از راہی کہ ما سر کردہ ایم نقش پا ہر گام چون برگِ خزان افتادہ است
در زبان ہا گفتگو گم کردہ[3] راہ از تیرگی ہر کجا حرفی ز انجمن در میان افتادہ است
فصلِ گل رفت و سر از زانوی گلبن برنداشت غنچہ پنداری [illegible] دہان افتادہ است
کاہشِ غیرت ز مو باریک تر دارد مرا بر زبان ہا تا حدیث آن میان[4] افتادہ است

---

[1] ا : میوشید ؛ ج : چہ پوشید
[2] ا : کمف آئی ؛ ج : بہ برآئی
[3] ا : کم راہ ؛ ب، ج : گم کردہ راہ
[4] ا : میان ؛ [illegible] دہان

Marfat.com
Marfat.com

تا چه خواهد بر سرم آورد کینِ باغبان　　از گلم آتش بخار آشیان افتاده است
حاصلِ دنیا بچشم چون درآید جا کجاست　　اشک انجا کاروان در کاروان افتاده است

شد کلیم آوازهٔ اشکش از صبح عالمگیرتر
تا چو شمع صبحگاهی از زبان افتاده است

هیچ گر جوشش سرشک از مژه ما کم نیست　　این قدر آب سزاوار گل آدم نیست
پست فطرت هوس گوشهٔ عزلت نکند　　تا گدا بر سر ره نیست دلش خرم نیست
ما به نظاره پریشان و خرابیم از و　　شانه از صحبت زلف تو مرا درهم نیست
جرم مستان همه برگردن خود می گیرد　　دختر رز بجوان مردی او آدم نیست
همه از حسرت لعل لب او بی‌تابند[1]　　سنگ بر سینه زنان کیست که چون خاتم نیست
نام او در همه دوری به زبان‌ها بوده است　　روشناس است ز می شهرت جام از جم نیست
بی رخت تنگدلی بسکه جهان را بگرفت　　در چمن عرصه گنجایش یک شبنم نیست
بسکه دلهای عزیزان به نفاق از هم گشت　　هر کجا بزم شود روی دو کس باهم نیست

چشم داغ تو بسی شور رفتادست کلیم
چون نباشد که بغیر از نمکش مرهم نیست

در مزرع بختم اثر نشو نما نیست　　از گریهٔ من آب اگر هست هوا نیست
چون کج نرود انکه زمیخانه برآید[2]　　این کج روشیها گنه آن نثرها نیست
چون شمع به هر جا که نشایند نشینم　　با هیچ کسم گفت و شنو بر سر جا نیست
هرچند که مژگان تو برگشته ز عاشق　　آن نیست که روی سخنش جانب ما نیست
صد بارم اگر بخت بباز ار فرستد　　چون خون هدر ابر سر من نام بها نیست
آمیزش ابنای زمان عین نفاق است　　هر جا قدم صلح رسیداست صفا نیست
شادی و غم عشق به هر کس نه پسندیم　　خار و گل او لایق هر بی سر و پا نیست
بی قطع تعلق عبث است این همه طاعت　　سر تا نبریده است از و سجده روا نیست
میکوش کلیم ار ندهد فیض سخن روی　　این جاست که ابرام خنک عیب گدا نیست

---

۱ ا: درتابند؛ ج: بی‌تابند　　۲ ا: برآید؛ ج: برآمد

Marfat.com
Marfat.com

نخلِ اُمید ز بار افتادست | باغم از چشمِ بهار افتادست

بی حسابست ہمان درد دلم | نفسم گر بشمار افتادست

گریه زین تخم که بر سینه فشاند | نالهاے[1] آبله دار افتادست

بود بر سر کشیم سر کوبی | حیف دستم که ز کار افتادست

درد را در خور طاقت ندهند | شعله در جان شرار افتادست

دل ز ما نیست حق رهگذریست | هرچه در رهگذار افتادست

تخته آخر پی تابوت کیست | که ز دریا[2] به کنار افتادست

اضطراب نگهت آنز[3] دل ماست | باز چشمش بشکار افتادست

حسنِ تو با همه بی پروائیے | در پئے خون بهار افتادست

همه جا آه کلیم از پے اوست
گرد دنبال سوار افتادست

سرخوش از می چو نیم موج هوا شمشیر است | ابر را خود چکنم قطرهٔ باران تیر است

زور بازوی توانایم از فیض میست | باده در طبع من آبست که در شمشیر است

موج سان بر سر هر قطرهٔ می میلرزم | چو توان کرد مس طبع مرا اکسیر است

بر سرم لشکر غم آمده از کف نه نهم | آنچه شمشیر جوانست عصای پیر است

باگل روی تو دعوی نکوئی خورشید | بر طرف چون نکند زلف تو جانب گیر است

گر بجوشم بهم ماه و تو ساقی وقتست | ابر و مهتاب بهم همچو شکر در[4] شیر است

در خمِ زلف تو دلها چو شه[5] بهم ساخته اند | چون نه از زند بپای همه یک زنجیر است

این قدر فرق میان خط یک کاتب چیست؟ | سرنوشت همه گر از قلم تقدیر است

سبق نطق به پیش همه خواندیم کلیم
آزمودیم خموشیست که خوش تقریر است

---

[1] ا، ب: نالها؛ ج: نالها

[2] ا: سلامت؛ ج، ب: ز دریا

[3] ا: از؛ ب: در

[4] ا: با؛ ب، ج: در

[5] ا: چو؛ ج: چه

Marfat.com
Marfat.com

پاسِ وفا داشتیم بے اثر افتادہ است　　آفت اوقات بود خوب بہرا افتادہ است
شکوہ ام از دہر نیست داو ز ابنائے او　　در ہمہ ملک این پدر بد پسر افتادہ است
از سر نو قسمتی باز نخواہند کرد　　خار بپا می رسد گل بسر افتادہ است
بسکہ درین تنگنا چشم و دلم تنگ شد　　دیدہ ام از گلزخان بہ کمر افتادہ است
بر سر رحم آمد از نالہ فرو خورد نم　　تیر نیفگندہ ام کارگر افتادہ است
گرمی احباب را دیدہ و سنجیدہ ام　　سردیِ ایام ازان گرم تر افتادہ است
رشتۂ گوہر شد است[۱] جادۂ ما سر بسر　　در رہ سودای او بسکہ سر افتادہ است

ظاہر و باطن کلیم ہمچو حبابم یکیست
صدر ہم[۲] از کار ما پردہ بر افتادہ است

شیوۂ نادان بود بر عاشق بے دل گرفت　　بر اصولِ مرغ[۳] بسمل کی کند عاقل گرفت
عشق با سیلاب پنداری زیک سرچشمہ است　　جائے خود ویران کند ہر جا دمی منزل گرفت
طبع بے انصاف را از عیب جوی[۴] چارہ نیست　　گر بزیر تیغ آمد نکتہ بر قاتل گرفت
ہر کجا سامان فزون تر بہرہ مندی کمتر است　　تشنہ ز آب جوی بیش از سیل کام دل گرفت
سِفلہ چون دستش قوی گردد زبون کش[۵] میشود　　حرص ہر جا غالب آمد لقمہ از سایل گرفت
بادۂ صحبت اگر یک دم بود وارد اثر　　تیغ تعلیم بجون غلطیدن از بسمل گرفت
موج می تیغست بروی جلوۂ گل آتشست　　ہر کرا طبع بلند از دہر بے حاصل گرفت
راہ عشقست این کہ نتوان بے ادب یک گام رفت　　گرد اگر برخاست از جا رخصت از محمل گرفت

رفت عمرم در سفر چون موج و[۶] نتوانم کلیم
گوشۂ امنی ازین دریائے بے ساحل گرفت

پیوستہ دل ز قطع امید آرمیدہ است　　راحت درین چمن بر نخلِ بریدہ است
صبرم بہ جستنِ دل گم گشتہ رفتہ است　　طفل سرشک در پے رنگ پریدہ است

---

[۱] ا : شدست جادہا ؛ ب، ج : شدہ است جادۂ ما
[۲] ا : بار داز کار، ج : بار چوری کاری ؛ ب : صدر ہم از کار
[۳] ا : مرغ ؛ ب، ج : رقص
[۴] ا : "جوی" ندارد ؛ ب : جوی
[۵] ا : کس شود ؛ ب، ج : کش میشود
[۶] ا : "و" ندارد ؛ ج : و

Marfat.com
Marfat.com

باگریه خنده رویم و با ناله گرم خون | باز[1] از شراب غصه و ماغم رسیده است
شادست بخت بد که بغمم زدست دار | گویی مرا فروخته یوسف خریده است
زمضراب مطرب از رگ طنبور خون گشاد | در خاطرش کرشمهٔ ساقی خلیده است
بی دشت مزد خار ز پایی نمی کشد | همراهی زمانه باین جا کشیده است
هرکس که تیغ جدت طبعش برنده تر | اول زبان دعوی خود را بریده است
تا چند نیش عقربی از دخل کج خورم | کسب کمال شعر دلم را گزیده است

رنگین سخن گمان نبری خویش از کلیم
کز خامهٔ بریده زبان خون چکیده است

آزادگی زمنت احسان ومیدن است | قطع اُمید دست طلب بریدنست
بحریست زندگی که نهنگش حوادث است | تن کشتیست و مرگ بساحل رسیدنست
اُمید کام یافتن از روزگار را | عطر گلاب از گل اختر کشیدنست
سیر ریاض عالم جان با حجاب تن | گلزار را ز رخنهٔ دیوار دیدنست
در دور ما ز خست ابنای روزگار | دشوار تر ز مرگ گریبان دریدنست
در کوی دوست خاک نشینی زحد گذشت | ای تیغ جور نوبت در خون طپیدنست
تدبیر تنگدستی جستم ز عقل گفت | دستی که کوتهیست علاجش بریدنست
افتاد پیش در سخن آن کس که اوستاد | عیب کیست خامه درین ره دویدنست

وربند جامه با همه آزادگی کلیم
از اشتیاق پای بدامن کشیدنست

دل که چون نرگس مستست بشراب افتادست | دفتر معرفت ماست در آب افتاده است
ما ز آغاز و انجام جهان بی خبریم | اول و آخر این کهنه کتاب افتاده است
غمزه ات کار دلم ساخت بیک چشم زدن | دامنی تا زدی آتش بگلاب افتاد است

۱؎ بازاز؛ ج: تاز

۲؎ د: این بیت زاید نسخهٔ ز ندارد و از نسخهٔ ب نقل شده است

Marfat.com
Marfat.com

شکوِ چشم تو کند محتسبِ شهر کزو | هر کجا میکدهٔ هست خراب افتاد است
از حریفان قمار تو نماند ست کسے | کارِ سر باختن اکنوں بحباب افتاد است
شیشه از باده برنجیت که می پندارے | آتشے[1] دختر رز را به نقاب افتاد است
بر رخ ساقی گلرنگ پریشانئے زلف | عکس موجیست که بر روئے شراب افتاد است

چشمه ساری شده است ازنکه شادابش
چشمِ گریانِ کلیم ار بشراب[2] افتاد است

حُسن اگر بے پرده باشد عشق از و دیوانه نیست | بر چراغ روز جاں افشانی پروانه نیست
تا طبیبِ خستگانِ عشق چشم مستِ اُوست | نالۂ بیمار غیر از نعرهٔ مستانه نیست
نیست سامانی بغیر از رخنه در ویرانه ام | گر بسانِ دام ماهی آب دارد دانه نیست
بادل روشن کدورت همرهِ دیرینه است | گر مرادت شمع بے دود ست دریں خانه نیست
سیل که جاروبِ منزلگاه فرش خانه است | فقر رازیں بدمتاعی زینتِ کاشانه نیست
صید معنی را ز بس می بندم و وا میکنم | هر که می بیند مرا گوید بجز دیوانه نیست
مزرع[3] اُمید را از گریه نتوان سبز کرد | آب شورِ چشمهٔ ما سازگار دانه نیست
زخمها برداشت تا زلف ترا تسخیر کرد | دستِ سعی هیچ کس بالای دست شانه[4] نیست

هرکس از بیداد گردوں شکوه دارد کلیم
گر تو هم داری بگو ایں جا کسی بیگانه نیست

گر بقسمت قانعی بیش و کم دنیا یکیست | تشنهٔ خون یک جرعه خواهد کوزه و دریا یکیست
حرصِ دهقان گر نباشد کشته را شبنم بس است | خوشه و خرمن به پیشِ چشمِ استغنا یکیست
کج نظر سود و زیان مرا تمیزی داده است | هرچه را احول[5] دو می بیند بر بینا یکیست
نااُمیدی دستگاهِ عیش می سازد مزاج | گر به بندی دیده کج خانه و صحرا یکیست
غم نه پیوندی بدل دارد کزو بتوان برید | گر باصلِ کار بینی شیشه و خارا یکیست

---

۱ ا: دختر از را آتش؛ ب: دختر از که آتش؛ ج: آتشے دختر از را

۲ ا: بشراب؛ ج: بسراب

۳ ایں بیت زاید از نسخهٔ ج نقل شده است

۴ ا: سایه؛ ج: شانه

۵ ا: احوال دو بیند؛ ج: احوال دوی بیند

Marfat.com
Marfat.com

ماکه از افتادگی فیروز جنگ افتاده ایم — از که اندیشیم چون فتح و شکست ما یکیست
عزت و خواری که پشت و روی کاری عالم است — نزد رندی گو ندارد کار با دنیا یکیست
جزو جزوِ من جدا آشفته هر جزوِ اوست — گو چو من دیوانه مجنون تمام اجزا یکیست
در قفس بالا و پایینی نمی باشد کلیم — آستان و مسندِ دنیا بر دانا یکیست

زان سینه چه راحت که ره زخم بدر نیست — بادی نخورد بر دل اگر خانه دو در نیست
باین همه تنگی که نصیبِ دهن اوست — داغم که چرا روزی ارباب هنر نیست
چشمت غمِ آن زلف سیه روز ندارد — از ماتم همسایه درین خانه خبر نیست
از خضر مکش منتِ بیجا بره عشق — کز بحرِ ره قافلهٔ موج بدر نیست
زان غمزه بدل می رسدم از ره دیده — صد زخم که در پیش رهش سینه سپر نیست
از چرخ چه مینای اگر بخت ندارے — بی طالعی طفل ز تقصیر پدر نیست
زین حرف که در طینتِ ایام سرشته — در باغِ جهان سایه اگر نیست ثمر نیست
گر بار بد و زخ نگشاییم چه سازیم — ما را که متاع بجز از هیزم تر نیست

در خاکِ وطن تخمِ مرادے نشود[1] سبز
بیهوده کلیم این همه سرگرم سفر نیست

عاقل سپر زخم زبان گوش گران یافت — گر عقل بود این سپر از پنبه توان یافت
شیطان چه تمتع برد از اهلِ تجرد — رهزن چه درین بادیه از ریگ روان یافت
دنیا طلب از مور میانان نشد از جا — بس دیده که او حسن کمر در همیان یافت
ما را هدفِ ناوکِ بیداد نوشتند — آن روز که ابروی بتان شکل کمان یافت
نازم بخرابات که از هر در خانه — آبی که سیاهی برد از بخت توان[2] یافت
عنقا دو فاجفت بنودند ندانم — از بهر چه این هر [illegible] یافت
از فقر و فنا می برد آلودهٔ دنیا — فیضی که شکم بنده ز ماهِ رمضان یافت

---

[1] ل: بشود؛ ج: نشود

[2] ل: توان؛ ج؛ ب: مکان

Marfat.com
Marfat.com

هر تارکِ دنیا نه شناسای جهان است عنقا بحقیقت جز از کارِ جهان یافت

سرگشتهٔ کلیم از پیِ آنم که درین راه
هر کس بطریق[1] دگر از دوست نشان یافت

ما را طپیدن از غمِ دُنیا شعار نیست صد شکر کآب طینتِ ما موج دار نیست

بی جذبهٔ جنون نرسد کس به هیچ جا سالک براه ماند اگر نی سوار نیست

آئینه دار رُوی دلش جانب ریاست آن را که پُشتِ[2] کار به ازروی کار نیست

روشن دلان حباب صفت چشم[3] بسته اند روزن چه احتیاج اگر خانه تار نیست

آن را که دل ز مشربِ منصُور آب خورد کشکولِ فقر اُو بجز از چوبِ دار نیست

قطعِ اُمید کرده نخواهد نعیم دهر شاخ بریده را نظری بر بهار نیست

دل را که باشد آتش شوقی بغم چکار آئینه گداخته جای غبار نیست

مجلس فروز گبر و مسلمان یک آتش است در سنگ دیر و کعبه بجز یک شرار نیست

لوح مزار خویش ز دیوانِ خود کنم یعنی[4] زمن[5] بغیر سخن یادگار نیست

در گلشنی که عشق بود باغبان کلیم
جز آشیانِ سوخته بر[6] شاخسار نیست

بزخم تیغ جفا مرهم عتاب چراست نمک بروی نمک بر دل کباب چراست

فلک به تشنه لبان قطره را شمرده دهد بعاشقان کرم اشکِ بی حساب چراست

شبی[7] است عمر طبیعی چو شمع عاشق را[8] بقتل سوختگان بس تراشتاب چراست

تمام نسل بزرگان اگر نکو باشد ز بحر زاده تنک ظرفی حباب چراست

تو در کنار کسے در نیامدے بخیال کمر همیشه در آغوش پیچ و تاب چراست

براه شوق که سر هم گسست سالک را شکسته پای تو دایم دلا بخواب چراست

---

[1] ا : بطریقی دگر ؛ ج : بطرق دگر [2] ا : پشت ؛ ج : پست

[3] ا : چشم ؛ ج : دیده [4] ا : یعنی ؛ ج : چیزے

[5] ا : زمن ؛ ب : مرا [7-8] ا : چو شمع عمر طبیعی شب است عاشق را ؛ ب : مطابق متن هذا

[6] ا : بر ؛ ج : سر

Marfat.com
Marfat.com

کزک ضرور نباشد شراب غفلت را
دلت بر آتش حرص این قدر کباب چراست

زذوقِ فقر و فنا بے خبر چه میداند
که جغد معتکف خانهٔ[1] خراب چراست

کلیم مرغِ دلِ[2] بال و پر شکستهٔ ما
همیشه در قفس از چنگل عقاب چراست

چاره خاموشی بود هر جا سخن درگیر نیست
تیر بر سنگ آزمودن جز زیان تیر نیست

گر بخلق الفت نمی گیرم گناه از من مدان
طینتِ ابنائے دهر از خاک دامنگیر نیست

خواری[3] و عزت درین محنت سرا یکسان بود
آستان و مسندی در خانهٔ زنجیر نیست

مادر گیتی که باشد نارپستان زین انار
خون بود گر بهرهٔ دارند طفلان شیر[4] نیست

یک هوادار از خطش بر جا نماند آخر چرا
یک گلستان خار را ایک خار دامنگیر نیست

عاشق و معشوق بی آمیزش هم ناقصند
شاهد این مدعی به از کمان و تیر نیست

کار فردا با کریمی دان که او از شوقِ عفو
عذر ها را نشنود گر بدتر از تقصیر نیست

یا زبانِ شمع باشد یا زبانِ من کلیم
آن زبانی کاشنائی شکوهٔ تقدیر نیست

آن صید پیشه فکرِ مدارا نکرده است
گر سر بریده رشته ز پا وانکرده است

امروز در بهشتی اگر بے تعلقی
هرگز کریم وعده بفردا نکرده است

در روزگار خاک گلِ آدمیت و بس
خاکے که عشق او بسر ما نکرده است

تا راه برده است خرابے بخانه ام
یک سیل رو بجانب صحرا نکرده است

بے برگی نهالِ محبت به بین که دل
از نخل آه[5] سایه تمنا نکرده است

زاهد که برنداشته دست از عصای شبید[6]
دارد گمان که تکیه به دنیا نکرده است

عقل این ملایمت که بایں سرکشان کند
دریچ دور پنبه به مینا [illegible]

---

[1] ا : خانه ؛ ج : منزل
[2] ا : دل بال ؛ ع : دل بال
[3] این بیت زاید نسخهٔ ا ندارد واز نسخهٔ ج نقل شده است۔
[4] ا : سیر ؛ ج : شیر
[5] ا : آه ؛ ب : موم
[6] ا : شد ؛ ج : شیر

Marfat.com
Marfat.com

سالک اگر بکوی تعلق در[1] آمده — چون تیر خانه ساخته و جا نکرده است

دل برده از کلیم در آن زلف روبرو
دزدی که شحنه او را پیدا نکرده است

علاج عاشق دلگیر سیر بستان نیست — بچشم تنگ دلان غنچه کم ز پیکان نیست
ز استخوان شهیدان اگر نخیزد دود — دلیل راهروان کس درین بیابان نیست
ز بهر تن زرهی نیست به ز نقش حصیر — برای سرسپری بهتر از گریبان نیست
حدیث تلخ از آن لب برون نمی آید — که شور طوفان در طبع آب حیوان نیست
بدور حسن تو گل از نظر چنان افتاد — که چشم رخنه دیوار بر گلستان نیست
ز راه پرخطر عشق زین عجب دارم — که سیل ریگ روانش بفکر طوفان نیست
مرا ز صحبت مینائی باده شد روشن — که راز هر که تنک ظرف گشت پنهان نیست
حیات هم بسر آید چو رزق خورده شود — چه نعمتست که در کام پیر زندان نیست
ز باد دامن برهم خورد محبت شان — میان شعله و شمع اتحاد[2] چپان نیست
یکیست خانه زنجیر و خانه دنیا — درین دو خانه فراغت نصیب مهمان نیست

چگونه پای بدامان عافیت پیچی
کلیم آبلها گر فراخ دامان نیست

د

دولت بملک عشق به هر سر نمی رسد — سر تا بریده نیست بافسر نمی رسد
جایی که عارض تو بدعوی طرف شود — میراث آئینه بسکندر نمی رسد
تا امن گشته میکده از دست رهزنان — می از حجاب شیشه بساغر نمی رسد
هر جا که تشنه ایست رسد گر بکام خویش — زین بحر قطره نیز بگوهر نمی رسد
زین بخش آب و تاب که روی تو برده است — جز گرد روی کار باخگر نمی رسد
پیدا نمی کند نمک شور رستخیز — تا گریه ام بدامن محشر نمی رسد

---

[1] ا: برآمده؛ ج: درآمده

[2] ا: اتحاد جهان؛ ب: اختلاط جنبان

Marfat.com
Marfat.com

برسر زن آن قدر کہ رسد کُن بآبلہ | دستت اگر بساغرِ دیگر نمی رسد
تا غنچۂ دہان ترا نقش بستہ اند | تنگی دل بہ عاشقِ بے زر نمی رسد
بیگانہ پے[1] بدقت معنی نمی برد | جز آشنا بداد سخنور نمی رسد

چشم اثر کلیم ندارم ز آہِ خویش
آرے ز نخلِ سوختہ نوبر نمی رسد

خوش آن کہ لافِ ہنر نزد بے ہنر نزند | اگرچہ برق بود طعنہ بر شرر نزند
بچارہ دست مزن در بلا کہ شستِ قضا[2] | نشان غلط نکند تیر بر سپر نزند
مکن سوال کہ ابوابِ فیض اہلِ سخا[3] | کشادہ است بروی کسی کہ در نزند
چراغِ عقل دہد روشنی ز پرتوِ عشق | نظر نہ بیند تا آفتاب سر نزند
فراخ حوصلہ گر خانہ را بسیل دہد | چو موج دستِ تاسف بیک دگر نزند
بجز تو کز دلِ بیچارہ صبر می طلبی | کسی نگفتہ بہ بسمل کہ بال و پر نزند
دلم ز جانب آن چشم فتنہ جو جمع است | کہ مست سنگ بہ دکانِ شیشہ گر نزند
درین[4] بہار چنان روزگار افسردست | کہ غیر شمع گلی ہیچ کس بسر نزند

کلیم خوار تر از خود کسی نمی بیند
چرا ز حلقۂ اہل وفا بدر نزند

دل کہ بریز الم شد ز نوا می افتد | جام ہر چند کہ پُر شد ز صدا می افتد
سوخت اسبابِ تعلق دل و آسودہ نشست | قدمِ برق بسر منزلِ ما می افتد
نتوان ناصح عریانے ما را پوشد | راز پنہان نشود[5] چون بہ بلا می افتد
جامہ[6] در خونِ شہیدان کش و بخرام بناز[7] | بتوائی[8] شاخِ گل این رنگِ قبا می افتد
دوستداری مراد ہر شگون نگرفتہ | گر بمن سایہ کند بالِ ہما می افتد

---

[1] ا: بے؛ ج: پے
[2] ا: شصت قضا؛ ج: شستِ قضا
[3] ا: سخا؛ ب: کرم
[4] ا: دزین؛ ج: درین
[5] ا: "نشود" ندارد؛ ج: نشود
[6] ا: خامہ؛ ج: جامہ
[7] ا: ساز؛ ج: بناز
[8] ا: ہوای؛ ج: بتوای

Marfat.com
Marfat.com

زلفِ پرکارِ تو چون تن بشکستن ندهد — هرکه از روی تو برخاست بجا می افتد
نیست کس در رهِ افتادگی از ما در پیش — هرکه از پای فتد بر سرِ ما می افتد
چه بگویم که شبم بی تو چه سان می گزرد — صُبحم از تیرگیِ شب زصفا می افتد
شب آدینه بدریوزهٔ میخانه روم — زانکه از هفته شب بگدا می افتد

هرکه عاجزتر ازو خواسته امدادِ کلیم
دستگیرش بود آن کس که زپا می افتد

نشود اینکه ز دل اشک جگرگون نرود — طفلِ [illegible]راسته از خانه بدر چون نرود
کامِ دل رم کند اما به طلب رام شود — راه اگر گم شد از بادیه بیرون نرود
رخصتِ بادیه گردی زکجا خواهد رفت — اشکِ ما گر بسرِ تربتِ مجنون نرود
شب خیالِ تو چنان بر سرِ دل می آید — گر کسی بر سرِ دشمن بشبِ خون نرود
ما بر آئینهٔ دشمن نپسندیم غبار — آهِ ما صافدلان جانبِ گردون نرود
گریه در اولِ عشقست نشانِ خامے — زخمِ ما تا نشود کهنه ازو خون نرود
آهِ سرگشته که در سینهٔ ما می پیچد — گردبادیست که از خانه بهامون نرود
رازدار آمده با همه سبے پروائے — که سخن از دهنِ تنگِ تو بیرون نرود

میرود از سرِ مخمور برون فکرِ شراب
ولے از یادِ کلیم آن لبِ میگون نرود

از غمے شکوه مکن تا غمِ دیگر ندهند — از لبِ خشک مگو تا مژه تر ندهند
خوبرویان چو نشینند در ایوانِ غرور — منصبِ آئینه دارے بسکندر ندهند
در دیاری که رهایی زاسیری مرگشت[1] — صید تا لایقِ کشتن نشود سر ندهند
خطِ آزادیِ ما زغمِ دوران که دهد — ساقیانِ باده اگر تا خطِ ساغر ندهند
حاجت از فقر طلب رویِ طلب گردائے — کز یک در دهدت آنچه زصد در ندهند
گرچه خود کشته زن حرص و طمع می گوید — مفتیِ شهر یکے زن بدو شوهر ندهند
جامهٔ عرض نکویان چو[2] درو نتوان دوخت — زانکه پیراهنِ گل را به رفوگر ندهند

---

[1] ا: مرگست؛ ج: می گشت
[2] ا: چه؛ ج: چو

Marfat.com
Marfat.com

از سخن غیر زیان نفع سخن ساز نبود　　بصدف جوهریان قیمت گوهر ندهند

در دیارے کہ بود گردشِ آن چشم کلیم
نسبتِ فتنہ بہ برگردیِ اختر ندهند

چشم از جهان کہ بست ؟ کہ او[1] دیده ور نشد　　قطع نظر کہ کرد ؟ کہ صاحب نظر نشد

گردِ رُخ از گهر نتوان شُست زآبِ او　　رفع ملالِ خاطر ما از هنر نشد

درمانِ[2] روزگار چو در دست جانگذار　　کو صندلے کہ مایۂ صد دردِ سر نشد

یک جا مرا ترقیِ طالع نگہ نداشت　　حالم کدام روز کہ از بد بتر نشد

در حیرتم کہ تفرقہ سازے روزگار　　چون درپئے جدائیِ شیر و شکر نشد

در راه شوقِ خود قدم از سر نهاده ایم　　ورنہ کسے ز عشقِ تو زیر و زبر نشد

عمرم بسر شد و شبِ هجران بسر نرفت　　آہم کہ ز سر گذشت و لب خشک و تر نشد

سرگشتہ هر کہ نیست. بجاے نمی رسد　　تا راه گم نگشت خضر راهبر نشد

از کار خود فتاد زبان سوده شد لبم
دیگر مگو کلیم دعا کارگر نشد

فلک اسباب دولت را ز بی‌نا کسان دارد　　هما گر سایۂ دارد براے استخوان دارد

ز محرومیست دل گر زاری دارد درین[3] وادے　　بقدرِ دُوریِ منزل جرس دایم فغان دارد

ز رشکِ طالعِ تر دامنان داغم برین[3] گلشن　　کہ شبنم خانہ از گل بلبل از خار آشیان دارد

خموشی پیشہ کن گر[4] نطق آفتهاست سالک را　　جرس دایم زبان با رهزنان کاروان دارد

بعاشق نازِ معشوقان بیک نسبت نمی ماند　　کہ تیر رفتہ آخر بازگشتی با کمان دارد

اگر راحت هوس داری بجوی ناامیدی او　　کہ دایم باغبان آسودگی فصلِ خزان دارد

هواداران گروه دیگر اند و عاشقان دیگر　　نگیر و جای بلبل گل اگر [illegible] دارد

میان زاهدانِ خشک کمتر اهل دل بینی　　نہ هر جا استخوانی هست مغزی در میان دارد

صراحی چون دلی خالی کند دیگر نمی گرید　　کلیم مست اینکہ دایم دیدہ‌ہاے خونفشان دارد

---

[1] ا : آن ؛ ب : او
[2] ا : مطابق متن هذا ؛ ب : بگریز همچو درد ز درمانِ روزگار
[3] ا : برین ؛ ج : درین
[4] ا : گر ؛ ج : کز

Marfat.com
Marfat.com

هنرم را ثمرے چرخِ جفا کار نداد — دیدۂ قدرشناسی بہ خریدار نداد
نا اُمیدت نشود یاس براحت نرسی — این نہایست کہ تا خشک نشد بار نداد
شمع را بنگر و داد دہشِ دہر ببین — چُون زبان داد باو قوتِ گفتار نداد
صحبتی نیست کہ آخر اثرشش گُل نکند — خندہ را غیر گل زخم بسوفار نداد
سالکِ راہِ حق از ترک علایق دیدہ ست — آن قدر نفع کہ پرہیز بہ بیمار نداد
ہر کہ پیوندِ تعلق ز بد و نیک برید — گاہ در خانۂ اُو پشت بہ دیوار نداد
تا ندامت بکفم چُون صدف انگشت نہاد[۱] — بختِ بدکار مرا عقدہ دشوار نداد
نشئۂ بادہ نیابد ز سرش راہِ عروج — آن قدح نوش کہ دستار بخمار نداد
وای بر حال عزیزان کہ درین قحط تمیز — ہیچ کس خار بپاے گُل بے خار نداد
دہر کامست ندہد منت کہ اُمیدِ گلاب — تا نیامہ بمیان آبِ گلزار نداد

تا نداد آب باین مزرعہ از گریہ کلیم
شعلہ سرسبز نگردید و شرر بار نداد

کند گر آرزوے دیدنت آئینہ جا دارد — کہ از خورشیدِ رویت در برابر رونما دارد
ندارد بزم میخواران بغیر از ما تنک ظرفے — صُراحی بر رُخ ہر کس کہ میخندد بما دارد
نویسم نامہ و از بسکہ خُون می گریم از ہجرت — تو گوی کاغذِ مکتوبِ من رنگِ حنا دارد
نشد بے روی اُو چشمم سفید از توتیا روشن — نہ بیند بہرہ ہر چند کاغذ توتیا دارد
زہم ربطِ نیاز و ناز را نتوان گسست آرے — کششِ باقی بود تا کاہ رنگِ کہربا دارد
چہ سرگردان شوی از بہر روزے پا بدامن کش — کز آب و دانہ این سرگشتگی را آسیا دارد

ز کویت چُون کلیم آمد چُو مستان ہر قدم رفتہ
نہ بیند پیش پا بیچارہ چُون رُو بر قفا دارد

ساقی از تابِ می آن لحظہ کہ در میگیرد — عرق از عارضِ اُو رنگِ شرر میگیرد
می پذیرند بدان را بہ طفیلِ نیکان — رشتہ را پس ندہد آن کہ گہر میگیرد
صاف دل ترکِ حق از بہرِ خوشامد نکند — زشت رو بیہدہ آئینہ بزر میگیرد

---

۱ ا: نہاد؛ ب: نہشت

Marfat.com
Marfat.com

هر دمی را اثری هست که از صحبت خلق　　هر نفس آئینه ام رنگ دگر میگیرد
چشم بندد ز جهان تا بگشاید دل تنگ　　مرغ دیگر که سر در ته پر میگیرد
منم آن نخل برومند که دهقان قضا　　می فروشد ثمرم را و تبر میگیرد
اشک آگاه بود از دل شوریده کلیم
پیشتر طفل ز دیوانه خبر میگیرد

دور آرام ز عمری که به هجران گذرد　　کاروان از ره ناامن شتابان گذرد
بر گرفتاری دل خنده زنان میگذرم　　همچو دیوانه که از پیش دبستان گذرد
بخت شاد است ز ویرانی ما در غم عشق　　عید جغد است بمعموره چو طوفان گذرد
قسمت این بود که چون موج بدریای وجود　　هر کجا رو نهم احوال پریشان گذرد
حسن بی پردهٔ او بیشترم می سوزد　　چون تهی دست که بر نعمت ارزان گذرد
چشم بر راه خضر سالک عارف نبود　　در پی راهزن افتد ز بیابان گذرد
آگه از عیش جوانی نشدم در غم دهر　　همچو آن عید که بر مردم زندان گذرد
هر کجا مور قناعت پر همت واکرد　　چه عجب گر ز سر ملک سلیمان گذرد
دست و پا بیهده زد در غم عشق تو کلیم
بشناکس نتواند که ز عمان گذرد

بجز سکوت ز دوشندلان نمی آید　　زبان شعله بکار بیان نمی آید
ز سیل حادثه چشم چنین که ترسیده ست　　ز دیده دیدن ریگ روان نمی آید
خدنگ آه شکار افگن ست لیک چه سود　　که از هزار یکی بر نشان نمی آید
بزلف او نیم آگه ز حال دل چکنم　　خبر همیشه ز هندوستان نمی آید
جرس براه طلب غیر ازین نمی گوید　　که هیچ کار ز آه و فغان نمی آید
سری که افسر شاهی قسم باد نخورد　　بکار سجدهٔ آن آستان نمی آید
ازان دیار که سود سفر خطر باشد　　چو راه امن شود کاروان نمی آید

---

۱ ا: "و" ندارد؛ ع، د　　۲ ا: در، ب، ج، د: از

Marfat.com
Marfat.com

زمور لاف سلیمانی از چه برتابم — زمن فروتنی از آسمان نمی آید
هلاک چشم ادافهمیم که دریابد — هر آن سخن که ز دل بزبان نمی آید

زغمزه اش مطلب رخصت نظاره کلیم
صلای سیر گل از باغبان نمی آید

شیخ از مسواک دندان طمع را تیز کرد — سبحه را هم بهر تخم شید دست آویز کرد
اهل عالم طفل طبعانند و بیمار هوس — کی تواند محفل چون بیمار شد پرهیز کرد
خونم از ذوق[1] شهادت جنگ دارد با بدن — هر که تیغی بر فسان زد شوق او را تیز کرد
حیرتی دارم که گردون چون به دانایان بد است — او که نتواند میان نیک و بد تمیز کرد
هر کجا زهریست باید ریخت در جام حیات — تا توان پیمانهٔ یک عمر را لبریز کرد
صوت بلبل جائی قلقل گشت از مینا بلند — چون ز تاب باده ساقی چهره رنگریز کرد
سربلندی هر کجا کمتر سلامت بیشتر — باد نتواند ستم بر سبزه نوخیز کرد
گر بنردی سیل اشکم میشدم فرسوده پا — گریه در راه طلب سعی مرا ناچیز کرد

دیده را سامان یک شبنم کلیم اول نبود
این زمانش موج حسن یار طوفان خیز کرد

سرفراز آن سر که فارغ از غم سامان شود — بر سرت گل عزن گر از دستار رو گردان شود
هر که چون سوزن ز تجریدش بود سررشته — صدرهش گر جامه پوشانی دگر عریان شود
عاشق بیچاره از یک دیده در پاس رقیب — وز دگر چشمی بکار خویشتن حیران شود
هیچ جا بهر وطن همچو دیار عشق نیست — خانه در آن ملک از سیلاب آبادان شود
شوق زخم ما چو سازد جذبهٔ خویش آشکار — تیرها در ترکش او جمله[2] بی پیکان شود
در چمن ها لاله نبود این که ایام حسود — میزند آتش بباغ از غنچه خندان شود
همچو برق آن[3] آفت صد خرمن هوش و خرد — خویش را زان می نماید گر نظر پنهان شود

---

[1] ا: ذوق؛ ب، ج: شوق

[2] جملگی پیکان؛ ج: جمله بی پیکان

[3] ا: آن؛ ج: از

Marfat.com
Marfat.com

در تماشای پری رویانِ اقلیمِ خیال　　دیده گر بر هم نهی چشمت نگارستان شود

غیرِ غم کز حالِ دل غافل نمی باشد کلیم
کس ندیدم پاسبان خانهٔ ویران شود

چند در وصلِ تو دل حسرتِ دیدار کشد　　در چمن نالهٔ مرغانِ گرفتار کشد
دل که غیر از دمِ آخر نفسِ خوش نزند　　در تهِ تیغ نشیند که ز پا خار کشد
گرچه دستِ هوسم یک گل ازین باغ نچید　　جذبِ پای طلبم خار ز دیوار کشد
منم آن عاشقِ قانع که به کنجِ گلخن　　شعله در سر به هوای قدِ دلدار کشد
شمع بگداخت سراپا و شد از شرم خلاص　　تا بکی خجلت ازان قامت و رخسار کشد
هر سری را که بود خضرِ خرد یکسرِ مو　　تا بود خار چرا منتِ دستار کشد
آنکه گل را بجمالِ تو برابر گیرد　　روکشی بر رخِ آئینهٔ زنگار کشد
آب در گوهرم از گردِ کسادی شده گل　　کی بایں مهرهٔ گل طبعِ خریدار کشد

همدم آورد طبیبش بسر از بسکه کلیم
یادِ آن چشم کند نالهٔ بیمار کشد

چنان ز عکسِ رخِ دوست دیده پر گل شد　　که شاخ هر مژه آرامگاه بلبل شد
چه راز مست چنان مشق سرگرانی کرد　　که یک نفس نتوان غافل از تغافل شد
چو مار بر سرِ گنجش اگر بود مسکن　　گداست مرد اگر عاری از توکل شد
که همچو تیرِ هوای بخویش رفعت بست　　که نه ترقی او مایهٔ تنزل شد
گلی که بوی وفای درین چمن ندهد　　بقدرِ کمِ ز حسنِ آشیانِ بلبل شد
غلط بود که کند صبر کارها به مراد　　بمن که دشمنِ غالب شد از تحمل شد
خطاب یافته دیوانه دو زنجیره　　ستمکشی که هوادارِ زلف [illegible]
بلا بچاره گران تند و تلخ پیشتر ست　　که روز سیل همه مرد کندن پل شد
کلیم توبه اگر می کنی بیا وقت ست　　ز توبه توبه کن اکنون که موسمِ گل شد

---

۱ ا: بر؛ ج: سر　　۲ ا: شرم؛ ج: درد
۳ ا: خار؛ ج: خاک　　۴ ا: هرکه گوید که بردی تو بود گل مانند؛ ب: مطابق متن هذا

Marfat.com
Marfat.com

چند نومید ز کوی تو دلِ زار آید　　چون تهی دست که از میکده هشیار آید
خار پا در ره ادبار[1] ز دامن روید　　سرِ سودا زده در جیب[2] بدیوار آید
فقر اگر زخم زند مرهمش از عزلت به　　که تهیدست خورد خون چو ببازار آید
عشق تا[3] قابل زخم ستم می داند　　تیغ از موجِ نفس بر دل افگار آید
میکند نرگسِ بیمار تو غمخوارئ دل　　همچو مستی که به پرسیدنِ بیمار آید
کس ندیدیم که مردود دور از درِ عشق　　آتش آن نیست که از خار و خسش عار آید
میتوان یافت سرشکی[4] که ز دل میخیزد[5]　　بی نشان نیست اگر طفل نگزار[6] آید
شب آدینه بدریوزهٔ میخانهٔ شهر　　شیخ پنهان رود[7] از رهٔ[8] بازار آید

گر متاعِ سخن امروز کساد است کلیم
تازه کن طرز که در چشمِ خریدار آید

دل بجذب خواری خود جور دشمن می کشد　　شیشهٔ ما سنگ از دست فلاخن میکشد
نشنود[9] گر بوی خار از دامن صدپاره اش　　سالکِ راه طلب کی پا به دامن میکشد
تا لبم را بستهٔ شرم عشق می سوزم ز اشک　　هر کجا بینم که دودی سر ز روزن میکشد
از مغیلان کار سوزن گیر در راهِ طلب　　نیست سالک آنکه خار از پا بسوزن میکشد
کشتهٔ ما را اگر نواخت برق حادثات　　نیست غافل انتظارِ وقت خرمن میکشد
در بیابانِ طلب لب تشنگی بر دم بخاک　　بر مزارِ من چراغ مرده روغن میکشد
گر به هجران شاد ماتم از امید وصل اوست　　در قفس بلبل حقیر از شوقِ گلشن میکشد
بخت ما هر جا که بزم عشرتی سامان کند　　شیشه راه سنگ می بیند چو گردن میکشد

در کنار خویشتن پروردمش عمری کلیم
اشک کم فرصت که لشکر بر سرِ من میکشد

---

[1] ا : ادبار؛ ج : اوباز　　[2] ا : به؛ ج : نه
[3] ا : تا؛ ج : تا　　[4] ا : سرگی؛ ب، ج : سرشکی
[5] ا : میخیزد؛ ج : برخیزه　　[6] ا : نگزار؛ ج : زگلزار
[7،8] ا : رود از راه و سا زار؛ ج : رود و از ره بازار　　[9] ا : نشنود؛ ج : بشنود

Marfat.com
Marfat.com

مشکلِ اهلِ محبت ز تو آسان نشود لبِ اُمید در ایام تو خندان نشود
نالهٔ بی اثرم گر به نسیم آمیزد سرِ زلفش دگر از بار پریشان نشود
می جهد تیر بزور د و کمان ز ابروی تو هدفِ ناوکِ اُو هیچ مسلمان نشود
کی چنین لختِ جگر جوش زند بر سرِ اُو از خیالِ لبت از دیده نمکدان نشود
گر بگویم که چه ها می کشم از قامتِ اُو سایه هم در پیِ آن سروِ خرامان نشود
گر نداری سرِ دیوانگیِ ما سهل است زلف را گو که[1] دگر سلسله جنبان نشود
دعوای شیر دلی نیست مسلم ز کسی کز نیِ تیرِ تو اش سینه نیستان نشود
تیره بختی همه جا پردهٔ روی هنرست جوهرِ تیغِ سیه تاب، نمایان نشود

هر که بر رُوحِ امین شعر نخواندست کلیم
گر همه رُوحِ امین است سخندان نشود

بغیر از می کسی از عهدهٔ غم بر نمی آید زمانِ غصه بی ایام مستی سر نمی آید
تغافل بر شراب از توبه هر کس زد پشیمان شد باستغنا کسی با دخترِ رز بر نمی آید
زمینِ دل گر از آبِ حیوان پرورش یابد[2] گیاه عیش از انجا بی نم می بر نمی آید
مگر در سینهٔ پُر دردِ ما نشست پیکانش که امشب پارهای دل بچشم تر نمی آید
منم آن بیکس بی آشنا در کنجِ تنهائی که غیر از پرتوِ مهر از دامِ کس در نمی آید
فریبِ مهربانی می خورد از دشمنان لیکن حدیثِ دوستیش از دوستان باور نمی آید

کلیم ار نه بیاد نرگسِ مستانه ات نوشد
شراب از سرگردانی جانبِ ساغر نمی آید

بپرسش آمد و عاشق همین دو رم دارد شکسته پای بمقصود یک قدم دارد
ز رازِ خاطرم هم آگهیم سینه و ما ز کاوشِ مژه چون سبحه [illegible] دارد
ز نقشِ پای بیابان نوردِ غم پیداست نشانِ هر سرِ خاری که در قدم دارد
سخن زمن نتراود چو سینه چاک کنم[3] همیشه نالِ تنم عادتِ قلم دارد

---

۱ ل: که، ندارد؛ ج: که
۲ ل: سالد؛ ب، ج: یابد
۳ ل: بنم؛ ب: کنم

Marfat.com
Marfat.com

جدا ز کوی تو خونم سبیل شد چشم　　که مرغ ایمنی از پر تو جرم دارد
روان چو کاغذ بادش کنم نه پیچیده　　زبسکه نامه ام از خون دیده نم دارد

بغیر خون نه تراود ز نامهای کلیم
بکف مگر ز نی تیر او قلم دارد

از آن بچشم ترم بی حجاب می آید　　که کار آئینه گاهی ز آب می آید
اگرچه دیده بپایت نمی توانم سود　　خوشم که اشک منت تا رکاب می آید
چو بینمت نتوانم که ضبط گریه کنم　　ز دور زلف بچشم من آب می آید
بملک حسن کسی با تو رد برو نشود[1]　　سخن در آئینهٔ آفتاب می آید
حیا بگوشهٔ آن چشم مست جا کرده　　چو زاهدی که به بزم شراب می آید
ز کشت سوخته ام بسکه دود می خیزد　　سرشک رحم بچشم سحاب می آید
بکار و بار جهان دیده را دگر مکشا　　چه فال عافیت ازین کتاب می آید
کدام خرمن گل را کشیده در آغوش　　کز آب آئینه بوی گلاب می آید

جواب نامه همین پاره کردن است کلیم
مگو که قاصد ما بی جواب می آید

گر سیل فتنه خیزد دل را چه مشکل افتد　　جز اشک نیست ما را باری که در گل افتد
عاقل بکار دنیا بسیار لاابالیست　　همسایه جنونست عقلی که کامل افتد
سیلاب اشک مجنون تا دشتبان وادیست　　کی گرد میتواند دنبال محمل افتد
از سر ز بیقراری عکس افتد از کنارش　　آئینه گر برویت روزی مقابل افتد
گر روزگار خواهی از تو حساب گیرد　　آسان شمار بر خود کاری که مشکل افتد
یک دست و تیغ و شهری سرگرم سرفروشی[2]　　یک بخیه زخم شاید در دست صد دل افتد
دریا دلان کریم اند در آنچه خود نخواهند　　تا خس بود کی از بحر گوهر بساحل افتد
راه گریز را هم چالاکی ضرورست　　چون میگریزد از کار طبعی که کاهل افتد
کار کلیم باشد آنجا مگس پرانی　　هر جا که دلربای شیرین شمایل افتد

---

[1] ا: دارد؛ ب، ج: نشود　　[2] ا: سرفروشی؛ ج: سرخ روئی

Marfat.com
Marfat.com

نیست یک شب که ز شکر گل بستر[1] نشود | تار در پیرهنم رشتهٔ گوهر نشود
مدعی گر طرف ما نشود صرفهٔ اوست | زشت آن به که با آئینه برابر نشود
خشکی بخت فرو مایه طلسمی بستست | کابم از سر گذرد لیک لبم تر نشود
بسکه از گردش ایام به تنگ آمده ام | در خمارم هوس گردش ساغر نشود
سفله از قرب بزرگان نکند کسب شرف | رشته پرقیمت از آمیزش گوهر نشود
ستم ظاهر او لطف[2] نهانی دارد | صید رامی کشد آن شوخ که لاغر نشود

با اسیران وفا دلبر بدخوی کلیم
نکند صلح که تا جنگ مکرر نشود

عاشق از حیرت درین وادی بجایی میرسد | تا نگردد راه گم کی رهنمایی می رسد
خون خود بر گل رخان شهر قسمت میکنم | هر که می آید بدست او حنایی می رسد
رشک بر سنگ فلاخن برده سرگردانیم | کو پس از سرگشتگی آخر بجایی می رسد
گرچه سیلم برنمی دارد ز راه انتظار | میروم از جا اگر آواز پایی می رسد
با رخت افسانهٔ گلشن زبس کوتاه شد | نه ز گل بوی نه از بلبل نوایی می رسد
وعدهٔ وصلت بدل گر رسید هم بر من مخند | هر که بیند خسته را گوید شفایی می رسد

در سر کوی تغافل نیستم بیکس کلیم
گر بفریادم نگاه آشنایی می رسد

کسی تا کی بسان موج دایم در سفر باشد | دری نشناسد و چون باد دایم[3] در بدر باشد
سبک پی قاصدی باید که چون غمنامهٔ ما را | بدست او دهد کاغذ هنوز از گریه تر باشد
بخضرم احتیاجی نیست گر اینست گمراهی | که کوران را عصا هم میتواند راهبر باشد
زبس برخویشتن می بالا از ذوق گرفتاری | قفس هر لحظه بر مرغ دل ما تنگ تر باشد
درین وحشت سرایم گوشهٔ امنی نشد روزی | که همچون شمع هر جا میروم [illegible]
کلیم از دل بدر کن آرزوی آن کمر ورنه | مدام از اشک حسرت دامنت تا کمر باشد

---

[1] ا: بسر؛ ج: بستر
[2] ا: بلا؛ ج: وفا
[3] ا: باید؛ ج: دایم

Marfat.com
Marfat.com

کسبِ کمالِ اهلِ جهان کسبِ زر بود | علامه آن بود که زرش بیشتر بود
نیک و بد زمانه بود کاشش مثلِ هم | خارش بسر رسد گلش از تا کمر بود
داد از نفس درازی این دل که همچو شمع | یک آهِ گرمش از سرِ شب تا سحر بود
خون شد دلم چو لذّتِ آوارگی شناخت[1] | تا در لباسِ موج گهر در سفر بود
ماه نوی که یک شبه باشد تمام عمر | در آسمانِ حسن هلالِ کمر بود
آن ناوک هدف که بعیدِ وصال هم | هرگز نمی رسند دعا و اثر بود
از هر مراد کام روا باد آن که گفت | ترکِ مراد صندل هر درد سر بود
نیرنگ بین که آفت سالک ز تشنگیست | در آن رهی که نقشِ قدم چشم تر بود
یارب ز حال ما چه تواند بیان نمود | آن قاصدی که با تو ز خود بی خبر بود
از دوستان رسد همه آفت به دوستان | چشمِ صدف سفید ز آبِ گهر بود

آورده ام به پیش ز آوارگی کلیم
راهی که خضرش از پی خضر دگر بود

وقتی[2] ز بارِ هستی چیزی بجا نماند | کز تو بره نشانی از[3] نقشِ پا نماند
دنیا ز سخت گیری هرگز به کس نیاید | هرچند بفشری مشت رنگِ حنا نماند
در راهِ بی ثباتی شادی و غم رفیقند | بر سر گلی نیاید[4] خاری به پا نماند
صبر و خرد به یک دل با شوقِ او[5] نگنجد | چون سیل میهمان شد کس در سرا نماند
اکسیر سیرچشمی خاکِ سیه کند زر | غیرت چو کامل افتد کس بی نوا نماند
نقشِ خمارِ طالع گر این چنین نشیند | غیر از نشانِ دندان در دست ما نماند
آن غمزهٔ جهان سوز پروای کس ندارد | آتش چه پاک دارد گر بوریا نماند
ناداری قناعت همسر به ملک دارست | این جوی آبِ باریک از سیل وا نماند

باشد کلیم خاموش پیوسته با دلِ پر
جامی که گشت لبریز با او صدا را نماند

---

[1] ا : ساخت ؛ ع : شناخت
[2] ا : وقتی ؛ ج : روزی
[3] ا : از ؛ ج : جز
[4] ا : نیاید ؛ ج : نیا ؛ ع : نیاید
[5] ا : ما ؛ ج : او

Marfat.com
Marfat.com

دلم به مُلکِ قناعت نشان نمی داند　　فغان که این سگِ نفس استخوان نمی داند
شتاب[1] عمر دلم را به شکوه آورده　　جرس بجز گلهٔ کاروان نمی داند
یکیست انجمن و خلوتم ز شورِ[2] جنون　　که گرد باد کنار و میان نمی داند
بسان شعله زبانم به عجز راه نبرد　　لبم چو جامِ لبالب فغان نمی داند
چه برگ شادی ازین روزگار می خواهی　　که رسمِ خندهٔ گُل زعفران نمی داند
سری که قطع تعلق نکرده از تنِ خویش　　طریق سجدهٔ آن آستان نمی داند
هوائے زلف تو دارد دلم چُون آن مُفلِس　　که غیر هند به عالم مکان نمی داند
حریفِ باختهٔ بی حرفه بازی باشد　　ز هرکه دل به بری قدرِ جان نمی داند
خدنگِ نالهٔ ما همچُو شعلهٔ شمعست　　مُسافرست و ز مقصد نشان نمی داند
بعرضِ حال دل آن چشم مست وانرسد　　ز تُرک نیست عجب گر زبان نمی داند
درین زمانه ز هم حُسن و عشق بے خبرند　　چمن گر آب خورد باغبان نمی داند

کلیم نالهٔ مَن سر براه نه فلک است
ولی ز دل ره کام و زبان نمی داند

براه فقر مرا این و آن نمی باید　　چو راهِ امن[3] بود کاروان نمی باید
کمال کسب کن اما هُنر فروش مباش　　دکان خوشست کسی در دکان نمی باید
درُونِ خلوت فانوس نیست جای دو شمع　　چُو دل بعشق بُود زنده جان نمی باید
براه فقر بلای چو جمع سامان نیست　　اگر بنام رسیدی نشان نمی باید
مرا که روزه محرومیم همه ساله است　　بروزِ عید دل شادمان نمی باید
کریم بر سرِ کانِ نمک چرا مرزد　　حسابِ بوسه دگر درمیان نمی باید
سخن که مبتذل افتاد آسمانے نیست　　چُو شمع حرفِ کسی بر زبان نمی باید
کبوتران معانی به برج خویش آیند　　برائے دزدِ سخن پاسبان نمی باید
بروزگار قناعت به هیچ نه توان کرد　　مگر برائے هما استخوان نمی باید
کلیم طایر همت گر آشیان طلبد　　جُز آستانهٔ شاهِ جهان نمی باید

---

[1] ا : شباب ؛ ج : شتاب　　[2] ا : سوز ؛ ج : شور
[3] ا : من ؛ ب : امن

Marfat.com
Marfat.com

کے تمنائی تو از خاطرِ ناشاد رود[۱] — داغِ عشقِ تو گلی نیست کہ بر باد رود
نرود حسرتِ آن چاہِ زنخدان از دل — تشنہ را[۲] آبِ محال است کہ از یاد رود
گر شُستن برود مشقِ الف از شانہ — فکرِ بالاے تو ہم از دلِ ناشاد رود
نتوان از سرِ اُو برد ہواے شیرین — لشکرِ خسرو اگر بر سرِ فرہاد رود
در رہِ عشقِ جہان سوز چہ شاہ و چہ گدا — حکمِ سیلاب بہ ویرانہ و آباد رود
می کشد ہرچہ بہ دریا رسد از چشمِ ترم — ناز شاگرد ہنرمند با استاد رود
اگر آئینہ نیابد ز قبولت نظری — زُلفِ جوہر ہمہ از چہرۂ فولاد رود
اشک سودی نکند عاشقِ دل باختہ را — چکند دانہ چُو دام از کفِ صیاد رود

کاش چُون شمع ہمہ سر شود اعضای کلیم
تا سراسر ہمہ در شوقِ تو بر باد رود

لبم ز بستگیِ دل اگرچہ وا نشود — چُو غنچہ[۳] خُونِ جگر خوردنم قضا نشود
بیک لباس مقید مشو کہ ساختہ کیست — چرا گہی بہ تنت پیرہن قبا نشود
دلِ ضعیف جہاں جذبہ قوی دارد — کہ تیر ہیچ بلای از و خطا نشود
کلید چارہ و تدبیر تا نگردد گم — دری کہ بستہ بروی اُمید وا نشود
گرفتہ دامنِ غم میکشم بخانۂ دل — کہ جز بہ مہمان آرایشِ سرا نشود
حدیثِ عشقِ تو با ہیچ کس نمی گویم — شرر ز آتشِ سودائی ما جُدا نشود
کمندِ طرۂ اُو باریک جہاں دل را — نمی تواند برداشت گردد[۴] تا نشود
سعادتِ ازلی را بہ کسب نتوان یافت — کہ زاغ از خورش[۵] استخوانِ ہما نشود

چنان مکن کہ کلیم از درِ تو پا بکشد
شکستہ دل شدہ باری شکستہ پا نشود

---

۱ ا : مطابق متنِ ہذا ؛ ج : حلقۂ سنبلِ زلفِ تو کے از یاد رود
۲ ا ، زا ؛ ج : را
۳ ا ، لالہ ؛ ج : غنچہ
۴ ا ، گر ؛ ب : تا
۵ ا ، از خورش ؛ ج : گر بخورد

Marfat.com
Marfat.com

کسی که از خضر آب بقا نمی گیرد — پیاله را بجز از دست ما نمی گیرد
ز بی نصیبی اهل هنر عجب دارم — که استخوان بگلوی هما نمی گیرد
میان یک جهان آن[۱] قدر نفاق افتاد — که گاه هم طرف کهربا نمی گیرد
باین ز باغ که با بوی گل بسر نبری — چه می کنی که دلت از جفا نمی گیرد
بیا بیا که چنان بی تو زندگی تلخ است — که موج دامن آب بقا نمی گیرد
نخورده پیچش و تابی بکام دل نرسی[۲] — گهر برشته بی تاب جا نمی گیرد
درین خمار بفریاد ما رس ای ساقی — که غیر رعشه کسی دست ما نمی گیرد
حلاوتی که دل از گنج فقر یافته است — چرا شکر ز نی بوریا نمی گیرد

حنای موسم گل تا[۳] نرفته است ز دست
کلیم پای گلی را چرا نمی گیرد

مرد حق بین که بلا را ز خدا می بیند — تیغ را بر سر خود بال هما می بیند
دیده را سیل کشی چون دگران سرمه کشند — گر بدانی که نظر بسته چها می بیند
زنگ می خواهد از آیینه نظر چون نگسست — ای بسا دیده که تن را بقبا نمی بیند
عالمی را که کتابست بحق راهنما — کعبه دارد هوس و قبله نما می بیند
بخت ما در شب زلف تو دمی خواب نکرد — این قدر خواب پریشان زکجا می بیند
نیست بی قدر کسی در نظر تنگ جهان — خاک را دسته گل بر سر ما می بیند
دیده ز جهان فیض کشایش آرزو[۴] — چون گدا کور شود برگ نوا می بیند
هر کرا دیده نه بندند ز کویت نه برند[۵] — پیش پا گرچه نه بیند[۶] به قفا می بیند

تیره گردید کلیم آیینه زانوی من
بسکه در گوشه غم روی مرا می بیند

---

۱ ا: آنقدر ؛ ب: آنچنان ؛ ج: اینقدر — ۲ ا: [illegible] ؛ ج: [illegible]
۳ ا: ما ؛ ج: تا — ۴ ا، ب: [illegible] ؛ ج: آمد
۵ [illegible] — ۶ ا: به بیند ؛ ج: نه بیند

Marfat.com
Marfat.com

اقلیم دل بزور مسخر نمی شود — این فتح بی شکست میسر نمی شود
از گریه سرنوشت چه شوییم که این رقم — زایل بآب چون خط ساغر نمی شود
روشندلان خوشامد شاهان نگفته اند — آئینه عیب پوش سکندر نمی شود
کی می پسند دلیر قدم در محیط عشق — تا کس درآب دیده شناور نمی شود
خاک از غبار گاه بلندی طلب بود — با ما به خاکساری همسر نمی شود
پیداست تا کجاست ترقی ما که مور — گر بال[1] یافت صاحب شهپر نمی شود
خاکی بفرق بخت که در هیچ معرکه — از ناکسی سپاهی لشکر نمی شود
آسوده خاطریم ز رد قبول خلق — فرسودهٔ محک زر اختر نمی شود
گر توتیا کنند گهر را چو بشکنند — با خواری شکست برابر نمی شود
در پیری از حیات حلاوت بیافتم — این شیر کامیاب ز شکر نمی شود

خود را دگر ز گرم روان نشمری کلیم
در زیر پایت ابله اخگر نمی شود

برلبم همچو جرس خنده فغان می گردد — آب اگر می خورم از دیده روان می گردد
صاف دل را بنود قید علایق نقصی — عیب دار آئینه کی ز آئینه دان می گردد
مرد در کشور ما روی[2] بخون رنگ کند — کاین قضا نیست کز و پیر جوان می گردد
هوش باریک شود تا سخنم فهم کند — بسکه در خاطرم آن موی میان می گردد
هر که سرگرم طلب گشت در ره شوق — خاک بر فرق کند ریگ روان می گردد
روش حرف زدن رفت زیادم چکنم — نام یار است بچیزی که زبان می گردد
چرخ از بهر تو در کار بود حرص تو چیست — آسیا از پی رزق دگران می گردد
آنچنان شوق قناعت زده راهم که کسی — خاک اگر می خورد آبم به دهان می گردد

ناوک رشک خورد بر جگر خسته کلیم
هر که از بار غم عشق کمان می گردد

---

[1] ل: بار؛ ج: بال

[2] ل: ؛ ج، ب: روی

Marfat.com
Marfat.com

ر

نگویمت که دل از حاصلِ جهان بردار — به هر چه دسترست نیست دل از آن بردار
اگر نسیمِ ریاضِ وطن هوس داری — به ناله دامنِ خرگاه آسمان بردار
به عندلیب شنیدم که باغبان می‌گفت — ز گلبنی که بود سرکش آشیان بردار
براه عشق که زاری و عجز می‌طلبند — ز ساز و برگ سفر چون جرس فغان بردار
پیاله گر بکف آید به پند گو منگر — چو گل بود نظر از روی باغبان بردار
اگرچه صرفه پسندیده نیست از مستان — چو شیشه جلوه کند شمع از میان بردار
براه کعبه اگر می رویم گوید عقل — که از برای سگِ نفس استخوان بردار
زمانه هر چه دهد در بهای عمرم گیر — ز بد معامله گلخن به گلستان بردار

وطن تمام خس و خار بی گلست کلیم
برو سوادِ وطن را ز آشیان بردار

ش

می کنی ای شیخ یاد از رخنه های دینِ خویش — افگنی بر شانه هر گه دیدهٔ خود بینِ خویش
خاکساری سربلندی را ز سر وا کردنست — ز حصیر و خشتِ کردن بستر و بالینِ خویش
بر کریمان شکر سایل در حقیقت واجبست — زان که گلبن را سبکساریست از گلچینِ خویش[1]
در پناهِ فیضِ عریانی مسلّم ماند خار — گل چه آفتها که دید از جامهٔ رنگینِ خویش
در طریقت عار چون از دینِ خود برگشتن است — گر بجامِ جم دهد کس کاسهٔ چوبینِ خویش
هر گران سنگی شود ز اندیشهٔ روزی سبک — آسیا را دانه می اندازد از تمکینِ خویش
خود شکن را خوش نیاید مدحِ خویش از دیگران — خودپسند از ابلهی خود می کند تحسینِ خویش
تلخ کامانِ دگر داری بجز ساغر بده[2] — دیگران را هم زکاتی از لبِ شیرینِ خویش

از غمِ جانسوزِ خود تا کی توان دیدن کلیم
همدمان را چون چراغ کشته بر بالینِ خویش

---

۱ ج، سنگسار است

۲ ا، ده؛ ب، ج: بده

Marfat.com
Marfat.com

نچانہ چند نشینی سرے بہ بستان کشں　　چو چشمِ خویش دمی بادہ درگلستان کشں
ز کنج کاوشِ دلہا غبار می گیرد　　زلطف گاہے دستی بہ تیغ مژگان کشں
مرا بگوشۂ مکتوبِ غیر یاد مکن　　جُدا بہ نامِ من لے دوست خطِ نسیان کشں
زمانہ ایست کہ مستی ز بلبلان عیب است　　بسانِ غنچہ درین باغ بادہ پنہان کشں
اگر قبول نداری کہ کشتۂ لبِ تست　　بیا بہ گلشن و در زخمِ غنچہ پیکان کشں
چنان کہ آب ز گُل می عود کدورت ناک　　اگر تو صاف دلی بار زیرِ دستان کشں
ز بیقراریٔ منعم توان کردن　　کسی بشعلۂ نہ گوید کہ پا بہ دامان کشں
بطاقِ گنبدِ فانوس این رقم دیدم　　کہ سر بہ باد رود زود در گریبان کشں

بسانِ شیشۂ خالی دماغِ ما خشک است
کلیم رخت بہ بازارِ می فروشان کشں

م

بوی کین ہرگز کسی نشنیدہ از آب و گِلم　　گر بجن آتش فتد از مہر می سوزد دلم
چون قلم دارم سرِ تسلیم را در زیرِ تیغ　　ہر کسم سر می زند گوئی کہ خطِ باطلم
نشئ آگاہیم لیکن درین نخچیرگاہ　　بر سرِ تیرِ ہمہ مانندِ عید غافلم
از در و دیوار میگیریم سراغِ مرگ را　　رہ نوردِ ماندہ ام در آرزوی منزلم
شمع را مانم کہ از سیرِ سلوکم نااُمید　　ہر کجا ہستم[1] ز اشکِ خویشتن پا در گِلم
لالہ دارم دل ز غم صد چاک شد در بیکسی　　ہیچکس نہ نہاد غیر از داغ دستی بر دلم
آرزوی یک دل از من در جہان حاصل نشد　　مایۂ نومیدیم گوئی جوابِ سائلم
بی ثمر نخلم مرا باری[2] بغیر از سایہ نیست　　سایہ خود با خاک یکسانست بنگر حاصلم

تا قیامت خارِ غم در جان نمی ماند کلیم
گر ز دل بیرون نمی آید بر آید از گِلم

---

۱ ل: ہم؛ ج: ہستم

۲ ل: یاری؛ ج: بادی

جذبهٔ خواهم که از خود نیز رو گردان شوم ‌‌ ‌ هر کجا آئینه پیدا شود پنهان شوم
رنگِ آبادی ندارم خانهٔ بی صاحبم ‌ ‌ ‌ گر خریدارم شود سیلاب آبادان شوم
قرض دارد روزگارم خاطرم زان شاد نیست ‌ ‌ ‌ چون حباب از دامِ هستی پس دهم خندان شوم
ناوکِ بیدادِ دوران رانشان باید شدن ‌ ‌ ‌ آن چنان بگذارم[۱] این غم گر نظر پنهان شوم
تا بکی باید بخلقی مختلف یک رنگ زیست ‌ ‌ ‌ یک نفس آئینه کردم یک زمان لوهان شوم
کسرِ حرمت بار می آرد شکستن نانِ خلق ‌ ‌ ‌ عزتم گردد طفیلی هر کجا مهمان شوم
قدرتم غالب حریفی را نمی داند که چیست ‌ ‌ ‌ صد تعدی می کشم از خس اگر طوفان شوم
هم کهف شد هم مکرر جامه ناموس و ننگ ‌ ‌ ‌ گر دلم خواهد لباسی تو کنم عریان شوم

خود هم از روی تنگ دادن به تاراجش کلیم
فی المثل گر پاسبانِ چشمهٔ حیوان شوم

ز سعیِ بخت مرادی ردا نمی خواهم ‌ ‌ ‌ وسیله گر همه باشد دعا نمی خواهم
سرای عاریتی قابلِ نشستن نیست ‌ ‌ ‌ ازان بخاطرِ احباب جا نمی خواهم
شکستگان را پامال ساختن کفرست ‌ ‌ ‌ بکنج خلوتِ غم بوریا نمی خواهم
چنان ز دستِ تهی خوش دلم به همتِ فقر ‌ ‌ ‌ که پیر گشتم و در کف عصا نمی خواهم
گدا به غیرتِ من نیست در دیارِ طلب ‌ ‌ ‌ هران مراد که گردد روا نمی خواهم
ز روزگار دو حاجت امید توان داشت ‌ ‌ ‌ اگر بمرگ رسیدم عزا نمی خواهم
بتان ز صحبت هم می کنند کسبِ غرور ‌ ‌ ‌ ترا با آئینه هم آشنا نمی خواهم
چنان برادِ طلب[۲] همتم بلند بود ‌ ‌ ‌ که از سراب جز آب بقا نمی خواهم

کلیم از سفر آوارگی چو مطلب شد
جریده می روم و رهنما نمی خواهم

نمیرم تا براهت بر نمی آید تمنایم ‌ ‌ ‌ نشاید تا قدم بیرون نیاید خارت از پایم
ز بس گرم است نتواند نشستن هیچ کس آنجا ‌ ‌ ‌ عجب نبود اگر در بزم او خالی بود جایم
جدا ز آتش فزون تر مضطرب باشد سپند ما ‌ ‌ ‌ بکویت گر نمی آیم نه پنداری شکیبایم

---

۱ ل: مگذارم ای ؛ ج : بگذارم این ‌ ‌ ‌ ۲ ج : نقر ازان

Marfat.com
Marfat.com

ز تیغت چاک چاکم گر به آرم از جگر آهی | چو اوراق پریشان می رود بر باد اعضایم
هوائے وادی لیلیٰ زبس دیوانه ام دارد | بشهرم گر کسی گم کرد می جوید بصحرایم
متاعِ دل به هر کس داده بودم باز می گیرم[1] | پریشان طرهٔ دیدم که برهم خورد سودایم
برائے زخم می ترسم که در تن جای نگذارد | اگر داغ وفا زین گونه می گیرد سراپایم
چو مینا خونِ من بادا حلالت گر یکی بنود | بسانِ شیشه در مهرت یکی پنهان و پیدایم

کلیم ار[2] نه غبار درگه افتادگی کردم
نخواهد برد طالع هرگز از پستی به بالایم

زناتوانی خود این قدر خبر دارم | که از رخش نتوانم که دیده بردارم
زمانه آب متاعِ کسان خریده و من | نیم پسند ز آبی که در گهر دارم
مگر بهانه ماندن شود دران سرکوی | سرشک ریزم و بازش زخاک بردارم
بسوئی او روم از آن که می روم از خود | زخویش بی خبرم لیک ازو خبر دارم
چو دام هر چه گرفتم بمن نمی ماند | اگر چه هیچ ندارم همین هنر دارم
بکنج خلوتِ غم همچو شیشه نیمه | کمند وحدتی از اشک برکمر دارم
ز پاسبانی دل آمدن بجان چکنم | نمی توانم ازین شیشه دست بردارم
هوائے سرکشی نفسِ دون زیاده شود | به پشت گرمی خشتی که زیر سر دارم

شکسته رنگی خویشم خوش آمدست کلیم
که دائم[3] آئینهٔ اشک در نظر دارم

با فکرِ او چو سر بگریبان فرو کنم | تشریحِ زلف خم بخمش مو بمو کنم
دهقان به هر زمین که نشاند نهالِ تاک[4] | من هم به خاک تخم کدوی فرو کنم
از تیغِ ابروی تو زبس زخم خورده ام | جرات نمی کنم که بمحراب[5] رو کنم
هرگز مرادِ من به حصول آشنا نبود | در زیرِ تیغ عمرِ ابد آرزو کنم
از عقلهاے کهنه و نو خرمنی شود | گر آستانِ میکده را رفت و رو کنم

---

۱ ج : می خواهم
۲ ا : از ؛ ج : ار
۳ ا : دانم ؛ ج : دایم
۴ ا : باک ؛ ج : تاک
۵ ب : حرمتی

Marfat.com
Marfat.com

گردد بزیر خاک سکندر ز شرم آب | دل را اگر بآئینه اش رو برو کنم
دشنام و بوسه هرچه عوض می دهی بده | حاشا که با تو بر سر دل گفتگو کنم
بر صیدِ دیگری نظرم کی فتد که من | در سر نگنجدم که گل چیده بو کنم
خواهی نشانِ تیر شوم یا غلافِ تیغ | با هر ستم که مصلحتِ تست خو کنم

با تیغ جور ناوکِ لطفی کلیم هست
تا چاک های سینه به پیکان رفو کنم

به دورِ خویش ز مینا حصار می خواهم | در آن میانه ترا در کنار می خواهم
بتو به نامه نمی شویم از گنه که بحشر | بکف سودهٔ زلفِ یار می خواهم
چو چشم حسرتم افتد به تیغ ابروی دوست | یکست عمر و شهادت دوبار می خواهم
برویِ کارِ جهان رنگِ دیگرم هوس است | درین چمن نه خزان نه بهار می خواهم
ستم بود که گلِ زخم مشکِ بو نشود | ز تارِ زلف تو یک بخیه دار می خواهم
غبارِ اخگرِ دل را بآبِ نتوان برد | نسیمی از سرِ زلف نگار می خواهم
بسیل اشک سپردم سرای هستیِ خویش | ز خود سفر چو کنم خانه دار می خواهم
غبار خاطر از آن می دهم بشکوه برون | که خاک بر سر این روزگار می خواهم

به بادیه نه برم گر کلیم را چه کنم
برای مجنون شمع مزار می خواهم

دست و دل تنگ جهان تنگ خدایا چکنم | من و یک حوصلهٔ تنگ با بینها چکنم
سنگ بر سینه زنم شیشه دل می شکند | نزنم شوق چنین کرده تقاضا چکنم
در رهِ عشق اگر بارِ علایق همه را | بفگنم با گهر آبله پا را چکنم
ماتم بال و پر ریخته ام بس باشد | خویش را تنگ دل از [illegible] چکنم
من که چون گرد به هر جا که نشینم خارم | جنگ با صدر نشینان بسر جا چکنم
گله از چرخ بود تیر فگندن به سپهر | چون بجای نرسد شکوهٔ بیجا چکنم
خاری گل شده هر جا گلِ بے خاری بود | گر نه بندم ز جهان چشمِ تماشا چکنم
کنجِ تنهایم از کوردرش بسته ترست[1] | عزلتم گر ندهد شهرتِ عنقا چکنم

---

[1] ل: بسر سرست؛ ج، ب: بسته ترست

Marfat.com
Marfat.com

سر و برگِ جدلم نیست چو با خلق کلیم
نکنم گر به بد و نیک، مدارا چکنم

بسکه از بارِ غمِ دهر گرانبار شدم / همه ره سجده کنان تا درِ خمّار شدم
شیشهٔ هیچ دل از مستیِ من خود نه شکست / من باین دل‌شکنان از چه گرفتار شدم
خرم از ابرِ بهاری نشدم طالع بین[۱] / که درین باغ چو خارِ سرِ دیوار شدم
خواهم آئینه دگر روی بمن ننماید / بسکه از زشتیِ[۲] خود بر دلِ خود بار شدم
تا کی ای دل ز غمِ تنگ دهانان زاری / من به تنگ آمدم از وضعِ تو بیزار شدم
بعد عمری که بخوابِ منِ بیدل آمد / گریه آبی برخم ریخت که بیدار شدم

رفتم از هوش مکن سستم ازین بیش کلیم
چشم بردار ازان چشم که از کار شدم

آن سالکم که با خضر هرچند هم نشینم / سرگشته همچو پرکار در کامِ اوّلینم
از بیمِ دید و وادید بگریزم از عدم هم / گر بعد مرگ بیند در خواب هم نشینم
دایم ز همت فقر خرجم ز دخل بیش است / خرمن بمور بخشم با آن که خوشه چینم
آزارِ ما تلافی از آسمان ندارد / بی مرهمست زخمم هم طالع نگینم
ظاهر به باطنِ من یک رنگ گشته در عشق / چون شمع می گدازد با دستِ آستینم
امیدِ رستگاری ز آغازِ کار پیداست / در خانهٔ کمان است صیاد در کمینم
از انقلابِ دوران هر دُرد بر سر آمد / ناچار در خُمِ چرخ من صاف ته نشینم
این سرنوشت بد هم دایم بکس نماند / سیلابِ اشک شوید آخر خط جبینم
شیرین زبانیِ من دامِ عوام بنود / جوشِ مگس کند زهر در دیده انگبینم

دایم کلیم دوران در پستیم ندارد
شاید که قدردانی بردارد از زمینم

دوش در خوابِ که آن طُرّهٔ پیچان دیدم / صبح در بسترِ خود سنبل و ریحان دیدم
از هواداری آن زلف چنانم که اگر / برد خواب اجلم خوابِ پریشان دیدم

---

۱ ا، من؛ ج: بین   ۲ ب: زشتی

ای خوش آندم که ز حیرت نزنم دیده بهم — تا ز دم چشم بهم آفتِ طوفان دیدم
آنچه از شکر تاتار ندیدست کسی — من ز یک تار از آن زلفِ پریشان دیدم
گردِ راه طلبم سرمهٔ بینایی شد — چمنی در دلِ پُر خارِ مغیلان دیدم
از سرِ صدق چو دستار بگردش گشتم — گر سری خالی از اندیشهٔ سامان دیدم
هر که ز ابنای جهان است بمن حق دارد — زان که از چین جبین همه سامان دیدم
وارد از منفعتِ صحبتِ این خلق چرا — خضر را معتقدِ سیرِ بیابان دیدم
راست گفتند بود توبه پشیمان بودم[1] — هر کرا دیدم از توبه پشیمان دیدم

دهر بر عکسِ توقع چو کند کار کلیم
هر چه دشوار شمردم بجز آسان دیدم

شکوهٔ دردِ ترا کی پیشِ دربان می‌کنیم — تشنه می‌میریم و شکوهٔ آبِ حیوان می‌کنیم
بی تو تاریکست کشمیر ای چراغ دیده‌ها — ما سیه روزیم در شب سیر بستان می‌کنیم
گل اگر تا سینه در کشمیر می‌آید چه سود — ما که گل از اشکِ خونین در گریبان می‌کنیم
در چمینِ عیش از بس دیدهٔ بد دیده‌ایم — باده را از چشم[2] ساغر نیز پنهان می‌کنیم
ماجرای دیده می‌گویم پیشِ سیل اشک — ابلهی بین شکوهٔ کشتی به طوفان می‌کنیم
از ظفر خان بود آن[3] جمعیت و طرح غزل — ما که دیگر زلفِ معنی را پریشان می‌کنیم
تا تو رفتی دل بفکرِ خویشتن افتاده است — سر چو می بازیم آنکه فکرِ سامان می‌کنیم
بادهٔ کشمیر از بزم تو صاحب نشا بود — بی تو ما خاطر نشانِ می پرستان می‌کنیم

داغ می‌ماند کلیم از لاله زار از دست رفت
هر چه دشوار است ما بر خویش آسان می‌کنیم

از ثباتِ عشق دایم پا به دامن داشتم — گر چو داغ لاله در آتش ن...
بر زلالِ خضر اکنون صد تغافل می‌زنم — من که چشم از تشنگی بر آب دامن داشتم
هیچ گه ذوق از[4] جستجو بازم نداشت — خوشه چین بودم من آن روزی که خرمن داشتم

---

۱ ا: بودم؛ ج: دیدم — ۲ ا: جسم؛ ج: چشم
۳ ا: بود از آن؛ ج: بود آن — ۴ ا: در؛ ج: از

Marfat.com
Marfat.com

روشنی از بزم من دریوزه می کرد آفتاب در چراغ عیش تا از باده روغن داشتم
شعله بر[۱] می خاست از بی طاقتی وی نشست من نه جنبیدم ز جا تا جا بگلخن داشتم
کی بهر نامحرمی چاک جگر خواهم نمود من که زخمش را نهان از چشم سوزن داشتم
همچو ماهی غیر داغم پوششی دیگر نبود تا کفن آمد همین یک جامه بر تن داشتم

داغ را جز بر کنار زخم ننهادم کلیم
دیده را بر رخنهٔ دیوار گلشن داشتم

بسکه می پیچد صدای نالهٔ دل در برم استخوان سینه موسیقار شد در پیکرم
طالع بد بین کز آب و آتشم بی قدر تر گر چه آتش می توان کشتن ز آب گوهرم
حکم سودا بر سرم جاری تر است از سیل اشک گر بفرقم خاک بیزد در ز ندگل بر سرم
خاک اصل طینتم گوئی ز گرد لشکر است کز[۲] رفیقان جمله در راه طلب واپس ترم
بسته ام چشم امید از مهربانی های خلق دل نهاد زخم بی مرهم بسان مجمرم
فطرت پستم ندارد بال پرواز بلند من که مور ناتوان باشم چه باشد شهپرم
خاطر آزرده دارم که در سیر بهشت از گریبان چون جرس بیرون نمی آید سرم
برگ من بی برگیست و بار بار خاطر است بادیا رب روزی برق بلا برگ و برم

میکنم[۳] گاهی اگر سامان بزم می کلیم
سنگ پر بیرون کند از اشتیاق ساغرم[۴]

فرصتی کو که دوای دل رنجور کنیم پنبهٔ شیشهٔ می مرهم ناسور کنیم
طمع خام نشد ز آتش حرمان پخته گریه دوزخ بردیم آرزوی حور کنیم
خدمت بزم شراب تو ز ما می آید می توانیم که از گریه گزک شور کنیم
از پی کینهٔ ما تیغ به بند و به میان ما اگر دست هوس در کمر مور کنیم

---

۱ ا: "بر" ندارد: پر ۲ ا: از؛ ج: کز
۳-۴ ا: میکنم گاهی اگر سا .... ؛ سنگ پر بیرون کند از اشتیاق عزم
ج: میکنم گاهی اگر سامان بزم می کلیم ؛ سنگ پر بیرون کند از اشتیاق ساغرم

Marfat.com
Marfat.com

زندگی بسکه ز بیدادِ فلک تلخ شد است
خسته بر شده را پرسش و تجویز کنیم

پردهٔ هرچند فزون جلوهٔ اوست خوشتر
فهم این نکته ز راز دلی ظهور کنیم

رخت صندوق به تابوت نخواهد گنجید
هرچه با خود نتوان برد ز خود دور کنیم

چارهٔ زاریست بر دلبر مغرور کنیم
نتوانیم چو رامش به زر و زور کنیم

گه گهر گه شرر از دیدهٔ تر یافته ام
من هم از [illegible] هم از [illegible] یافته ام

تا که از پای فتادم ز تهیدستی چشم
[illegible] یافته ام

پیش پا را نتواند که ببیند دیده
[illegible] یافته ام

بر سرم گل شود از سوز درون خاکستر
[illegible] یافته ام

گر عکس کرد را تجسم می گیرد
[illegible] یافته ام

در بیابان طلب از اثر گرمی رو
[illegible] یافته ام

در معانی که سرم را [illegible]
[illegible] یافته ام

فقر را بسکه قناعت به [illegible]
[illegible] شکر یافته ام

راز [illegible]
از در میکده [illegible] یافته ام

بر رگ دل گاه ناخن گاه نشتر می زنم
[illegible] می زنم

در لباس شیخ زاهد در [illegible]
من [illegible] می زنم

عقدهٔ مکتوب یار از کشادن [illegible]
[illegible]

جام چون لبریز شد [illegible]
[illegible]

میتوان گاهی [illegible]
[illegible]

تا زمی گردد دلم هر گاه [illegible]
[illegible]

خود نمائی شیوهٔ [illegible]
[illegible]

عاقبت [illegible]
[illegible]

[illegible]

بایں دماغ که از سایه اجتناب کنیم | بر آن سریم که تسخیر آفتاب کنیم
بگریهٔ سحری سعی بیش ازین خوش نیست | چه لایق است که در شیر صبح آب کنیم
شود به صبر بدل عجز چون کمال گرفت | گذشت آنکه توانیم اضطراب کنیم
ز سوز[1] ناله بود جمله بے قراری اشک | نمی[2] گذارد کاین طفل را بخواب کنیم
سفینه می رود این سعی ناخدا عبث[3] است | چو عمر می گذرد ما چرا اشتاب کنیم
هوائے خانهٔ ناموس و ننگ دلگیر است | خوش آنکه بر سر عقل این بنا خراب کنیم
کدام سوخته جان راست تاب آتش ما | باه سرد ولی را مگر کباب کنیم
بیمن عشق ز خاک وجود می سازیم | گلی که غازهٔ رخسار آفتاب کنیم

بود کلیم که باز از نشان دندان ها
برائے بوسه لبی چند انتخاب کنیم

بروے ساغر می ماه عید را دیدم | ہمیں ببست درین عید دیده وا دیدم
بغیر دیده که پوشیدم از مراد دو کون | بقدر همت خود جامه نه پوشیدم
چنین که برگ و بر نخل آه پیکان است | بفرق سایهٔ آهست سایهٔ بیدم
لبم ز خنده و چشم ز گریه تر می داشت | باشک بی اثر خویش بسکه خندیدم
ز عاقبت نیم ایمن که ترسم آخر کار | کفن برون کند از تن لباس تجریدم
بسان شمع کس آواز گریه ام نشنید | باشک خویش اگر تا صباح غلطیدم
گران نبودم بر طبع دوستان هرگز | بزود رفتن و دیر آمدن مثل عیدم
بحشر آخر از خواب مرگ برخیزد | گمان مبر که ز امداد بخت نومیدم

به پیر جام از آن دم که دست داده کلیم
ز خط ساغر چون شیشه سر نپیچیدم

ز شور[5] عشق چه هنگامهٔ فغان بستیم | چو شمع کشته ازین ما جرا زبان بندیم
نهال سرکش و گل بے وفا و لاله دورو | درین چمن بچه امید آشیان بندیم

---

[1] ب : شور
[2] ا : عیب ؛ ب : عبث
[3] ج : سوز
[4] ب : [illegible]
[5] [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

دمی که ماگره از کار عیش بگشاییم — خیالِ بوسه بر آن خاکِ آستان بندیم
متاعِ خانهٔ دل آن چنان به یغما رفت — که در نماند بر روی دشمنان بندیم
هزار شکوه یکی کرده و کسی نشنید — گذشت آنکه زیک حرف داستان بندیم
گره بموی چو افتاد باز نگشاید — غنیمت است بیا دل در آن میان بندیم

کلیم سایهٔ شاه جهان چو بر سر ماست
به پشتِ چرخ دگر دستِ کهکشان بندیم

از درِ محرومی استمدادِ همت کرده ایم — آرزوها را تمام از سینه رخصت کرده ایم
کیست تا ما را بدستِ کم تواند بر گرفت — بر سر یک پا به پیشِ خم عبادت کرده ایم
این زمان بی بوسه از ساقی نمی گیریم جام — زان که در میخانه ها بی مزد خدمت[1] کرده ایم
نقدِ جان از ساقی و رختِ سرا از می فروش — در حیاتِ خویشتن میراث قسمت کرده ایم
گر همه رخصت بود دستان که ننگِ همت است — بارها این بند[2] را در کار همت کرده ایم
در رهِ سنگِ ملامت فرش چون خاکِ رهیم — سرگرانی را به بالینِ سلامت کرده ایم
خاکساری نقشِ پا تعلیم می گیرد ز ما — در فنِ خود گرچه بی قدریم شهرت کرده ایم
سخت بی قدر است شاید[3] قیمتی پیدا کند — خونِ خود را وقف بر خاکِ عزلت کرده ایم
پیش پا دیدن نمی آید دگر از ما چو شمع — بسکه بر سروِ قدِ او مشقِ حیرت کرده[4] ایم

بر سر جنگست با ما بی سبب دایم کلیم
گرچه صلحِ کل به هفتاد و دو ملت کرده ایم

جان کاهدم چو حقِ سخن را ادا کنم — گر اندکی جان دهند سخن را بهانه کنم
با عالمی مرا سرِ هم خانگی کجاست — تو هرگز نامه [illegible] را عشق جدا کنم
[illegible] که جای در دل آتش کند — خواهم که جا [illegible]
[illegible] عجب بمیانم گرفته است — [illegible] کنم
از دیده گریه رخت ز دست و بدست نیست — [illegible] تا توتیا کنم

---

[1] ب : خدمت
[2] شفر : ج : [illegible]
[3] ل : شد هیچ : [illegible] : شاید قیمتی
[4] [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

یک بزم را به بوی سخن مست می کنم | چون شیشه هر کجا که سر حرف وا کنم
سامان خون فشانی روز و شبم نماند | دیگر باشک شام چو شمع اکتفا کنم
داروی یاس ما همه دردی موافق است | زین یک دوا هزار مرض را دوا کنم
تن را چو در لباس قناعت به پرورم | همچون قرابه پیرهن از بوریا کنم
گر هیچ نیست در سخن من ز عجز نیست | حیف آیدم که زهر در آب بقا کنم

تنبیه منکران سخن می توان کلیم
گر اژدهائی خامه به اظهار ها کنم

نه سزاوار حرم، نه لایق بتخانه ام | در خراب آباد دنیا جغد بی ویرانه ام
فرقم از سرکوب محنت یک نفس خالی نبود | گر ز کار افتاد دستم ریخت بر سر خانه ام
بسکه هرگز پر ندیدم جام عیش خویش را | باورم ناید که پر خواهد شدن پیمانه ام
من نباشم رونق عشق و محبت می رود | تیشه فرهادم و بال پر پروانه ام
فقر تا ما بینوایان را حمایت می کند | سایه پشتی بان دیوارست در ویرانه ام[1]
با گرانان سازگاری و مدارا عاقلست | چون به زنجیر جنون می سازم از دیوانه ام

شعله برمی خیزد از فرقم بجای مو کلیم
می سزد گر از ید بیضا[2] بسازی شانه ام

همین نه در سفر آشفته تر ز سیلابم | که در وطن همه سرگشته تر ز گردابم
چرا فریب شراب هوس خورم که چو تیغ | تمام عمر به یک قطره آب سیرابم
نه سر نهادن از سرگذشتن است سجود | بکیش امن که خم تیغ اوست محرابم
نه رهبر و نه رفیق و نه منزلست مرا | براه شوق عنان بر عنان سیلابم
بدست عشق یکی ساز دلخراشم بین | که تارم از رگ جان نشترست مضرابم
مرا ز وعظ تو غفلت زیاده شد ناصح | زبان به بند که افسانه می برد خوابم
به برد بحرم سرگشتگی رفیق رهست | گمان بری که خس گرد باد و گردابم

---

۱ ا: وره؛ ج: ویرانه
۲ ا: ید و بیضا؛ ع: ید بیضا

Marfat.com
Marfat.com

اگرچه تیغ نیم روزگار دریا دل　　　در آتشم فگند تا دهد دمی آبم

زاشک و آه که یارب زیاده باد کلیم

همیشه آتش سامان و سیل اسبابم

روز و شب از بسکه محو آن میان گردیده ام　　　موی می ترسم برآید عاقبت از دیده ام

اشک رنگین داغ حرمان زخم[1] اشک مسیح　　　وه چه گلها بهر تابوت تمنا چیده ام

برتنم هر جا که اشک رفته برآید دود[2] از آن　　　از تف تب[3] های هجران تاب از بس دیده ام

عیب پوشی سهل باشد عیب نادیدن خوش است　　　چشم من روشن که دایم صاحب این دیده ام

از سیه روزی رهای چون نباید دل که من[4]　　　هر رگ او را به تار زلف او تابیده ام

فرصت عشرت ز کف ندهم بهر حالی که هست　　　گریه تا پس کرده ام بر بخت خود خندیده ام

چون نباشد سبزه گلگون رخ سبزان هند　　　هم ز ابر دیده خون در پای شان یا دیده ام

گل به بستر تا نیفشانی نمی خوابی و من　　　شمعسان با شعله در یک پیرهن خوابیده ام

هیچو من در پیش یار بی وفای خود کلیم

زور نتوان خوار شد عمر وفا ور زیده ام

هرگز آشفته ز بدکردی دوران نشدم　　　دار خاکم همه بر باد و پریشان نشدم

آه ازین غفلت سرشار که چون ساغر می　　　جان بلب آمد و از کرده پشیمان نشدم

طالع خصم فگن در همه میدان دارم　　　دین هنر بین که بکس دست و گریبان نشدم

چون لب زخم دلم خنده پی گریه نکرد　　　گل گل از عشق شگفتم من و شادان نشدم

بسکه با نیک و بد خلق نه دارم کاری　　　منکر و معتقد گبر و مسلمان نشدم

گل نقش قدمم در [illegible] بی قدری　　　لایق گوشه دستار عزیزان نشدم

در ره دشمنی خویش چه ثابت قدمم　　　خاری از پا نکشیدم که [illegible]

گل روی سبد گلشن پژمردگیم　　　ابر از گریه [illegible] [illegible] [illegible]دان نشدم

تا ندادم سر خود در ره آن شوخ کلیم

همسر طایفه بی سر و سامان نشدم

---

١ ج، درن　　　٤ ج: تنهای

٢ ج: من؛ ل: [illegible]　　　٥ ج: درزنده ام؛ ل: درزنده ام

٣ ج، دریا؛ ل: [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

ماکه پیش از مرگ آسایش تمنا میکنم — شکوه از بدکردیِ افلاک بیجا میکنم
چون بکوی خاکساری سرکشی از سر نهیم — تا هوائے خشت بالین را ز سر وا میکنم
ترکِ تجریدی که ما داریم بی اجرست حیف — چون ز ننگِ اهل دنیا ترک دنیا میکنم
چاره کم کن تا جفای دهر هم کمتر شود — افگند صد عقده در کار از یکی وا میکنم
کارِ فردا را ز ما امروز می خواهند دما — هرچه را امروز باید کرد فردا میکنم
بسکه هرجا شکوهٔ افلاک و انجم کرده ایم — شرمساری میکشم از سر به بالا میکنم
گر بکنجِ عزلت از تنهاییم گیرد ملال — ما و عنقا هر دو در یک آشیان جا میکنم

خواه صبر و خواه دل هرچیز گم شد از کلیم
جمله را در کوچهٔ زلفِ تو پیدا میکنم

اشک ریزان از غمت چون ادبه هامون میکنم — کاسهٔ مجنون و جام لاله پر خون میکنم
طالعی دارم که می افتد گره در کارِ من — سر چو تارِ سبحه از هر جا که بیرون میکنم
ابروی زخمم کشیده چشم داغم سرمه دار — حُسنِ یوسف را بعشقِ خویش مفتون میکنم
طاعتِ شوریدگان را قبله جای دیگر است — رو بوقتِ اشک ایزی سوئے جیحون میکنم
باچنین بختِ زبون با روزگارم دشمنست — کوششِ فرهاد را با ضعفِ مجنون میکنم
انچه من دیدم ز دشمن هم جدائی مشکلست — می خلد در دل گر از پا خار بیرون میکنم

جامهٔ واژونِ طالع میکنم از بر کلیم
بخت را از همتِ والا دگرگون میکنم

ن

میرویم[1] از خود بیا در انجمن تنها نشین — ذوقِ تنهای اگر داری بیا با ما[2] نشین
سرکشی با هر که کردی رامِ او باید شدن — شعله سان از هر کجا برخاستی آنجا نشین
طرز و ضعِ اهلِ دنیا سربسر نادید[3] نیست — گر فراغت خواهی از ایام نابینا نشین
صدرِ مجلس گر تمنا باشدت افتاده باش — همچو گرد از خاکساری آنگهی بالا نشین

---

[1] ب؛ ج: میردم
[2] ا: من؛ ع: ما
[3] ا: مادید نیست؛ ج: تادید نیست

Marfat.com
Marfat.com

شب چراغ افروختن از اہلِ عزلت بدنماست   منزوی گرمی نشوی از سایه هم تنها نشین
گرد بالای تو ساقی جلوهٔ مستانه بس   گه در آغوشِ من و گه پهلوی مینا نشین

اے کلیم از کیمیای جستجوی وصلِ دوست
گر زپا خواهی نشستن بر درِ دلها نشین

کارِ دوران چیست؟ جمعیت پریشان ساختن   سیل مجبورست در معموره ویران ساختن
پاک طینت را بکینِ کس نشاید گرم کرد   بهر خون ریز از طلا شمشیر نتوان ساختن
گر طبیبِ همت ایام عیسیٰ دم شود   باید از وی دردِ فقرِ خویش پنهان ساختن
ابر اگر از طینتِ اہل جهان آگه شود   قطره سازی را بدل سازد به پیکان ساختن
ترکِ دنیا پیشِ این دنیا پرستان کافریست   چون بکیشِ هندوان بتخانه ویران ساختن
گریهٔ ما را اگر میرِ آبِ گلشن دهند   عاجز آید نوبهار از غنچه خندان ساختن
با همه ناقابلی دارد هنرها بختِ ما   می تواند از گل و ریحان مغیلان ساختن
بے کدورت راحت از گیتی نشاید چشم داشت   زان که ناچارست باد و چراغان ساختن

نارِ پستان دست فرسودِ هوسها شد کلیم
بعد ازین خواهیم با سیب زنخدان ساختن

نه همین می رمد آن نوگلِ خندان از من   می کشد خار درین بادیه دامان از من
با من آمیزشِ او الفتِ موجِ است و کنار   روز و شب با من و پیوسته گریزان از من
قمریِ رغبت بالم به پیناه که دوم   تا بکی سرکشی اے سروِ خرامان از من
به تکلم، به تبسم، به خموشی، به نگاه   می توان برد به هر شیوه دل آسان از من
نیست پرهیزِ من از زهد که خاکم بر سر   ترسم آلوده شود دامنِ عصیان از من
گرچه مورم دلی آن حوصله را هم دارم   که به بخشم بود از ملکِ سلیمان از من

اشک بیهوده مریز این همه از دیدهٔ کلیم
گردِ غم را نتوان شست بطوفان از من

مگو ناصح که بردامن از رخِ جانان نظر بستن   بسی مشکل بود بر روی صاحب خانه در بستن

لہ ل : فرسوده ؛ ع : فرسود

Marfat.com
Marfat.com

به از مو نیست دستاری سرِ بی‌دماغان را — که هرگه وا شود بازش نمی باید بستن
رهی در کس نمی اندگر گاهی که بگشایی — میان بگشودنت باشد[1] بجز از کمر بستن
بسعیِ خویشتن بهره نگردی نیک‌بخت ای دل — تمامِ عمر اگر بالِ هما خواهی بسر بستن
ز روی سهو بر مرهم نیفتد دیدهٔ داغم — چنین باید بلی از روی نامحرم نظر بستن
رهِ فیضِ ازل رهزن ندارد قسمتِ کوشش — که از کوشش نیارد کس رهِ آبِ[2] گهر بستن
سخن بخشد حیاتِ جاودانی اهلِ معنی را — همین باشد کلیم از شاعری اطرف بر[3] بستن

سکندر سدّ نمی‌بستی که نامش در جهان ماند
دو مصرع را تو انستی اگر بر یک دگر بستن

ای صبا این دلِ صدچاک بجانان[4] برسان — شانه تحفه بآن زلفِ پریشان برسان
به چمن گر گذری نالهٔ از من بشنو — نغمهٔ تازه بمرغانِ خوش الحان برسان
زادِ راهم همه چون دیدهٔ عاشق آبست[5] — می‌رسد ابر[6] تری مژده به مستان برسان
تا دلِ آبله‌ها وا شود از رنجِ سفر — خضرِ راهست شو و خود را به مغیلان برسان
کامِ اغیار چو از بوسه رساندی بکنار — بهرِ ما هم نگهی تا سرِ مژگان برسان
هدفِ ناوکِ او باشش گرت شوقی هست — آتشی داری به در سینهٔ نیستان برسان
تا کی ای بخت بری چاک[7] زجیبم بکنار — یک شبِ هجر مرا نیز به پایان برسان
خون اگر نیست دلا آهنِ پیکان بگذار — مددِ اشک بآیین دیدهٔ گریان برسان

نو بهارست کلیم این همه افسرده مباش
تو هم آخر گلِ اشکی به گریبان برسان

بسینه ناوکِ غم تا بکی روان کردن — چه ذوق رو دهد از آئینه[8] نشان کردن
دلا به گلشنِ حسنِ معاش می باید — بقدرِ پایهٔ پرواز آشیان کردن

---

۱ ج: باید
۲ ا: آبِ روان؛ ج: آبِ گهر
۳ ا: بر، ندارد؛ ج: بر
۴ ا: نجانان؛ ب: بجانان
۵ ا: آنست؛ ج: آبست
۶ ا: آب؛ ج: ابر
۷-۷ ا: خاک زچشم؛ ب: چاک زجیبم؛ ج: خاک زجیبم
۸ ب: آئینه را

Marfat.com
Marfat.com

قفس فراخ اگر گشت گلستان نشود ... بجاست شکوه و شکایت ز آسمان کردن
غذای ماست فریب سراب نومیدی ... مگو به هیچ قناعت نمی توان کردن
ترا چنین که سر و برگ بدگمانی هست ... چرا نداری پروای امتحان کردن
مسلم است به دل درد عمرگاه ترا ... ز جان نهفتن و پنهان ز لب فغان کردن
چنین که تبله خود کرده ایم دنیا را ... نشان کفر بود پشت بر جهان کردن
زمانه را به تو یک رنگ می کند از دل[1] ... به نزد جهل فروشان هنر نهان کردن

جفای خار نه از بهر گل کشید کلیم
رساند مشق تنزل ز باغبان کردن

شب عید است می باید در میخانه واکردن ... بمی خشکی زهد روزه داران را دوا کردن
صراحی گر چنین پیوسته خواهد در سجود آید ... به یک شب طاعت سی روزه را خواهد قضا کردن
زمان عید بی ابروی ساقی کار نگشاید ... بیک ناخن گره نتوان ز کار عیش وا کردن
ستم باشد کشیدن جام می را یک نفس بر سر ... بیک دم این چنین آیینه را بی صفا کردن
نیابی مستحق تر از من مخمور ای ساقی ... زکوة فطری رطل گران باید جدا کردن
خمار باده در چشم سیه کردست عالم را ... بیا ساقی که وقت شام باید روزه وا کردن
مرا بینایی مژگان او می سوزد از غیرت ... ز چشمانش جدا ناگشتن و رو بر قفا کردن
گر او از ما برد در تیره روزی و پریشانی ... چرا زلفت بجد دارد شکست کار ما کردن
چنان کز هر مژده ناید دوا اندر ریشه دردلها ... ز هر چشمی نمی آید نگاه آشنا کردن
کجی هر بی بصیرت را رسد این کحل بینایی ... فلاطون می تواند خشت خم را توتیا کردن
فزون از پایه خود هیچ کس پستی نمی بیند ... فلک هرگز نخواهد نیشکر را بوریا کردن

درین دریای بی ساحل کلیم از من چه می آید
ز کار افتاده این جا بازوی موج از شنا کردن

بازمی خارد که من خواهم دگر بر سر زدن ... این بود از با به دام عشق بال و پر زدن
از غم آن[2] دل که گم شده می زنم بر سینه سنگ ... چون درین غم خانه کس نبود چه حاصل در زدن

---

[1] ل: اول با ج: از دل [2] ...: این

درحقِ آن قامتِ دلکش وصیت کرده است   وقت رفتن شمع رعنائی و گل بر سر زدن
گرچه می گویند نیکوی کن و بفگن در آب   حیف باشد خاک پایش را بچشمِ تر زدن
کم خریداری برای ماهنر باشد نه[1] عیب   کی توان بهر کسادی طعنه بر گوهر زدن
دعوی فهمیدگی دارد گواهان زان یکیست   نزد مردم لاف از فهمیدگی کمتر زدن
ای که دلگیر از حیاتی یاد از پروانه گیر   از ملالِ زندگانی سینه بر خنجر زدن
رنج و راحت را تلافی از قضا چون می رسد   خارِ غم در پا شکستن به که گل بر سر زدن
دستهایم چون فلاخن هر دو بی سر پنجه شد   از تاسف تا بکی بتوان به یک دگر زدن

آن که حرف از بیم بدنامی نه زد با ما کلیم
نیک نامی باشدش با مدعی ساغر زدن

کمر از تارِ جان باید بر آن نازک میان بستن   کی از هر رشته این دستهٔ گل میتوان بستن
بزدرِ[2] رعشه شوق اضطرابی آرزو دارم   که مغزم را نباشد فرصتِ در استخوان بستن
بروز از عندلیبم شام چون پروانه خاموشم   در آن کو صرفهٔ من نیست خواب پاسبان بستن
علاج اضطرابِ دل نمی زمن ورنه   بافسون می توانم لرزهٔ آب روان بستن
همیشه پیشهٔ من عجز و کارِ اوست استغنا   ز گلچیں در زدن می آید و از باغبان بستن
دکانِ گلفروشم رونقِ من موسمی دارد   بجز نتوان گل داغ جنون را در خزان بستن
جرس این نالهٔ[3] را از پهلوی دلبستگی دارد   نبایستی زلالِ خویش را بر کاروان بستن
به نازم ترک چشمت را که ترکش بسته می خواهد   بخون ریز اسیران این چنین باید میان بستن

کلیم از یک الف زخمش چه شرح شکوه می خوانی
سخن کوتاه کن تا کی ز حرفی داستان بستن

اگر مرد رهی نعلین خارِ سعی در پا کن   قدم از سر کن و سودای منزل از سر وا کن
ز مجنون کم نهٔ روز سیاهِ درهم خود را   بوادیِ شکیبائی خیالِ زلف لیلی کن
نه مردِ صدمه عشقی ز سرحدِ هوس بگذر   هوای سیر دریا داری از ساحل تماشا کن

---

[1] ا : ب، ج : نه   [2] ب، ج : بزدر
[3] ا : نالها؛ ج : ناله را

Marfat.com
Marfat.com

بحرمی میتوانی ساخت کارِ شورہ بختان را تبسم را بگو مشتی نمک در زخم دلها کن
طریقِ زندگی با دوستان بیگرجیان باشد ترا ہرگاہ می گویند با دشمن مدارا کن
بہشتی جز دلِ آگاہ در عالم نمی باشد ہوائے جنت ار داری بطبع اہلِ دل[1] جا کن
دلا گرچہ رفیقی در رہِ عزلت نمی باید نمی گویم کہ تنہا باش ہمراہی بہ عنقا کن
بود کفرِ طریقت در پیِ گم گشتہ گردیدن اگر داری دماغ جستجو آرام پیدا کن
مشو چو غنچۂ گل خود نگہبانِ خردہ خود را گرت نقدِ سر شکی ہست در دامانِ صحرا کن

اگر سودا بلند افتاد ازین[2] بہتر چہ می باشد
کلیم از بہر خود او فکر یاری سر و بالا کن

بہ یغما برد دین و دل کہ دست اندازِ نازست این نہادم سر بکف من ہم کہ تسلیم نیازست این
غمِ جانسوزِ عشق از نہفتن فاش می گردد ز خویش آتش برآوردم گلِ اخفا[3]ازست این
گیاہ و برق را باہم چہ آمیزش سرت گردم بمن آمیختی خاطرنشانِ احترازست این
بلا پروردہ باید کہ دارش در بغل گیرد انا الحق گفت اگر منصور لافِ امتیازست این
باین بے برگ و سامانی چو دولابِ کہن دایم سراپا زاری داشتم چہ سامانِ نیازست این
نہالِ حسرتِ ما ہم بہاری می کند آخر نمود از استخوان مغز م گلِ سوز و گدازست این
مبادا سر کشد جای کہ نتوانیش بازارے گذشت از کشورِ دلہا چہ مژگانِ درازست این
چہ سود از اشک ریزی سر بہ زانوی غم ار بنہی نداری اجر چندانی وضوی بے نمازست این

کلیم از ہند اگر دوستانِ رفتن می زند اے دل
نداری خارج آہنگش کہ آہنگِ حجازست این

شکارگاہِ معانیست کنج خلوتِ من زہِ کمانِ شکارم کمندِ وحدتِ من
خدنگِ خامہ چو پر[4] از بیانِ من باید خطا نمی شود از صیدِ تیر [illegible]
ز دور گردی جای رشم[5] بہ دشتِ خیال کہ گم نشود رہ طی کردہ [illegible] رجعتِ من

---

[1] ب، اہلِ دلہا
[2] ب، ج: ازین بہتر چہ می باشد؛ ل: ازین
[3] ب، نازست این، ل: مارت ست این
[4] ج: پرواز بالِ من باید
[5] ج، رسمہ

Marfat.com
Marfat.com

چگونه معنی غیری برم که معنی خویش | دو بار بستن دزدیست در طریقت[1] من
زشوق شاهد معنی همیشه همچو دوات | براه عالم بالاست چشم حیرت من
هلاک گوهر قدر خودم که شیشه به سنگ | اگر خورد شکند در میانه قیمت من
اگر بچاه در افتم رسم باوج کمال | ز سازگاری افتادگی به طینت من
مسافتیست که صد عقده سد ره دارد | میان تجربه تدبیر و دست همت من
کفن بخلوت گورست برگ و سامانی | باین غبار نیالوده کنج عزلت من

ازین که دست امیدم کلیم کوتاه است
خدا معانی برجسته داد قیمت من

کس نمی گیرد دگر در رهن صهبا پیرهن | از تو چاک ای دست بیتابی وا زما پیرهن
بی تو ضعفم قوتی دارد که مانند حباب | باز می افتم اگر بردارم از جا پیرهن
شب قبای صبر دلها چاک شد چون آمدی | همچو شمع خلوت فانوس یکتا پیرهن
از زکوة سنبلستان تار زلفی ده بباد | پاره زین امید می سازند گلها پیرهن
درمیان پا نیارد گرم خونی هاے داغ | با همه نسبت نمی چسپد بر اعضا پیرهن
نیست تار و پود راحت در لباس روزگار | یک بیک را آزمودیم از کفن تا[2] پیرهن
سخت جانی بسکه از پهلوے ما اندوخته | کار جوشن میکند بر پیکر ما پیرهن
خرقهٔ عریانی از دست جنون پوشیده ام | قامتم هرگز نخواهد راست شد با پیرهن
جامه پوشاندن یتیمان را مسلمانی بود | دختر رز را بپوشانم ز مینا پیرهن

گاه عریان از جنون چون شمع می گردد کلیم
گاه چون فانوس می آید سراپا پیرهن

و

نه گل شناسم و نه باغ و بوستان بی تو | که دیده در نگشاید براین و آن بی تو
ز خضر گیرم و بر خاک ریزم آب حیات | به زندگی شده ام بسکه سرگران بی تو

---

۱ ج، ب: شریعت   ۲ ا: ما، ج: تا

Marfat.com
Marfat.com

درین بهار چو گل از سفر تو هم باز آیی
ببین چه می کند این چشم خون‌فشان بی تو

طفلی که پس از میهمان بجا ماند
چه قدر دارد جان مانده آنچنان بی تو

کجا فرصت آن کز فراق شکوه کنم
بغیر نام تو نگذشته بر زبان بی تو

همه ذخیرهٔ شبهای تیره روزی رفت
چو شمع سوخته شد مغز استخوان بی تو

گمان برند که من نیز با تو هم سفرم
چنین که می روم از خویش هر زبان بی تو

بجام و ساغر ما قطرهٔ نمی افتد
اگر نشاط به بارد ز آسمان بی تو

تو همچو تیر ز کف جسته رفته و کلیم
بخود فرو شده چون حلقهٔ کمان بی تو

ای کاش صد دل باشدم ای جان و دل قربان تو
چون سبحه یک یک بهره مند از کاوش مژگان تو

محراب ابروی ترا نازم که پیوسته درو
صفهای طاعت پیش و پس استاده از مژگان تو

جانا کجا داری خبر از اشک بی آرام ما
چون طفل بدخوی چنین ننشسته[1] در دامان تو

از تیغ بی زنهار تو یا رب کدامین نیشتر
بر سینهٔ من زخمها پاگشته در میدان تو

شد خشک سال عافیت گو تیر باران غمت
شاید دلم آبی خورد از آهن پیکان تو

زنجیر اگرچه سر به سر چشمست بر من ننگرد
از بس مکدر گشته ام در گوشهٔ زندان تو

بر گریه ات یک ره کلیم آن شوخ اگر زد خنده
هر قطره گوهر می شود در دیدهٔ گریان تو

غنچه یکی ز جملهٔ خونین دلان تو
رفته فرو بخویش به فکر دهان تو

از بهر کشتن دو جهان آن کمر بس است
شمشیر احتیاج ندارد میان تو

هر جا که فتنه ایست در ابروت جا گرفت
بیش از دو خانه گرچه ندارد کمان تو

بدنام و بی وفاییم از بسکه می کنیم
با سیل اشک خود سفر [illegible]

بدنام خواندم همه کس بی گمان بدست
نامی که نگذرد [illegible] بر زبان تو

باری ز دست بوسه مکن منع ما اگر
تنگست جای بوسه بکنج دهان تو

بر چرخ این هلال نباشد که دست من
آویخته به طاق بلند ابروی کمان تو

---

[1] ع : نوشته

Marfat.com
Marfat.com

می را نهفته خورد مستی نهان نماند　　　رسوای عالمم ز نگاه نهان تو

از نالهات کلیم چه حاصل که چون جرس
فریادرس بهم نه رساند فغان تو

ه

نمک ز گریه و تاثیر از فغان رفته　　　دعا اثر نکند گر بآسمان رفته
دهان تنگ تو گاهی بچشم می آید　　　کمر کجاست که یکباره[1] ازمیان رفته
دل شگفته نماندست در جهان ورهست　　　گلیست چیدنش از یاد باغبان رفته
چگونه سیل به زنجیر موج بند شود　　　مگوی پند که ما را ز کف عنان رفته
همه بقدر ادب بهره می برند ز دوست　　　مزاج فهم ز مسند بر آسمان رفته
بهار نکهت دگلی در چمن نمی شگفد　　　صبا بسجدهٔ آن خاک آستان رفته
ز بسکه پیروی خلق گمرهی آورد　　　نمی رویم براهی که کاروان رفته

کلیم لاف زبان آوری مزن چندین
که شمع آخر ازین بزم بی زبان رفته

ایدل بسنگلاخ هوسها قدم منه　　　از کنج یاس روی به باغ ارم منه
[2]بر نوک نیشتر نهی از دیدهٔ امید　　　سهل است چشم بر کف اهل کرم منه
حمال حرص و آز خودی اینقدر بست　　　بر دوش بار منت کس بیش و کم منه
تعریف خودپسند سخن ناشنو مکن　　　از خود گرست پنبه بگوشش توهم منه
تا خون ز دست خویش توان خورد زینهار　　　همت بورز و لب بلب جام جم منه
با خود نشان به وادی آوارگی مبر　　　جائی که نقش پای بماند قدم منه
راه و روش ز نخل خزان دیده یادگیر　　　گاه خزان به پیری دل بر درم منه
طبل تهی نکوست گر آوازهات هواست　　　هر رطب و یابس که بود در شکم منه
خود را نشان ناوک شهرت مکن کلیم　　　از نام ننگ دار و بمحضر قلم منه

---

[1] ا: بیکباره، ج: یکباره

[2] این بیت زائد در نسخهٔ ا ندارد واز نسخهٔ ب نقل شده است

Marfat.com
Marfat.com

هوای سیرِ گلشن مانده است و بال و پر رفته
هوسها کاش می رفتند با عمرِ بسر رفته

بعشق ریشهٔ محکم کرده ناصح بر نمی آید
زسوزن بر نمی آرند خاری در جگر رفته

بکوی تیره بختی چون قلم پایم بگل مانده
اثر از شعلهٔ آهم بدر همچون شرر رفته

شکیب بیقراران هم بجای خود نمی آید
نیائی[1] از سفر تا باز چون عضو بدر رفته

مبادا آتش سودائی کس زین گونه تند افتد
زجوش گریه ام چشمت چون دیگ بسر رفته

نیم شرمندهٔ یک گام همراهی ز دل هرگز
براهی گر مرا دیدست از راه دگر رفته

میان[2] خاکساران لافِ پستی می توانم زد
هوای کرسی زانو مرا از سر بدر رفته

رهم طی گشته اما نیست از منزل نشان پیدا
درین سرگشتگی ماتم بزلف تا کمر رفته

بکوی تنگدستی خود زمین گیرم کلیم اما
شکم بر سرِ دریا به تاراجِ گهر رفته

دل از غم بیش و کم تقدیر گذشته
وز نیک و بدِ عالم دلگیر گذشته

پرواز وطن شیوهٔ بال و پر من نیست
عمرم بغریبی چو پر تیر گذشته

چون در نگری در کفِ شوریدگی ماست[3]
سر رشتهٔ هر کار ز تدبیر گذشته

امروز بافسون و وفا بیش سلام است
ترکی که ز ما دست بشمشیر گذشته

راهِ دل و جان غمزهٔ او زد به نگاهی
یک ناوکِ کاری زده نخچیر گذشته

در راهِ طلب همتِ این هر دو بلند است
آهم ز اثر اشک ز تاثیر گذشته

خارم بجگر کاشته و داغ بسینه
در دل چو گل و لالهٔ کشمیر گذشته

در کوی جنون کلبهٔ ما تیر نشان است
گامی دو سر از خانهٔ زنجیر گذشته

یکباره کلیم از لب و دندان تو دل کند
طفل هوسش زین شکر و شیر گذشته

ز آتش پنهان عشق هر که شد افروخته
ز دو نخیز [illegible]

دلبر بی خشم و کین، گلبن بی رنگ و بوست
دلکش [illegible]

۱؎ ل: نیابی؛ ج: نیائی

۲؎ ل: [illegible]

۳؎ ل: ا؛ ج: ماست.

Marfat.com
Marfat.com

در وطن خود گهر ابلهٔ بیش نیست   کی به عزیزی رسد یوسف نفروخته
مایهٔ آرام دل چشم هوس بستن است   از طپش[۱] آسوده است باز نظر دوخته
شاید کآید بدام مرغ پریده ز چنگ   گرم نگردد دگر عاشق واسوخته
داروی بیماریش مستی پیوسته است   چشم تو این حکمت از پیش که آموخته

آمد و آورد باز از سر کویش کلیم
بال و پر ریخته جان و دل سوخته

اشکم[۲] ز دل چو شعلهٔ فروزان برآمده   طوفانم از تنور بدینسان برآمده
رفتی و مضطرب ز قفایت دو دیده[۳] اشک   چون لشکری که از پی سلطان برآمده
جایی به دلکشای چشمت نه دیده است   تا سرمه از سواد صفاهان برآمده
از بسکه روزگار دنی سفله پرور است   از تخم لاله خار مغیلان برآمده
از تیغ عمر خط تو کوتاه کی شود   چون از کنار چشمهٔ حیوان برآمده
معشوق خورد سال درآید به قید ضبط   سروی که قد کشیده ز بستان برآمده
جستم بسی ز شش جهت و هفت کشورت   آسودگی ز عالم امکان برآمده
گل گل ز باده چهرهٔ سبزان هند بین   در باغ حسن لاله ز ریحان برآمده
در آرزوی خاتم لعلت ز بس گداخت   انگشتری ز دست سلیمان برآمده

رستاییست هر که نباشد ز شهر عشق
هر چند چون کلیم ز یونان برآمده

آمد آن هوش ربائی دل کار افتاده   زلف آشفته به پایش چو نگار افتاده
حسرت ناوک او می‌کشدم[۴] این چه بلاست   که اگر تیر خطا گشته شکار افتاده
هم از آن دشمن و من بیکس و دو هزار دو پیچ   رستم از کار فرو مانده و بار افتاده
نامه اعمال قدر آتش زده را می‌ماند   جا بجا اشک چو افشان شرار افتاده
حسن در کسوت یک رنگی عشق ار نبود   گل بخون لاله در آتش بچه کار افتاده

---

[۱] ا: غیرت، ج: عزت
[۲] ا: اشکم چو شعله‌ای، ج: اشکم ز دل چو شعله
[۳] ا: دو دیده، ج: دیده
[۴] ا: برساخت، ج: این چه بلاست

Marfat.com
Marfat.com

بحباب زر خود می کند ایمان تازه   خواجه آندم که نفس ها بشمار افتاده
کشتهٔ عشق شوای دل که زخس خوارترست   هر که زین بحر سلامت به کنار افتاده
نیست در محفلِ این تیره دلان راه چراغ   کارِ پروانه بسر های مزار افتاده
قیمت و قدر کلیم ای بتِ رعنا بشناس
سروِ بی فاخته از چشم بهار افتاده

ی

نبرد از دل غمی نظارهٔ گلهای بستانی   ز لاله داغِ دل افزوده[1] واز سنبل پریشانی
شگفته رویم ار بینی نه پنداری که خوش حالم   که در زیرِ غبار غم نهان شد چین پیشانی
بخاک افگند بختِ بد چو برگ گُل پر و بالم   درین گلشن چنین کردیم آخر بال پرافشانی
شراب درد و غم از ساغر تبخاله می ریزد   مبادا از پیِ صرفِ مدارا لب به جنبانی
برائے گرد سر گشتن از و بهتر نمی یابم   بگرد عالم اے بخت اگر صد ره بگردانی
جراحت های چشم از اشکِ خونین کی شود بهتر   خراشش دیده افزون می شود زین لعل پیکانی
کلیم امشب دلی از یار خالی میکنم تا کی
سخن بر لب گره باشد نفس در سینه زندانی

ز بزمی بر نمی خیزد سرودِ نغمه پردازی   همین از خانهٔ تنگ جرس می آید آوازی
دلم پرمایه است از درد چا کی خواهد از تیغت   که باید خانهٔ ارباب دولت را دربازی
بگیتی گرچه مشهورم ولی از کامِ دل دورم   چه سود از امتیاز من دریغا بخت ممتازی
صدائے آشنا زین شش جهت نشنیده ام هرگز   مگر گاهی که از کوه غمم می آید آوازی
ز رشکِ چشم خود خون می خورم در جستجوی او   که هر مژگانش هم پایی بودم بال [illegible]
به زنجیرم نشاید داشت در بزم ورع کیشان   به کوی مطربان در بندم از ابریشم سازی
منم آن بلبلی کز شوقِ گل بی خود روم انجا   نشان یابم گل خوبی[2] اگر در چنگل بازی
کلیم از دست دارم اختیار خانه دل را   چنان کانجا ندارم جائے پنهان کردن رازی[4]

ل۱ ا : افروز دوراز، ج ، افزوده از   ل۳ ب : دل
ل۲ ب، ج ، خوبی، ا : خوبی   ل۴ ج : آرازی

نزد این خلق[1] از رواج باطل و حق دشمنی — حرف حق گو چون انا الحق گوی باشد کشتنی
بسکه در پای خیالت هر زمان سری نهم — در جوانی چون هلالم[2] گشته قامت منحنی
بر جرس این طعنه می آید که در راهِ طلب — زار نالی اینقدر از چیست بار[3] دین تنی
عاقبت پراهن گل پای تا[4] سر در گرفت — تا بکی بر آتش بلبل کند دامن زنی
خلوتِ دل بی صفا و تیره شد از راه چشم — گرچه دائم خانه از روزن پذیرد روشنی
نیست همچون دامنِ مژگانِ او آتش فروز — گر کند دور افق بر آتش من دامنی
می تواند داد اثر تیرِ دعا را آنکه داد — ناوکِ مژگانِ او را بی گمان صید افگنی
چاره سازی سر کند هر جا چو بخت چوب دست — می کند آبی که او ریزد بر آتش روغنی

قسمهٔ ز آهن دلهای تو می گفتی کلیم
چون جرس بودی اگر او را زبانِ آهنی[5]

به صحرای هوس تا کی دلا سر در هوا گردی — نمی بینی رهی ترسم که گم گردی چو وا گردی
تو کی بر حرص خواهی چار تکبیر فنا گفتن — که هر جا چار راهی بنگری خواهی گدا گردی
به تن نقشِ حصیرِ فقر وقتی خوش نشین گردد — که از محنت شکسته استخوان چون بوریا گردی
سرِ خجلت ز شرم گرد ها اکنون به زیر افگن — چه منت بر حیا داری چو از پیری دوتا گردی
ز پا افتادگان را در جوانی دستگیری کن — به پیری گر نمی خواهی که محتاج عصا گردی
نمی گویم که بارِ دوش کس شو اینقدر گویم — که از مینا نه عیب است ار به پای خویش وا گردی
نقابِ غنچه چون بکشاد دیگر بسته کی گردد — مبادا ای گل جدا از پردهٔ شرم و حیا گردی
خدنگِ طعنه دایم سوی تیر انداز بر گردد — کسی را قدر مشکن گر نخواهی کم بها گردی
چو در دامِ غمی افتی پر و بال آنقدر می زن — که باشد قوتِ پرواز اگر روزی رها گردی

کلیم این شیوهٔ تر دامنانست از تو کی زیبد
که همچون موج هر جانب به دنبال هوا گردی

---

[1] ب: عالم
[2] ا: ملالم
[3] ا: باردین، ج: باردین
[4] ا، ما، ج، تا
[5] ا: آهی، ج: آهنی

Marfat.com
Marfat.com

نیست بی فایده این بی خودی و مدهوشی | عقل را پخته کنیم از سفر بی هوشی
هیچ دل نیست که با عشق نباشد کارش | گو حبابی که به دریا نکند سرگوشی
اخگر از عاقبت کار جهان داده خبر | دلق خاکستریش بین[1] پس از اطلس پوشی
زهر چشمش نکند دست هوس را کوتاه | تلخی می نشود مانع ساغر پوشی
همه جا حوصله خوبست بجز بزم شراب | که ز کس فوت شود فایدهٔ بی هوشی
تو که بر حرف کسی گوش نمی اندازی | چه شود گر بدهیم رخصت یک سرگوشی
حاصل هر دو جهان را به سخن گر بدهند | مگشا لب چه توان یافت[2] به از خاموشی

گرچه بهر گهر آبله جا نیست کلیم
چون صدف ساخته دل با غم تنگ آغوشی

فزون از صبر ایوبست تاب محنت دوری | که رنجوری نباشد آن چنان مشکل که مهجوری
چنان بیرون تو دست و دلم از کار خود مانده | که ساغر در کفم لبریز و من مردم ز مخموری
ز گوش این نکته پیر مغان بیرون نخواهد شد | که مستی خاکساری آورد پرهیز مغروری
ز چشم اعتبار خلق چون پنهان شوی دانی | که باشد مستی و رسوائی ما عین مستوری
تو همچون شعله ای سرکش ز هر آلایشی پاکی[3] | ز ما گردی به دامان تو ننشیند مکن دوری
نصیب ما نشد یکبار دیدار ترا دیدن | بخوابت هم نمی بینیم زهی کوری زهی کوری
چنان عالم به بند اعتبار ظاهر افتاده | که پروانه نسوزد گر نباشد شمع کافوری

نکوی بی اثر دیگر کلیم این اشک ریزی را
ز بختم گریه آخر هم سیاهی برد و هم شوری

مکن از تلخ کامی شکوه گو شیرین سخن باشی | به عریانی بساز ار با هنر هم پیرهن باشی
زبانهائی که در راه سخن دیدی اگر گوئی | دلا همچون جرس باید که دائم در سخن باشی
بکن بنیاد بیت و سیل شو کاخ سخنها را | چرا زین شیوه دائم ساکن بیت الحزن باشی
درین مکتب سواد صفحهٔ دانش مکن روشن | سیه[4] روز و سیه بخت ار نخواهی همچو من باشی

---

۱ ا: بین ندارد، ج: بین
۲ ا: یافت ندارد، ج: یافت
۳ ا: ماکی، ج: پاکی
۴ ا: سه، ج: سیه

Marfat.com
Marfat.com

بُت خود ساختی یک چند دانش راچه گل چیدی　　برائے امتحان خواہم دو روزی بُت شکن باشی
به پای خویش آخر تیشه خواهی زد ز ناکامی　　اگر در زور بازوی هنر چون کوهکن باشی
بخلق احسان کن و چشم از تلافی پوش می باید　　بکس راحت رسانی بے عوض چون بادزن باشی
چنان بر خویشتن اندوه غربت را گوارا کن　　که مانندِ گهر بیزار از یاد وطن باشی
درین جا چشم ها تنگ است نتوان خود نما بودن　　بآن دنیا نگن خواهی اگر خونین کفن باشی

کلیم از منتِ غم خواری یاران شوی فارغ
زداغِ تازه گر مرهم نهی زخم کهن[1] باشی

---

[1] ج: سخن

Marfat.com
Marfat.com

رباعیات

هرچند که مردِ قول و فعلش تبه است
برداشتن پرده ز کارش گنه است
رسوا شود آنکه می درد پردۀ کس
زر قلب برآید و محک روسیه است

❁

از رازِ دو کون گر کس آگاه افتد[1]
چون جاده سر براه هر راه افتد[1]
بیچاره به تنگ نائے دنیا چه کند
مانند شناوری که در چاه افتد

❁

گویند ز رخ طرۂ پیچان برداشت
از شاخِ گُل آشیان مرغان برداشت
او زلف بریده با صبا ز آتش حُسن
خاکستر دلهائی پریشان برداشت

❁

دل قافلۂ دردِ ترا مرحله بود
این دشتِ بلا خیمه اش از آبله بود
تا رفت غم تو هرچه بود از دل رفت
آبادیِ کاروان که از قافله بود

❁

گویند کلیم توبه آسان شکند
در میکده انگاه نه پنهان شکند
فصل گُل و خون گرم حریفان بسیار
تا توبه بود خاطرِ یاران شکند

❁

---

[1] ا: شود، ب، ج: افتد

Marfat.com
Marfat.com

بلبل هوس گلبن باغم نه کند
پروانه هم آهنگ چراغم نه کند
زین گونه که روزگار برگشته زمن
گر آب شوم تشنه سراغم نه کند

❀

چون شمع خودم آتش پیراهن خویش
برقم امّا افتاده در خرمن خویش
خود را دایم بر آب و آتش زده ایم
پروانه کجا هست همچو من دشمن خویش

❀

آن کس که ترا رخصت می خواری داد
صیقل پی آئینه هشیاری داد
تا باده ز کم حوصلگان رسوا شد
از موج به مستان خط بیزاری داد

❀

با آنکه پیاله گیر این بزم منم
ممتاز به لطف ساقی از انجمنم
گیرد هر کس از کف ساقی جامی
گردد چو پیاله آب اندر دهنم

❀

ای دل گر رفع احتیاجت هوس است
برخویش مگیر تنگ تا دسترس است
حاجت کمتر چو دستگه نیست فراخ
خاریدن گوش را یک انگشت بس است

❀

راز دو جهان به تنگ دستان بسپار[1]
اسرار بلند را به بستان بسپار
می خورده سفال نم به بیرون ندهد
گر راز دلی هست به مستان بسپار

❀

از باده گذشتیم به پاکان قسمت
شستیم ز جام دست اگر جام جم است
توفیق ثبات هم خدا خواهد داد
آری تاریخ هم ثبات قدم است

---

[1] ب: بسیار

Marfat.com
Marfat.com

ضمیمہ

عہدِ حکومت شاہجہان کی سنہ واری فہرست

۱۔ تخت نشینی شاہجہان	۱۶۲۸ء
۲۔ تسخیر کابل	۱۶۳۰ء
۳۔ خان جہان لودی کی بغاوت و سرکوبی	۱۶۳۱ء
۴۔ قحط دکن	۱۶۳۱ء
۵۔ وفات ممتاز محل	۱۶۳۱ء
۶۔ قبضۂ ہوگلی	۱۶۳۲ء
۷۔ کتخدائی شہزادہ دارالشکوہ و شجاع	۱۶۳۳ء
۸۔ جلوس تخت طاؤس	۱۶۳۵ء
۹۔ ججھار سنگھ بندیلہ کی سرکوبی	۱۶۳۶ء
۱۰۔ فتح چہل قلعجات دکن	۱۶۳۶ء
۱۱۔ اورنگ زیب کی صوبہ داری بر دکن	۱۶۳۶ء
۱۲۔ رسم عروسی اورنگ زیب	۱۶۳۷ء
۱۳۔ الحاق بگلانہ	۱۶۳۸ء
۱۴۔ فتح قندھار	۱۶۳۹ء
۱۵۔ فتح بلخ	۱۶۴۷ء
۱۶۔ تعمیر شاہجہان آباد	۱۶۴۸ء
۱۷۔ وفات شاہجہان	۱۶۵۸ء

Marfat.com
Marfat.com

کتابیات

کُتبِ مطبوعہ

آنندراج
فرہنگ آنندراج
نولکشور پریس

احمد خان سید
"آثار الصنادید"
۱۹۰۰ء نولکشور پریس

امیر شیر علی خان لودی
"مراۃ الخیال"
۱۳۲۴ف بمبئی

انند رام مخلص
"چمنستان"
۱۸۷۷ء

بارٹولڈ
"مسلمان کلچر" ۱۹۳۴ء کلکتہ

بشیر الدین احمد
"واقعاتِ مملکتِ بیجاپور"
۱۹۱۵ء آگرہ

پرتو بیضائی
دیوان کلیم کاشانی
۱۳۳۶ء طہران

جلال اسیر، مرزا
"دیوانِ جلال اسیر"
۱۲۹۷ء نولکشور پریس

حمد اللہ مستوفی
"نزھۃ القلوب"

خافی خان (محمد ہاشم خان)
"منتخب اللباب"
۱۸۷۴ء کالج پریس کلکتہ

Marfat.com
Marfat.com

رضازادہ شفق

"تاریخ ادبیاتِ ایران"

۱۳۲۱ ش طہران

سجاد ظہیر

"ذکرِ حافظ"

۱۹۵۴ء بلوچستان

سعید حسن، سعید محمد

"روز روشن"

۱۲۹۷ھ بھوپال

سید ہاشمی فرید آبادی

"تاریخ ہند"

۱۹۳۹ء دار الطبع جامعہ عثمانیہ

سید احمد

"ترجمہ تزک جہانگیری"

۱۸۶۴ء

شبلی نعمانی

"شعر العجم" جلد سوم

۱۹۱۰ء مطبع فیض عام۔ علیگڈھ

(سلسلہ دار المصنفین)

"الکلام"

۱۹۴۱ء اعظم گڈھ

شیخ چاند

"ملک عنبر"

۱۳۵۰ھ

صمصام الدولہ، نواب (شاہنواز خان)

"مآثر الامراء"

جلد اول ۔ ۱۸۸۸ء رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ کلکتہ

جلد دوم ۔ ۱۸۹۰ء " " "

جلد سوم ۔ ۱۸۹۱ء " " "

عبدالباقی نہاوندی

"مآثر رحیمی"

جلد اول ۱۹۲۴ء کلکتہ

جلد دوم ۱۹۲۵ء "

جلد سوم ۱۹۳۱ء "

عبدالحمید لاہوری

"پادشاہنامہ"

جلد اول ۱۸۶۷ء کالج پریس۔ کلکتہ

جلد دوم ۱۸۶۸ء " " "

Marfat.com
Marfat.com

عبدالحی

"گلِ رعنا"

۱۳۶۴ھ آگرہ

عبداللطیف خان

"تحفۃ العالم"

۱۲۶۳ھ ایران

۱۲۹۴ھ پبلشر محمد مسیح الزمان حیدرآباد دکن

عبدالغنی خان

"تذکرۃ الشعراء"

۱۹۱۶ء

عبدالمجید صدیقی، پروفیسر سیاسیات جامعہ عثمانیہ

"تاریخ گولکنڈہ"

۱۹۳۹ء ادارۂ ادبیاتِ اردو
حیدرآباد دکن

"تاریخ دکن عہدِ وسطیٰ (بہمنی سلطنت)"

۱۹۵۲ء ادارۂ ادبیاتِ اردو
حیدرآباد دکن

"مقدمہ تاریخ دکن"

۱۹۴۰ء ادارۂ ادبیاتِ اردو
حیدرآباد دکن

عبدالنبی، فخرالزمانی قزوینی

"میخانہ"

۱۹۲۶ء محمد شفیع کیپور آرٹ لاہور

عظیم الحق جنیدی

"مآثر العجم"

۱۹۴۱ء آگرہ

علی حسن خان

"صبحِ گلشن"

۱۹۲۴ء بھوپال

علی حسن خان، سید ابن ناصر

"بزمِ سخن"

۱۲۹۸ء آگرہ

غلام حسین سلیم زیدپوری

"ریاض السلاطین"

۱۸۹۰ء کلکتہ

غنی کشمیری

"دیوانِ غنی"

۱۹۱۵ء نولکشور پریس

Marfat.com
Marfat.com

فتح علی حزین

"تذکرہ ریختہ گویان"

۱۹۳۳ء اورنگ آباد

کشاورز صدر

"کلیم کاشانی"

۱۳۳۳ ف ماہ شہریور۔ طہران

چاپ کاویان

کلیم، میرزا ابوطالب

"دیوانِ کلیم"

۱۲۹۷ء نولکشور پریس

لچھمی نارائن شفیق

"چمنستانِ شعراء"

۱۹۲۸ء اورنگ آباد

لطف علی آذر

"آتشکدۂ آذر"

۱۲۷۷ھ بمبئی

لطف علی مرزا

"گلشنِ ہند"

۱۹۰۶ء لاہور

محمد افضل خان سرخوش

"کلمات الشعراء"

۱۹۴۲ء لاہور

محمد تقی بہار مشہدی

"سبک شناسی"

جلد اول۔ ماہ شہریور۔ ۱۳۲۱ ف۔ طہران

محمد حسین آزاد

"سخندانِ فارس"

۱۹۰۷ء لاہور

"نگارستانِ فارس"

۱۹۲۲ء کریمی پریس لاہور

محمد صالح کنبوہ

"عمل صالح" (موسومہ بہ شاہجہان نامہ)

جلد اول۔ ۱۹۱۴ء رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ کلکتہ

جلد دوم۔ ۱۹۲۷ء " " "

جلد سوم۔ ۱۹۳۹ء " " "

محمد عبد الجبار خان صوفی ملکاپوری

"محبوب الزمن" حصہ دوم

۱۳۲۹ء حیدر آباد دکن

Marfat.com
Marfat.com

محمد قدرت اللہ گوپاموی

"نتائج الافکار"

۱۲۸۴ھ نولکشور پریس

مرزا ابراہیم زبیری

"بساتین السلاطین"

۱۹۱۵ء حیدرآباد دکن

مرزا طاہر نصرآبادی

"تذکرہ طاہر نصرآبادی"

۱۳۱۷ ف طہران

مرزا محمد علی صائب تبریزی

"دیوانِ صائب"

۱۸۸۰ھ نولکشور پریس

معتمد خان

"اقبال نامہ جہانگیری"

۱۸۶۵ء کلکتہ

منشی اسکندر بیگ

"عالم آرائے عباسی"

۱۳۱۴ف طہران

میر ابوالقاسم

"حدیقۃ العالم"

۱۲۲۶ھ حیدرآباد دکن

میر خواند

"روضۃ الصفا"

۱۸۳۲ء یوروپ

میر غلام علی آزاد

"خزانۂ عامرہ"

۱۸۷۱ھ نولکشور پریس

"ماثر الکرام (موسوم بہ سروِ آزاد)"

۱۹۱۳ء مطبع رفاہ عام لاہور (از طرف
کتبخانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

نذیر احمد، ڈاکٹر۔ پروفیسر فارسی علیگڈھ یونیورسٹی

"تحقیقی مطالعے"

۱۹۵۴ء سرفراز قومی پریس لکھنو
دانش محل

نور الحسن خان

"طور کلیم"

۱۲۹۸ھ آگرہ

Marfat.com
Marfat.com

ولیم بیل
"مفتاح التواریخ"
۱۸۶۷ء نولکشور پریس

یوسف حسین خان، پروفیسر تاریخ جامعہ عثمانیہ
"روحِ اقبال"
۱۹۴۴ء حیدرآباد دکن

کتبِ قلمی

بختاور خان
"مراۃ العالم"
سنہ کتابت ۱۰۱۲ھ، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن، فن تاریخ، نمبر ۵۱۳ ف
(سنہ تصنیف ۱۰۷۸ھ ہے اس لیے اغلب ہے کہ سنہ کتابت ۱۱۱۲ھ ہو اور کاتب نے غلطی کر دی ہو)

تقی اوحدی
"عرفات العارفین"
ناقص الآخر ـ " " ، فن تاریخ، نمبر ۲۰۹ ف

رفیع الدین شیرازی
"تذکرۃ الملوک"
سنہ کتابت ۱۳۰۶ھ " " " ، نمبر ۱۰۸۱ ف

سراج الدین علی خان آرزو
"مجمع النفائس"
سنہ کتابت ۱۱۸۶ھ کتب خانہ سالار جنگ ، " ، نمبر ۴۲ ف

Marfat.com
Marfat.com

سلیم، مرزا محمد قلی

"دیوانِ سلیم"

سنہ کتابت ۱۱۵۷ھ کتب خانہ سالار جنگ ، فن دادین نمبر ۱۹ ف

شیدا

"دیوانِ شیدا"

سنہ ۱۰۶۸ھ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن ، فن دادین نمبر ۱۱۱۸ ف

صمصام الدولہ، نواب (شاہنواز خان)

"بہارستانِ سخن"

سنہ کتابت ۱۱۹۴ھ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن ، تذکرہ، نمبر ۱۲۱ ف

علی قلی خان، والہ داغستانی

"ریاض الشعراء"

سنہ کتابت ۱۲۵۸ھ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن ، ،، ، نمبر ۱۲۰ ف

علی اکبر شیرازی

"تذکرہ دلکشا"

سنہ کتابت ۱۲۳۷ھ کتب خانہ سالار جنگ ، ،، ، نمبر ۵۸۱۶ ف

علاء الملک تونبی

شاہجہان نامہ (پادشاہنامہ)

سنہ ندارد کتب خانہ سالار جنگ ، فن تاریخ نمبر ۲۳۵ ف

Marfat.com
Marfat.com

غلام علی آزاد
"تذکرہ ید بیضا"
سنہ ندارد کتب خانہ آصفیہ ، تذکرہ نمبر ۱۸۶ ف

قاضی نور اللہ
"تاریخ عادلشاہ"
سنہ کتابت ۱۱۹۵ھ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد فن تاریخ نمبر ۲۵۸۷ ف

قدسی، محمد جان
"کلیات قدسی"
سنہ ندارد کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دواوین نمبر ۳۱۶ ف
" " کتب خانہ ریکارڈ آفس حیدرآباد " " ۶۴۳ ف

کشن چند اخلاص
"تذکرہ ہمیشہ بہار"
سنہ ندارد کتب خانہ ریکارڈ آفس تذکرہ نمبر ۱۳ ف

کلیم، مرزا ابوطالب ہمدانی
"شاہجہان نامہ" (جس کا حوالہ بعد تحقیق ہم نے "شاہنامہ" کے نام سے دیا ہے)
سنہ کتابت ۱۲۵۵ھ کتب خانہ ریکارڈ آفس حیدرآباد دکن، نمبر ۱۳۴ ف

"کلیات کلیم"
سنہ کتابت ۱۰۸۲ھ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن، فن دواوین نمبر ۱۲۲۵ ف
" " ۱۱۴۵ھ کتب خانہ سالار جنگ " " " " ۲۶۶ ف
دیوان " ۱۱۹۲ھ " " " " " " ۱۰ ف

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com

محمد قاسم فرشتہ
"تاریخ فرشتہ" (جلد دوم)
سنہ کتابت ۱۲۴۷ھ کتب خانہ سالار جنگ نمبر ۳۹۸۷ ف

محمد ولی بن محمد عثمان ابن محمد علی علوی بدری
"مدحت الشعراء"
سنہ کتابت ۱۱۹۶ھ کتب خانہ سالار جنگ نمبر ۴۳ ف

Marfat.com

اِشاریہ

آ

آصف خان، یمین الدولہ :- ۴۳، ۴۵، ۴۹، ۹۵، ۱۱۳، ۱۹۳

ا

ابراہیم عادل شاہ ثانی :- ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۶، ۲۸، ۳۲، ۳۳
۳۴، ۳۵، ۳۹، ۴۰، ۸۷، ۸۸، ۱۷۲

ابن حوقل :- ۱۹

ابوسعید بلخانی :-

اتابک سعد زنگی :- ۱۸

اعظم خان اختری یزدی :- ۲۴، ۷۴

افضل خان سرخوش :- ۸۶

اکبر جلال الدین :- ۴۴، ۵۴، ۶۴، ۱۰۵

امتیاز علی خان عرشی :- ۱۶۴

امیر خسرو :- ۱۳۵، ۱۴۴، ۱۵۰، ۱۵۸، ۱۹۱

اورنگ زیب محی الدین :- ۵۰، ۵۱، ۵۵، ۶۴، ۹۴، ۱۰۶
۱۱۰، ۱۹۷

ب

بختاور خان :- ۱۹، ۲۲

برہان نظام شاہ :- ۸۷، ۸۸

بے بدل خان، سعیدائے گیلانی :- ۵۷، ۸۴

بیدل، مرزا عبدالقادر :- ۱۳۸

پ

پرویز، (شہزادہ) :- ۵۰

پرتو بیضائی :- ۵۹، ۱۶۱، ۱۷۰

ت

تیمور :- ۱۰۷

ج

جامی، عبدالرحمٰن :- ۸۴

ججھار سنگھ بندیلہ :- ۵۳، ۹۵، ۹۶، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۰۶

جلال اسیر، مرزا :- ۲۳، ۷۱

جہاں آرا بیگم :- ۶۲، ۱۸۶، ۲۰۱

جہانگیر، نورالدین سلیم :- ۲۵، ۲۸، ۳۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴،
۴۶، ۵۸، ۶۴، ۸۴، ۱۰۵، ۱۰۶

چ

چاند بی بی :- ۲۴

ح

حافظ، شمس الدین :- ۱۸، ۷۲، ۱۲۳، ۱۳۰

حکیم اکنا کاشی :- ۸۱

حکیم شفائی :- ۸۱

حکیم صدرا مسیح الزمان :- ۶۶، ۲۰۱

حمداللہ مستوفی :- ۲۰، ۱۰۷

خ

خان جہان (پیرا خان) ۴۶، ۴۷، ۱۱۱

خواجہ ابوالحسن تربتی : ۴۶، ۵۰، ۸۰

خواجہ نظام :- ۴۵

Marfat.com

د

دارالشکوہ، شہزادہ :- ۵۰، ۸۲، ۹۴، ۹۶، ۱۰۶، ۱۱۰

دانش مشہدی :- ۶۹، ۷۰

دریا خان :- ۴۷

ر

راس، ڈینین :- (Ross. D) ۳۱، ۴۶

راؤ امر سنگھ :- ۶۳، ۱۰۵

ریو :- (Rieu) ۱۶۲

س

سعدی :- ۱۸، ۱۳۵، ۱۴۴

سلیم، مرزا محمد علی قلی :- ۶۹، ۷۱، ۷۸، ۷۹، ۱۴۴

سنجر کاشی :- ۳۸، ۷۶، ۸۷

ش

شاہجہان، شہاب الدین :- ۲۵، ۲۸، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۴، ۵۶، ۵۷، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۵، ۷۷، ۸۰، ۸۵، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۸، ۱۱۳، ۱۲۲، ۱۷۷، ۱۸۵، ۱۸۹، ۱۹۵، ۲۰۶، ۲۱۱، ۲۱۳، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۵۱، ۲۵۳، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۹۳

شاہ رخ :- ۱۰۷

شاہ عباس :- ۳۹، ۴۲

شاہنواز خان بن مرزا رستم صفوی :- ۲۵، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۴۴، ۵۰، ۵۵، ۵۶

شاہنواز خان شیرازی :- ۲۱، ۲۲، ۲۴، ۲۶، ۲۷، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴[illegible]، ۱۷[illegible]، ۱۸۲

شبلی نعمانی :- ۲۵، ۲۹، ۳۰، ۱۱۶، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۴۸

شجاع شہزادہ :- ۵۰، ۹۴، ۹۶، ۱۰۶، ۱۱۰، ۱۷۱، ۱۷۲

شرف الدین علی یزدی :- ۱۰۷

شہریار، شہزادہ :- ۱۱۳

شیدا :- ۸۲، ۸۳، ۸۴

شیر علی خان لودی :- ۶۷

ص

صادق خان :- ۵۱، ۱۹۲

صلابت خان :- ۶۲

صمصام الدولہ (شاہنواز خان) :- ۳۳

صائب، مرزا محمد علی :- ۲۳، ۶۹، ۷۱، ۷۶، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۸، ۱۴۴

ط

طالب آملی :- ۱۵۰

ظ

ظفر خان، احسن :- ۵۰، ۸۰، ۸۱، ۱۰۶، ۱۵۹، ۱۶۶

ظہوری، نورالدین محمد :- ۲۵، ۳۸، ۸۸

ظہیر فاریابی :- ۱۵۸

ع

عبدالجبار خان ملکاپوری :- ۲۵، ۲۷، ۳۰

عبدالحمید لاہوری :- ۱۸، ۲۲، ۲۵، ۳[illegible]، ۴۴، ۴۶، ۵۷، ۸۴

عرفی، جمال الدین :- ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۳۶، ۱۵۰، ۱۵۸

علاالملک تونی :- ۶۶، ۶۷

علی اکبر کروری :- ۵۹

علی عادل شاہ :- ۲۳

علی مردان خان :- ۶۱

Marfat.com

غ

غالب، اسداللہ خان :- ۷۰، ۱۲۸، ۱۳۴

غلام علی آزاد بلگرامی :- ۳۱، ۸۱

غنی کشمیری :- ۵۸، ۶۷، ۶۸، ۷۹، ۸۱، ۱۴۸

ف

فردوسی طوسی :- ۱۰۰

فیضی :- ۱۵۰

ق

قدسی، محمد جان :- ۴۸، ۴۹، ۵۲، ۵۸، ۶۳، ۶۴، ۷۱، ۷۷، ۸۱، ۸۵، ۸۷، ۹۰، ۹۱، ۱۰۹، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۵۹، ۱۷۰، ۱۹۳

قلی قطب شاہ :- ۳۹، ۴۰، ۱۷۲

ک

کشاورز صدر :- ۲۰

کشن چند اخلاص :- ۸۶

کمال خجندی :-

کلیم، مرزا ابوطالب : حیات : ۱۷ تا ۴۷ معاصرین کلیم :- ۴۸ تا ۸۸
شاہنامۂ کلیم ۸۹ تا ۱۱۴ کلام کلیم :- ۱۱۵ تا ۱۵۶
کلیات کلیم :- ۱۵۷ تا ۳

ل

لشکر خان :- ۴۵، ۱۷۱

م

محمد امین قزوینی :- ۲۲، ۲۵، ۳۰، ۳۳، ۵۸، ۷۰، ۸۶، ۹۰

محمد صالح کنبوہ :- ۴۹، ۵۸، ۸۵، ۱۰۸

محمد قدرت اللہ گوپاموی :- ۳۱، ۸۶

محمد وارث :- ۶۶

مرزا طاہر نصرآبادی :- ۱۶۰

مرزا محمد علی ماہر :- ۷۰، ۷۶

مراد بخش شہزادہ :- ۶۵، ۹۴، ۱۰۳، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۷

ملک منیر :- ۲۴، ۲۷، ۴۱، ۵۴

ملک قمی :- ۳۸، ۴۰، ۷۱، ۸۷، ۸۸

ممتاز محل :- ۴۸، ۹۵، ۱۰۶، ۱۱۰، ۲۶۰

میر جملہ شہرستانی، محمد امین } ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۹، ۳۹، ۴۰، ۴۲
متخلص بہ روح الامین } ۴۳، ۴۴، ۲۴۹، ۲۸۹

میر معصوم :- ۷۶، ۸۲

میر یحیٰی :- ۶۷

ن

ناصر علی سرہندی :- ۱۴۸

ناظم تبریزی :- ۲۴، ۳۹، ۴۰

نذر محمد خان :- ۴۵، ۴۶، ۶۴، ۹۵

نظام الملک بحری (مرتضیٰ نظام شاہ) ۴۷، ۸۷، ۱۷۲

نظامی شامی :- ۱۰۷

نظامی گنجوی :- ۱۰۰

نظیری نیشاپوری : ۱۱۹

نورجہاں بیگم :- ۲۸

ہ

ہادی حسن، ڈاکٹر :-

ی

یاقوت حموی :- ۳۰

Marfat.com

Story, C. A.,
" PercianLiterature. "
Luzac, London 1939.

CATALOGUES

Abdul Kadir, K. B. Sh.,
" A Descriptive Catalogue of the Ar. Per. Mss. in the Library of the University of Bombay. "
Bombay, 1935.

Edwards, E.
" Catalogue of Per. Books in the British Musem. "
London, 1922.

Ethe,
" Catalogue of Per. Mss. in the Library of India Office Vol. I. "
Oxford, 1903.

" A Descriptive Catalogue of the Ar. Per. Miss. in Edinburgh University Library. "
Robertson, 1925.

Flugel,
" Catalogue of Ar. Per. Mss, Vol. I. "
Wien, 1865.

Ivanow. W.,
" Catalogue of Asiatic Society of Bengal. "
Calcutta 1926.

Houtsma, Arnold.,
" Encyclopaedia of Islam "
London 1927.

Pertch Wilhelm,
" Die Handschriften-Verzeichnisse Der Knoiglichen Bibliothek Zu Berlin, "
Berlin A Asher, 1888.

Riew,
" Catalogue of Per. Mss. in the British Museum, Vol. II "
Longmans 1881.

Ross, E.,
" Catalogue of Ar. Per, Mss. in the Oriental Public Library Bankipore. "
Calcutta, 1921.

Sachau.,
" Catalogue of Per Mss. in the Bodleian Library. "
University Press, Ware house.
Oxford, 1889.

Sprenger.,
" Catalogue of Ar. Per. and Hin. Mss. Vol, I. "
Calcutta, 1854.

Marfat.com

ENGLISH BOOKS

Banarsi Parsad,
" History of Shahjahan of Delhi. "
The Indian Press, Allahabad 1932.

Browne, E. G.,
" Literary History cf Persia Vol. III. "
University Press, Cambridge 1920.
Vol' IV.
Cambridge, 1930.

Ghani M. A. Professor,
" Persian Literature at the Moghal Court, Vol. III. "
Allahabad, 1930.

Hadi Hasan, Dr.,
" Mughal poetry; Its cultural and Historical value. "
Hyderabad Govt. Press, 1952.

Haig Sir Wolsely,
" The Cambridge History of India " Vol. III.
University Press, Cambridge 1928.

H. H Dodwell, Do Vol. IV, 1932.

Iqbal, Dr. Sir Mohammed,
" The Reconstrution of Religious through Islam. "
Lahore, 1930.

" The Development of Metaphysics in Persia. "
London, 1908.

Ishaq, M.,
" Modern Persian Poetry. "
Calcutta, 1943.

Ishwari Persad,
" A short History of Muslim rule in India. "
Allahabad, 1939.

Nazeer Ahmed, Dr.
" Zuhuri, Life and Works. "
Khyban, Allahabad 1953.

Nicholson, R. A.,
" The Mystics of Islam, "
London, 1914.

" Studies in Islmic Mysticism. "
Cambridge, 1921.

Sarkar, Jadunath.,
" Short History of Aurangzaib. "
Calcutta; 1930.

Sharma, S. R.,
" Mughal Empire in India. "
Karnatak Publishing House, 1940.

Marfat.com

year of Shahjahan's reign i. e., 1062 A. H., and Shir Khan Lodhi also states that Kalim died in 1062 and was buried in Lahore.

On the other hand, the Contemporary poet Ghani of Kashmir has written Chronogram: which gives 1061 A. H. and the date of Kalim's beath. It is very likely therefore that Kalim died in 1061 A. H., and was burried as the Kazanah Amira States, besides Ali Quli Salim's avegr on the banks of "Dullake" in Kashmir on a high Plato. I have visited that Place in October 1961 at the occasion of All-India Oriental Conference and taken photograph which is also attached in this book.

Marfat.com

Mohd. Jan Qudsi, Mirza Mohd. Ali Sahib, Ali Quli Salim, Shida Mir Ma'soom, Zafar Khan Ahsan, Bebadal Khan Gilani, Mir Jumla Shahristani, and Gani Kashmiri were contemporary poets of Kalim. Kalim was amiable, noble and generous too, and on the death of Malik Qumi and Qudsi in 1025 A. H., and 1056 A. H., respectively he had written a fragment and elegy also.

Kalim and his contemporary poet Mohd. Jan Qudsi had composed two masnawis simultaniously, comprising the first ten year's of Shah Jahan's reign. Qudsi left his masnawi "*Zafar namah*" incomplete but Kalim completed his masnawi "*Shah namah*" which is a detailed and authentic record of the grand and glorious deeds of the Emperor Shah Jahan.

As a poet Kalim is remembered for his novelty of topic, original concerts, and aptness of illustration. Simily and metaphor are the soul of poetry. Especially in the case of oriental poetry, not a single poet how ever great he might be, can be able to culminate his poetry without the powerful aids of these figure speeches to make a graceful and picturesque style. He had not blindly followed his predecessors on the trodden paths, but used delicate and original similes and metaphors also. Further-he wrote excellent chronograms; and had a pridilection for using Hindi in his persian poetry. This is curious for unlike Amirkhusrow and Faizi who have also used Hindi words in their verses, Kalim was not born in India but in Iran. No other poet of foreign birth excels Kalim in the use of Hindi words. He was more bold and unfail than people imagine.

Taher Nasrabadi assesses Kalim's out put of poetry at 24,000 verses, my present collection comprises 24,868 verses, and includes all forms of poetry, Odes, lyrics; masnwis, quatrains, Chronograms and fragments. And the quality of his verses is even better than his quality. He was indeed the King of poets at a time where competition was keen and the stare of Moghal poetry was in the ascendant. The lost date found in Kalim's Chronograms is 1060 A. H , and after that we find no sign of his existence. The precise date of Kalim's death is not known. According to Mulla Mohd. Waris Kalim died on 15th Diqadah, 26th

Marfat.com

porary court historians of Kalim, have stated that Kalim came to India from Shiraz and stayed for some time in the Deccan. At that time Ibrahim Adil Shah II was the King of Bijapur, and he had earned name for his generosity and liberal patronage of Poets.

4. It is not mentioned by any historian that Shahnawaz Khan son of Mirza Rustum Safavi was ever in the Deccan during 1010 to 1014 A. H., where as during 1010 to 1014 A. H. Shahnawaz Khan, the Prime Minister of Bijapur was at the Zenith of his power and had be come a Liberal patron of Persian poets.

Kalim therefore had come directly to Bijapur from Shiraz fascinated by the accounts of the manificent patronage of poets by Ibrahim Adil Shah II and پناه اهل هنر Shahnawaz Khan Shirazi.

Kalim stayed in the Deccan till 1028 A. H., and composed two qasidahs and a masnawi; and disappointed in his expectations of reward at the Court of Bijapur, returned to Iraq.

Of the 2 years spent by Kalim in Iraq we have no knowledge; he had come to India by the Land-route Subsequently he spent 7 or 8 years in North India under the patronage of Mir Jumlah Shahristani poetically styled Ruhu-i-Amin.

After the accession of Shah Jahan, Kalim attached himself to the Imperial Court and soon rose to the dignity of Maliku'sh-Shura He composed several Qasidahs, fragments and masnawis on contemporary events e. g., conquest of Kabul in 1039 A. H. a chronogram of the fall of Khan-e-Jahan in 1040, conquest of the Deccan in 1045 A. H., con-[illegible] of Balakh in 1056 A. H., a chronogram at the Prince Dara shiko and [illegible] Aurang Zaib's marriage ceremonies in 1042 A. H., respectively etc.

Kalim composed an excellent Qasidah in 1044 A. H., at the occasion of Shah Jahan's coronation on the Pea-cock throne, and by way of reward was weighed against (Silver) and received Rs. 5,500., Scattered through the papers of the Padshahnamah are the specific amounts given to Kalim for his court poetry. These were the momentous events of his life

Marfat.com

LIFE
of
MIRZA ABU TALIB KALIM

Mirza Abu Talib poetically surnamed Kalim was born approximately (between 990 A. H.- 1582-1585 A. D.) in Hamadan. He lived for sometime in Kashan for which reason he was called Kashi. By birth however, he was Hamadani as he himself states:

He persued a course of study in the Dar-ul-Fazal College, Shiraz and in the prime of his life came to India by the Sea-route. Curiously, all the biographers merely state that Abu Talib Kalim came to India during the reign of Jahangir; and attached himself, to Shahnawaz Khan son of Mirza Rustum Safavi, a noble of Jahangir's reign. The first visit, of Kalim to the Deccan by the Sea-route is therefore an independent discovery of mine and the reason which mislead the cataloguers, biographers was the name of the homonymous Shahnawaz Khan, for there were two Shahnawaz Khan, one of whom was the Prime Minister of Ibrahim Adil Shah II, and the other Shahnawaz Khan son of Mirza Rustum Safavi and it was only the first of these two who was the Patron of Kalim. The reasons for this conclusion are as follows:

1. The word "Minister" وزیر پیش بین is clearly stated in the verses.

2. The accounts of Shahnawaz Khan son of Mirza Rustum Safavi contain no detail of that building, on the completion of which Kalim had composed a Masnavi and a Qasidah. But on the other hand Mohd. Qasim bin Hindushah has given full description of that building in his history, the Tarikhi-e-Firashta. This edifice was erected during the years 1008-1010 A. H. and this fact is mentioned in the accounts of Shahnawaz Khan, the Prime Minister of Ibrahim Adil Shah II.

3. Abdul Hamid Lahori and Mohd. Amin Qazwini, the contem

Marfat.com

The other publication consists of two volumes and is concerned with exhaustive list of the Urdu Manuscripts in the State Central Library prepared by Shri Nasiruddin Hashmi. This list is very beneficial for those research scholars who wish to get aquainted and take full advantage of the valuable literary treasures that are to be found in this library.

For purposes of studying the history of any language according to principles laid down, it is essential that an exhaustive list of all the material available is present. The State of Urdu literature is such that it is scattered over the whole length and breadth of India, consequently an approach to it is not easy. As such a bibliography of books become a necessity as a special science in the Western countries.

In Hyderabad, a brief list of Urdu manuscripts of the Osmania University has been published and a list of manuscripts of India office was published by Shri Nasiruddiu Hashmi under the name of "Europe men Deccani Mukhtutaat", i. e. Manucripts of the Deccan in Europe, also an exhaustive list of manuscripts of Idara-e-Adabiat-e Urdu in five volumes have been published by Dr. Zore, a list of Urdu manuscripts of Salar Jung Library has also been prepared and published by Shri Nasiruddin Hashmi. Besides these, the Urdu manuscripts of 'Jame Musjid of Bombay' has also been published under the able guidance and supervision of Prof. Najeeb Ashraf Nadvi. To this treasure, has been added the newly published list of the Urdu manuscripts of State Central Library prepared by Shri Nasiruddin Hashmi with great care and hard work.

On behalf of the Research Institute it is my proud privilege to thank Shri Humayun Kabir, the Hon'ble Minister for Research and Cultural affairs for his generous help to the above Institute. In conclusion I appeal to the Government of Andhra Pradesh to grant a generous annuity to this Institute in the cause of the furtherance of knowledge and the conservation of the old treasures of art and literature.

(Smt.) RODA MISTRY,
president,
Khawateen-e-Deccan Library,
& Research Institute.

Marfat.com

FOREWORD

The Kutab Khana Khawateen-e-Deccan and Idara-e-Tahqeeqat (Research Institute) was founded in the year 1943, The Library is not only meant for the ladies of Hyderabad, but also ladies outside Hyderabad take' advantage of it. The Research Scholars and lovers of literature and learning too, derive benefit from it.

Formerly this library was the private library of Shri Nasiruddin Hashmi. Later he got it registered and declared it open exclusively for the ladies of Hyderabad. A Research Institute also is attached to this library which has a twofold aim; that of study and review of the works and the elegant style of the old writers on one hand, and bringing into limelight the works on research of the women writers of the present day on the other hand by publishing their work and thereby adding more books to the already existiog literary treasure.

The thesis submitted by the women Research Scholars for Doctrate are accepted by the University but inspite of being an important piece of work are not published and those fond of art and literature are there thereby deprived of the pleasure and benefit they could derive from them. The Research Institute publishes such Theses by which the women writers having received Doctrate in their subjects, are also financially benefitted by the sale of their works.

To start this work a monitary aid was granted to the Research Institute for the publications of two books by the Ministry of Scientific Research and Cultural Affairs of the Government of india, subject to the condition that a matching amount be spent by the Institute as well. Consequently two books have been published, abiding by this condition. I deem it my duty to thank those ladies and gentlemen who purchased and paid the cost of these books in advance and enabled us to publish these books.

Out of the books published one is the Thesis in Persian for Doctorate submitted by Smt. Shareefunnisa Begam. The subject of this Thesis is the life and works of Abu Talib Kaleem, a renowned Persian poet of the Darbar of Adilshah and later of the Court of Emperor Shah Jehan where the title of Poet Laureate was conferred upon him.

Marfat.com

Marfat.com

LIFE AND WORKS

of

ABUTALIB KALIM HAMADAN

(Poet Laureaute of Emperor Shajahan)

by

Dr. SHAREEFUNNISA BEGUM ANSARI,

Lecturer in Persian, Women's College,

Osmania University.

Marfat.com